هو الاعلیٰ

الحمد للہ کہ حصہ دوم

کتاب ستطات السیرة العلویہ بذکر المآثر مرتضویہ

موسومہ بہ

نفائس المنن

فی ذکر

فضائل سیدنا ابی الحسن

مولفہ محب اہلبیت النبی العربی مولوی حافظ محمد علی حیدر علوی دام فیضہ

حسب فرمائش

جناب نواب محمد عبد الکریم خانصاحب بہادر تعلقدار باسطنگر

دام اقبالہ

مدینہ پریس بجنور میں باہتمام محمد مجید حسن پرنٹر طبع ہوئی

السیرۃ العلویہ فی ذکر ماثر المرتضویہ

یہ کتاب نہایت جانفشانی اور انتہائی تحقیق وصحت کے ساتھ جناب مولانا حافظ شاہ علی حیدر صاحب علوی مدظلہٗ نے مرتب فرمائی ہے جو چھ جلدوں میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی مکمل سیرت ہے۔ محبان جناب امیر علیہ السلام کے لئے یہ بیش بہا تحفہ ہے۔ جلدوں کی تفصیل آئینہ کی طرح کتاب کا حسن نمایاں کر رہی ہے۔

(۱) جلد اول۔ اس میں آپ کے حالات ولادت وسبقت اسلام وغیرہ درج ہیں جنکا زبان [illegible] نشان حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہے۔ نیز دیگر واقعات سیاسی وغیرہ جو آپکے زمانہ خلافت میں پیش آئے۔ یہ جلد طبع ہو کر زینت بخش نظر ناظرین ہو چکی ہے۔ قیمت فی جلد [illegible] علاوہ محصولڈاک ہے۔

جلد دوم (۲) اس میں آپ کے فضائل علمی وعملی وزہد وتقویٰ وعبادات بہت تفصیل وتحقیق بیان کئے گئے ہیں یہ زیر طبع ہے قیمت علاوہ محصول ڈاک ہے۔

جلد سوم (۳) اس میں آپکے وہ مناقب ہیں جو آیات قرآنی واحادیث نبوی و ارشادات صحابہ سے ماخوذ ہیں۔

جلد چہارم (۴) اس میں محض آپکے مرویہ احادیث نبویہ بترتیب ابواب فقہ بلحاظ حروف تہجی ہیں یہ جلد درحقیقت آپکا مسند ہے۔

جلد پنجم (۵) [illegible] میں آپ کے ارشادات ومواعظ وغیرہ درج ہیں۔

جلد ششم (۶) میں آپکے والدین وازواج واولاد وغیرہ کے حالات ہیں نیز آپ سے انساب سلاسل طریقت کا تذکرہ ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ قاضی انتظام علی خاں محلہ قاضی گڈھی قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ

نوٹ:۔ حصہ دوم دفتر مدینہ بجنور سے بھی دستیاب ہو سکتا ہے۔

فہرست مضامین کتاب نفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسنؑ

تم الفہرس

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ رَوَاہُ الدَّیْلَمِی

بحمد خالق البریہ حصۂ دوم کتاب مستطاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ

موسومہ بہ

نفائس المنن

فی ذکر

فضائل ابی الحسن

جسمیں حضرت ہارون منزلت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ذاتی حالات متعلق بہ
فضیلت مثل فضائل علمی و عملی و خصائل و خصائص و کرامات وغیرہ کا تفصیلی تذکرہ ہے

مؤلفہ

جرعہ نوش بادۂ خم غدیر، مدہوش میخانۂ تولائے جناب امیر، خوشہ چین گلستان پیغمبر
مخمور جُبِّ ساقیِ کوثر مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر لازال کاسمہ سمی الحیدر الصفدر

حسب فرمائش

مخزن صدق و صفا، معدن حب و ولا، صدف ارادت و عقیدت رائے بہادر
نواب محمد عبد الکریم خانصاحب بہادر دام بالمجد والتفاخر تعلقدار باسط نگر متعلقہ شاہ آباد ضلع ہردوئی

باہتمام محمد مجید حسن پرنٹر مدینہ برقی پریس بجنور طبع گردید

هو العلی الاعلیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی فضّل نبیّہ محمداً علی سائر الانبیاء و فضّل نبیّہ علیاً علی جمیع الاولیاء والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وخیر خلقہ الذی قال فی حق وصیّہ و حبیبہ لحمک لحمی و دمک دمی وانت منی وانا منک للاستعلاء فیا لہ العز والمجد و الفضل والبہاء وعلی آلہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء ما دام للشمس والقمر نور و ضیاء۔

اما بعد بندۂ احقر محب اہلبیت النبی الاطہر علی حیدر حشرہ اللہ تعالیٰ فی زمرۃ موالی القنبر ابن حضرت قدر قدرت وصی حیدر الصفدر مولانا حافظ شاہ **علی انور** قلندر قدس سرہ الاطہر۔ و خوشہ چین خرمن فضل و فیض آگین حضرت وارث الانبیاء محب المرتضیٰ مولانا شاہ **حبیب حیدر** قلندر مدظلہ العالی عارض مدعا ہے کہ یہ جلد ثانی کتاب مستطاب **السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ** کی بیان فضائل جناب امیر المومنین **علی مرتضیٰ** کرم اللہ وجہہ میں بعد بحث تفضیل و مفاضلہ و اقسام فضائل مثل فضائل علمی و عملی تعلیمی و ذہنی۔ صوری و معنوی و فضائل جسمی ظاہری و باطنی و فضائل خارجی کسبی و وہبی و خصائل و خصائص و کرامات کو بالتفصیل مع بیان جرح و تعدیل حاوی ہے اس جلد میں مخصوص طور پر انہیں امور کا بیان ہے۔

ناظرین اس سے معلوم کر سکیں گے کہ ذات مجمع الصفات مولائے کائنات کیسی جامع فضائل تھی ان امور کو معلوم کر کے ہر عالم و جاہل شخص بخوبی جان سکتا ہے کہ رسول برحق نے مولائے کائنات کو جس طرح کے فضائل و خصائص عطا فرمائے تو جناب ممدوح الشان اسی کے شایان شان بھی تھی باوجود اس قسم کے فضائل کے بنی امیہ کا سب و شتم عجب حالت رکھتا ہے سوائے اس کے کیا کہا جائے۔ ع

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب ز روم ۔۔۔ ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی است

اس جلد کا نام **نفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسن** ہے اللہ تعالیٰ بطفیل نبی کریم و اہلبیت ذوالفضل العظیم شرفِ قبولیت سے مشرف کرے اور اس کو باعث نجات و حُسن خاتمت فرمائے واللہ علیٰ ما نقول وکیل وھو الھادی الیٰ سواء السبیل ۔

سریر آراست اندر دل جہاں پرور شہنشاہے — علی نامے نبی شانے سلیماں عزت و جاہے
امیرِ فاتحِ بابِ ولایت مرجعِ دوران — علی مرتضیٰ قرآنِ ناطق حجۃ اللہے
امام العارفین صفدر امیر المومنین حیدر — جہاں آرا بہار افزا عجب شاہے است فی بیجا ہے
حبیبِ مصطفیٰ مولائے عالم راحتِ جانہا — درخشاں روئے ست قلب تیرہ ام مثلِ شب ماہے
فروزاں گشت جان و دل گلستاں گشت آب و گل — نظر فرمود یک ساعت چو بر من عرش خرگاہے
ضیا بخشِ گہر پاشے جمیل عشق افزائے — تصدق بر رخِ پاکش ہمہ از مہر تا ماہے
تمثیل صفاتِ انبیا ضرب المثل ذاتے — علی مشکلکشا نفس نبی نور دیدہ اللّٰہے
ہمہ دلہا گرفتارش ہمہ جانہا خریدارش — ہمہ عالم طلبگارش فتادہ بر سرِ راہے
وصالش عاشقاں را نعمت کونین بخشائے — جمالش طالباں را فرح بخش و مشعل راہے
قلوب المومنین را عرش فرمود است پیغمبر — ترا عرش قلوب عارفاں گشتہ گذرگاہے
گدایان درِ اقدس شرف دارند بر شاہان — بمشتاقاں ہمی بخشند خوش عیشے بیک آہے

تولایش حیاتِ من تمنایش نجاتِ من
فدایش باد ذاتِ من علیہ رحمۃ اللّٰہے

مقدمہ در بحث فضیلت

ایک شخص کو کسی خاص صفت کے یا صفات مختلفہ کے مجموعہ کے باعث دوسرے پر ترجیح حاصل ہونے کو فضیلت کہتے ہیں۔ جب یہ کہا جاتے گا کہ زید عمرو سے افضل ہے تو اُس سے یہہ سمجھا جائیگا کہ زید کو ہر طرح برادر ہر قسم کے صفات میں عمرو پر ترجیح حاصل ہے یعنی اگر کسی صفت میں زید اور عمرو کا موازنہ کیا جاتے تو زید ہی عمرو سے افضل نکلے بعضوں نے افضل کی یہہ تعریف کی ہے کہ افضل وہ ہے جو ہر طرح کی فضیلت اور ہر قسم کے اوصاف حمیدہ کا جامع ہو۔ ہر قسم کے علوم کا عالم اور تمام عبادت اور اخلاق اور شرافت اور حسب ونسب میں کامل ہو۔ اکثر بلا خیال موازنۂ کل صفات کسی خاص صفت میں بھی تفضیل مراد لی جاتی ہے یعنی ایک شخص کو اگرچہ تمام اوصاف میں ترجیح ہوتی ہے لیکن دوسرا کسی خاص صفت میں اُس سے مرجح سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے بعض نے افضل کی یہہ تعریف کی ہے کہ

اکثر ثوابًا من عند اللہ بما کسب من خیر — نیکی کے ذریعہ سے خدا سے زیادہ ثواب حاصل کرنے والا

جسکو خدا کے نزدیک زیادہ ثواب ہو وہی افضل سمجھا جاتا ہے اگرچہ دوسرے امور میں وہ دوسروں سے کم ہی کیوں نہو۔

فضیلت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اختصاصی دوسری جزئی۔ فضیلت اختصاصی یہہ ہے کہ اللہ تعالٰی کسی شخص کو یا کسی چیز کو محض اپنے فضل وکرم سے بلا کسی عمل وعبادت کے عطا فرمائے اور اُس کو اُس کے ہمجنس پر ترجیح بخشے۔ جس طرح کہ اُس نے ناقۂ حضرت صالح کو تمام اونٹوں پر اور کعبہ شریفہ کو تمام عالم کی مساجد پر فضیلت عطا فرمائی اس فضیلت کی وجہ کبھی عقل میں آتی ہے اور کبھی نہیں آتی ہے جیسے حجر اسود کی فضیلت دوسرے احجار پر جس کی وجہ دریافت کرنے سے عقل انسانی قاصر نظر آتی ہے۔

فضیلت اختصاصی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک اصلی جیسے حجر اسود کی فضیلت دوسرے طفیلی جیسے اُس مینڈھے کی فضیلت جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ ہوا۔

فضیلت جزئی وہ ہے جو عمل کے صلہ میں کسی کو خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہو اُسکی کئی قسمیں ہیں

ہی فضیلت محل تنازع ہوا کرتی ہے۔ فضیلت دینے میں اوس کے تمام اقسام پر اولاً نظر غائر ڈالنا چاہئیے اور متنازعین میں جو حق بجانب ہو اُس کو اختیار کرنا چاہئیے تفضیل بوجہ عمل سات وجہوں سے حاصل ہوسکتی ہے اور یہی معیار فضیلت بھی قرار دیئے گئے ہیں۔

(۱) ماہیت عمل۔ یعنی ایک شخص کا عمل دوسرے کے عمل سے ذاتاً افضل ہو جیسے فرائض ادا کرنے والے کا عمل نوافل ادا کرنے والے کے عمل سے افضل ہوا کرتا ہے۔

(۲) نیت عمل۔ یعنی دو آدمیوں کا عمل ایک ہی ہو لیکن اغراض مختلف ہوں۔ ایک محض بغرض رضائے الٰہی عمل کرے اور دوسرا لوگوں کو دکھانے کے لیئے

(۳) کیفیت عمل یعنی ایک شخص ایک عمل کو اُس کے پورے آداب کے ساتھ کرے اور دوسرا بے پروائی کے ساتھ تو عمل میں اگرچہ دونوں شریک ہونگے لیکن پہلے کو فضیلت حاصل ہوگی۔

(۴) مقدار عمل۔ یعنی عمل میں کمی یا زیادتی جیسے کہ ایک شخص متعدد حج کرچکا ہو اور دوسرے نے صرف ایک ہی کیا ہو۔

(۵) فضیلت زمانی۔ جو بوجہ تقدیم و تاخیر زمانہ کے حاصل ہو۔ اس لیئے وہ شخص جس نے کہ ابتداء اسلام یا قحط سالی میں مسلمانوں کی دستگیری کی اُس سے افضل سمجھا جائیگا جس نے قوت اسلام یا قحط فرو ہونے کے بعد ایسا عمل کیا ہو اسکا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں بہ ایں الفاظ فرما دیا۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا	تم میں سے کوئی اُن کی برابر نہیں ہیں جنہوں نے قبل فتح خرچ کیا اور قتال کیا وہ لوگ اُن لوگوں سے زائد عظیم المرتبہ ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ کیا اور قتال کیا

اسی وجہ سے سابقین اسلام کو اور سب پر فضیلت حاصل ہوئی کہ

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار	سابقین اولین میں مہاجرین و انصار ہیں

(۶) مکان عمل۔ یعنی جگہ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو جس طرح کہ ایک نماز حرم کعبہ یا مسجد

نبوی میں پڑھنا دوسری مسجدوں میں ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۷) کبھی امور خارجیہ کی اضافت سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھنا تنہا ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔ اسی وجہ سے جو اعمال نیک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حضرات صحابہؓ سے واقع ہوئے وہ دوسرے اوقات کے اعمال سے بدرجہا بہتر اور افضل سمجھے گئے۔

فضیلت اختصاصی ہو یا جزئی اُس کا نتیجہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔ اول فاضل کی تعظیم مفضول پر واجب ہونا۔ دوسرے فاضل کا درجہ وینا و آخرت میں بہ نسبت مفضول کے بلند ہونا۔ اگر فضیلت سے یہہ دونوں نتیجہ نہ پیدا ہوں تو لفظ افضل محض بے معنی لفظ ہوگا۔

اگر کثرت ثواب معیار فضیلت قرار دیا جائے تو اُس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اوّل فضیلت اصلی یعنی ایک شخص میں وجہ فضیلت پائی جائے اور دوسرے میں نہو جیسے ایک عالم ہو دوسرا جاہل۔ دوسری فضیلت زائدہ یعنی ایک شخص بہ نسبت دوسرے کے وجہ فضیلت زائد رکھتا ہو مثلاً ایک عالم ہو دوسرا اعلم اِس دوسری قسم کو مفاضلہ بھی کہیں گے۔ اور یہہ اُس وقت ثابت ہوتا ہے جبکہ دو چیزیں ایک ہی امر میں ایک ہی حالت سے شریک ہوں۔ اگر وجہیں مختلف ہوں تو مفاضلہ ثابت نہیں ہوتا۔ غرضکہ مفاضلہ میں شرکت وجہ ضروری چیز ہے۔ اگر یہہ کہا جائے کہ جس وصف میں دو شخص شریک ہوں اُن دونوں میں کون سا افضل سمجھا جاسکتا ہے۔ تو یہہ بحیثیت اشتراک وجہ کہا جاسکتا ہے اگر وجوہ مختلف ہوں تو مفاضلہ کسی صورت میں ثابت نہیں ہوسکتا۔ یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ ناقہ صالح علیہ السلام افضل ہے یا رمضان اسلیئے کہ وجہ مفاضلہ متحد نہیں ہوسکتی۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ جناب امیرؓ افضل ہیں یا حضرت ابوبکرؓ کیونکہ وجہ مفاضلہ میں یہہ دونوں شریک ہیں۔ اگر شرکت نہوتی تو یہہ بحث لائق بحث ہی نہوتا۔ اور جب مفاضلت کے وجوہ ہفت گانہ میں تعارض واقع ہو تو آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہ کے مطابق احق واولےٰ بالاعتبار کی فضیلت پر یقین کرنا پڑیگا۔ یہہ امر شریعت سے ثابت ہی ہو کہ عمل کی کمیت کا اعتبار کیفیت کے مقابلہ میں نہیں ہوتا۔ زمان عمل کے سامنے یہہ دونوں باتیں غیر وقیع ہیں جس کے متعلق آیت قرآنی لا یستوی منکم الخ

خود ناطق ہے۔

یہ امر بھی ثابت ہے کہ صحابہ کرام نے جو اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کئے وہ بوجہ معیت آنحضرتؐ اُن اعمال سے جو انہوں نے بعد رحلت آنحضرتؐ کئے بہت افضل اور اعلیٰ ہوئے۔ اسی وجہ سے انس ابن مالک۔ ابوامامہ باہلی۔ عبداللہ ابن بشر۔ عبداللہ ابن الحارث۔ سہل۔ ابن سعد ساعدی۔ جابر ابن عبداللہ انصاری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عرصۂ دراز تک زندہ اور اعمال صالحہ میں مشغول رہے۔ خلفائے راشدین کے ہم پلہ نہیں ہوئے۔ جو ذوات مقدسہ آنحضرتؐ کے انتقال کے وقت افضل و اعلیٰ تھے وہی بعد وفات بھی بشرط اعمال صالحہ افضل و اعلیٰ رہے۔

صحابہ میں تقدیم و تاخیر اسلام بھی باعث فضیلت ہے ملاحظہ ہو آیات کلام اللہ السابقون الاولون من المھاجرین والانصار اور السابقون السابقون اولئك المقربون فی جنات النعیم یعنی پیشقدمی کرنیوالے اسلام میں سبقت کرنیوالے ہیں اور وہی مقربین ہیں اور جنات نعیم میں رہنے والے ہیں اسی اعتبار پر حضرت خدیجہ۔ حضرت علی مرتضیٰ۔ حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت زید ابن حارثہ جو سب سے پہلے ایمان لائے تھے سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ (حضرت علی اور حضرت ابوبکر صدیق کے سبقت اسلام کے متعلق مفصل بحث کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ کے جلد اول احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں دیکھنا چاہیئے) اُن کے بعد وہ جلیل القدر اصحاب ہیں جو ہجرت سے پہلے اسلام لائے پھر اہل عقبہ۔ پھر اہل بدر۔ پھر اُحد سے لے کر صلح حدیبیہ تک جن کے لئے نزول آیت سکینہ ہوا۔ اسکے بعد بالقطع پھر کوئی ایسا شہد نہیں جو مدار فضل سمجھا جائے اس لئے کہ پھر اکثر منافق اور مؤلفۃ القلوب بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ ملاحظہ ہو آیت کلام اللہ

وممن حولكم من الاعراب منافقون و	اور تمہارے گرد گنوار منافق ہیں اور بعض مدینہ والے
من اهل المدينة مردوا على النفاق	نفاق پر اصرار کر رہے ہیں۔

اُن لوگوں کی فضیلت قابل بحث نہیں خلفائے اربعہ میں باہمی فضیلت البتہ قابل بحث ہوسکتی ہے اس لئے کہ یہی لوگ بالاتفاق سابق الاسلام تھے۔

فضیلت دو طرح پر ثابت کی جا سکتی ہے عقلاً یا نقلاً۔ فضیلت (ما فی البحث) کا عقلی کوئی ثبوت نہیں جو قطع حجت کر سکے۔ اب رہی فضیلت نقلی تو اُس کے جانچنے کے دو طریقہ ہیں۔ اول نص شارع دوم تتبع احوال[1]۔ اس امر میں کہ فضیلت منصوص ہے یا نہیں۔ علمائے اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ یہہ بالاجماع ثابت ہے کہ افضیلت متعین نہیں اور نہ کوئی نص پائی جاتی ہے۔

افضیلت بمعنی کثرت ثواب پر بھی عقلاً طریق استدلال حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہہ مسئلہ نقل سے مستند سمجھا جا سکتا ہے۔ یہہ ایسا مسئلہ نہیں کہ جس کے ساتھ عمل ہی کا لگاؤ ہوتا کہ مجرد ظن اس کے لئے کافی سمجھا جائے کیونکہ احکام عملیہ کے لئے ظن ہی کافی ہوا کرتا ہے۔ درحقیقت یہہ مسئلہ علمی یعنی اعتقادی ہے جس میں جزم اور یقین مطلوب ہوتا ہے۔ لیکن طرفین کے نصوص باہم متعارض ہونے کی وجہ سے قطعیت کا فائدہ نہیں بخشتے۔ قطع نظر متعارض ہونے کے وہ نصوص آحاد و ظنی الدلالۃ بھی ہیں۔ نہایت امر یہہ ہے کہ وہ نصوص اسباب کثرت ثواب کے اختصاص پر دلالت کرتے ہیں لیکن کثرت ثواب کے اسباب کا مترتب ہونا قطعاً موجب ثواب نہیں ہو سکتا صرف ظن کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ اجر اور ثواب خدا کی مہربانی پر موقوف ہے نہ کسی خاص سبب پر۔ اگر خدا چاہے تو ایک غیر مطیع کو ثواب عطا فرمائے اور مطیع کو محروم رکھے۔

اب رہا یہہ امر کہ تفضیل قطعی ہے یا ظنی اس میں علما مختلف ہیں۔ ابو الحسن اشعری قطعیت کے قائل ہیں۔ اور ابو بکر باقلانی اور امام الحرمین ظنی ہونے کے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ تفضیل ایک امر اجتہادی ہے اسکے لئے کوئی قطعی دلیل نہیں۔ امام غزالی بھی اس امر کے قائل ہیں کہ حقیقت فضل خدا کو معلوم ہے اور سوائے رسول اللہ کے اس پر کوئی مطلع نہیں ہوا۔ شارح مواقف لکھتے ہیں کہ فضیلت کا مسئلہ ایسا نہیں جس سے جزم و یقین کا خیال کیا جائے امامت کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے۔ مگر وہ بھی افضیلت کا قطعی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مفضول کی امامت افضل

[1] شروع سے لیکر یہاں تک یہہ تمام عبارت رسالہ سر الجلیل فی مبحث التفضیل مصنفہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے اقتباساً ماخوذ ہے سر الجلیل فتاوے حضرت شاہ صاحب میں تمامہ طبع ہو گیا ملاحظہ ہو۔ جلد دوم فتاوے عزیزی صفحہ ۹۴ امعہ ترجمہ اُردو مسمیٰ بہ عزیزی اسکے علاوہ یہ رسالہ علیحدہ بھی طبع ہوا ملاحظہ ہو از صفحہ تا صفحہ ۱۲

کی موجودگی میں ہم اہلسنت والجماعت کے یہاں جائز ہے اس کا ناجائز ہونا قطعی نہیں۔ ہم نے سلف کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ افضل ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ۔ ہمارا سلف کے حق میں گمان نیک ہے اور یہ فعل اس امر کا مقتضی بھی ہے کہ اگر اُن کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو وہ ہم کو اس اعتقاد کا حکم نہ دیتے ہم اُن کے پیرو ہیں اس امر میں ہم پر ادن کا اتباع واجب ہے اور ہم اُس کی اصل حقیقت کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ آمدی کا قول ہے کہ تفضیل سے مراد ایک شخص کی خصوصیت ہے دوسرے شخص سے کسی خاص صفت میں خواہ وہ اصلی فضیلت ہو یعنی ایک میں وہ فضیلت پائی جاتے اور دوسرے میں نہو جس طرح صفت علم کی وجہ سے عالم جاہل سے افضل ہوتا ہے کیونکہ صفت علم عالم میں پائی جاتی ہے نہ کہ جاہل میں۔ یا اُس کو بسبب کسی خاص وجہ کے زیادہ ہونے کے فضیلت حاصل ہو یعنی دونوں ایک ہی صفت میں شریک ہوں مگر وہ صفت ایک میں زائد ہو دوسرے میں کم جیسے اعلم عالم سے بوجہ صفت علم کے زیادہ ہونے کے افضل سمجھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے صحابۂ کرام میں کسی کی فضیلت کے بارہ میں کوئی قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے کیونکہ جو فضیلت ایک صحابی کے لئے ثابت کی جاتی ہے اکثر اُس میں دوسرا بھی شریک پایا جاتا ہے اگر بالفرض شریک نہیں پایا جاتا تو کسی اور ایسی فضیلت سے ممتاز نظر آتا ہے جس سے اُس کی فضیلت دوسرے کی فضیلت کے مقابل پڑجاتی ہے۔ اور کثرت فضیلت سے ترجیح نہیں دیجا سکتی اس لئے کہ ممکن ہے ایک ہی فضیلت بہ باعث شرف بہت سی فضیلتوں پر راجح ہو اور اُسے منجانب اللہ زیادہ ثواب حاصل ہوا ہو لہذا افضلیت پر قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا اسلئے کہ سلف میں خلفائے اربعہ کی کی فضیلت کے بارہ میں متقدمین اہلسنت والجماعت مختلف تھے اکثر لوگ فضلہم علی ترتیب الخلافت کے قائل تھے اور ترتیب خلافت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق کو سب سے افضل سمجھتے تھے پھر حضرت عمر فاروق کو پھر حضرت عثمان غنی کو پھر حضرت علی مرتضیٰ کو۔ بعض لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو تو افضل سمجھتے تھے لیکن حضرت عثمان اور حضرت علی کو برابر سمجھتے تھے۔ امام مالک کا یہی عقیدہ تھا محقق دوانی علامہ جلال الدین شرح عقائد میں لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک افضلیت

برترتیب خلافت ہے۔ امام مالک سے توقف مابین حضرت عثمان و حضرت علی منقول ہے۔ امام الحرمین کا قول ہے کہ ظن غالب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے افضل ہیں پھر ظنوں درمیان حضرت عثمان و حضرت علی باہم متعارض ہیں۔

فخر الاسلام حسن بزدوی کہتے ہیں کہ بعض اہلسنت والجماعت ان دونوں کو برابر سمجھتے ہیں چنانچہ امام ابی حنیفہ سے بھی یہی مروی ہے کہ وہ حضرت عثمان کو حضرت علی پر فضیلت نہیں دیتے تھے[۱]

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ ابوعمر کا قول ہے کہ اہلسنت نے مابین حضرت علی و حضرت عثمان توقف کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو فضیلت نہیں دیتے ہیں انہیں لوگوں میں سے مالک بن انس و یحییٰ ابن سعید قطان بھی تھے۔ کوفہ کے اہلسنت والجماعت مثل سفیان ثوری کے حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتے تھے۔ تدریب الراوی صفحہ ۲۰۷ میں بھی ہے کہ کوفہ کے لوگ جن میں سفیان ثوری بھی ہیں اُن کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں۔ علامہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۵۸ میں بروایت ہارون ابن اسحاق یحییٰ ابن معین کا قول لکھتے ہیں کہ جو شخص ابوبکر و عمر و عثمان و علی کہتا ہو اور علی کی سابقیت و فضل کا معترف ہو وہ اہلسنت والجماعت سے ہے۔

تکمیل الایمان صفحہ ۹۲ میں ہے کہ ابوبکر ابن خزیمہ بھی حضرت علی کی فضیلت کے قائل تھے امام یافعی کا مسلک اُن کے قصیدہ مجادی الاطنان فی تفضیل علی علیٰ عثمان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور امام مالک کا بھی ابتدا میں یہی مسلک تھا۔ اکثر علما نے لکھا ہے کہ امام مالک ابتدا میں تفضیل علی علیٰ عثمان کے قائل تھے بعد میں توقف کی طرف مائل ہوگئے۔ امام یافعی لکھتے ہیں

بعد تفضیلنا الشیخین معتقدی ۔۔۔ تفضیلہ قبل ذی النورین فی بالی

تفضیل شیخین کے بعد میرا قلبی اعتقاد تفضیل علی علیٰ عثمان پر ہے

بستان المحدثین صفحہ ۴۱ مولفہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر محدثین مثل حاکم وغیرہ کے بھی اسی کے قائل تھے۔ اس سے زیادہ ثبوت ایک اور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر

---

[۱] یہ عبارتیں ردض الازہر فی ماثر القلندر فصل چہارم در مسئلہ تفضیل شیخین صفحہ ۲۴ سے مقتبس ہیں اور استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۶۹ میں بھی ہیں ۱۲

[۲] مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۲

کا بھی یہی مسلک تھا چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۸۶ میں ہے۔

عن سعد ابن عبیدۃ قال جاء رجل الی ابن عمر فسئلہ عن علی فذکر محاسنہ قال ھو ذاک بیتہ اوسط بیوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال لعل ذاک یسوءک قال اجل قال فارغم اللہ بانفک انطلق فاجھد علیّ جھدک

سعد ابن عبیدہ سے مروی ہے کہ ایک شخص (نافع ابن ارزق) عبداللہ ابن عمر کے پاس آیا اوس نے حضرت علی کے متعلق پوچھا آپ نے اُن کی خوبیاں بیان کیں اور کہا کہ علی ایسے تھے کہ اُن کا گھر آنحضرتؐ کے مکانوں کے درمیان تھا پھر کہا کہ شاید تجھ کو یہہ بُرا لگتا ہے اُس نے کہا ہاں ابن عمر نے فرمایا اللہ تیری ناک خاک آلود کرے جا تجھ سے جو کچھ ہو سکے میرے لئے کر لے اُس میں کچھ کمی نہ کرنا۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابوبکر کی فضیلت میں اسلاف مختلف المذاہب تھے۔ عبدالرزاق سے مروی ہے کہ معمر کا قول ہے اگر کوئی شخص حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکر سے افضل کہے تو میں اُس کو مانع نہ ہونگا اور نہ اُس پر سختی کروں گا۔ اسی طرح اگر حضرت علی کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر پر فضیلت دے تو بھی میں سختی نہ کرونگا بشرطیکہ ان سب سے محبت رکھے اور اُن کی مدح و ثنا کرتا رہے۔ خطابی نے بھی اپنے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ

ابوبکر خیر من علی و علی افضل من ابی بکر۔ — ابوبکر علی سے بہتر ہیں اور علی ابوبکر سے افضل ہیں[1]

امیر محمد ابن اسمٰعیل یمانی رسالہ الروضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ ۱۵۹ میں لکھتے ہیں کہ مسئلہ تفضیل ایسا مسئلہ ہے جس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ محدثین اور معتزلہ سے بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ تفضیل برترتیب خلافت ہے اور حضرت علی کا فضل میں چوتھا مرتبہ ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ جو حضرت علی کو حضرت عثمان پر مقدم کرتے ہیں اور اُن کو تیسرے مرتبہ پر قرار دیتے ہیں اور بعض ائمہ معتزلہ اور ایک جماعت ائمہ آثار مثل حاکم و نسائی وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ حضرت علی بعد آنحضرتؐ کے افضل اُمت ہیں اور یہی حق ہے

[1] تکمیل الایمان صفحہ ۱۴۰

حاکم ونسائی کو لوگوں نے بوجہ تعصب کیا کچھ نہیں کہہ ڈالا۔ ابو عبداللہ حاکم مصنف مستدرک علی الصحیحین کے متعلق ذہبی تذکرۃ الحفاظ جلد۳ صفہ۲۲۸ میں لکھتے ہیں کہ ابو طاہر ناقل ہیں کہ میں نے ابو اسمٰعیل انصاری سے حاکم کے متعلق پوچھا وہ کہنے لگے کہ حاکم حدیث میں ثقہ ہیں مگر رافضی خبیث ہیں۔ پھر ابن طاہر کہتے ہیں کہ حاکم متعصب شیعہ تھے تقدیم اور خلافت میں تو اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے تھے مگر معاویہ اور اُس کی اولاد سے منحرف تھے ذہبی کا قول ہے کہ میرے نزدیک شیعی تھے رافضی نہیں تھے امام نسائی کے حال میں ابن خلکان نے تاریخ میں لفظ وکان یتشیع لکھا ہے حالانکہ اُن کی شیعیت یہی تھی کہ وہ حضرت علی کے فضائل بیان کیا کرتے تھے اسی میں اُن کی جان گئی (ملاحظہ ہو بستان المحدثین صفہ۱۱)

علامہ تاج الدین سبکی شافعی طبقات الکبرے میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ مسلک تھا کہ حضرات حسنینؓ کو بوجہ جزئیت بضعۃ الرسول کے خلفا سے افضل سمجھتے تھے۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی خصائص میں لکھتے ہیں کہ امام علم الدین عراقی کا قول ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا اور اُن کے بھائی ابراہیم ابن رسول اللہ بالاتفاق تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ چنانچہ امام مالک کا قول ہے کہ بضعۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی ایک کو فضیلت حاصل نہیں[۱]۔

علامہ ابن حزم کتاب الفصل فی الملل والنحل میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس امر میں اختلاف رہا کہ بعد الانبیاء افضل الناس کون ہیں بعض اہلسنت ومعتزلہ ومرجیہ اور تمام شیعہ اس طرف گئے ہیں کہ اس اُمت میں آنحضرتؐ کے بعد افضل ترین شخص علی ابن ابیطالب ہیں اس قول کو نصاً ہم نے بعض صحابہ اور جماعت تابعین وفقہا سے روایت کیا ہے۔ اور جمیع خوارج اور بعض اہلسنت ومعتزلہ ومرجیہ اس طرف گئے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ تمام صحابہ سے افضل تھے (جلد۴ صفہ۱۱۱)

اِن بیانات سے یہ امر ضرور واضح ہوتا ہے کہ مسئلہ تفضیل ظنی ہے جس کی یہ حالت ہے کہ ابن حزم لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول ہے کہ حضرت ابوہریرہ حضرت جعفر ابن ابیطالب کو آنحضرتؐ کے بعد افضل الناس سمجھتے تھے۔ خالد ابن الحذا[۲] عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ نے ابوہریرہ سے سنا

[۱] تکمیل الایمان صفہ۷۰ [۲] یہ اموی یزیدی موالی یزید بن ابی سفیان سے تھے ان کا تفصیلی حال تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد۳ صفہ۳۴۱ میں ہے جس سے انکا ثقہ وصدوق ومعتبر ومستند ہونا معلوم ہوتا ہے۔

وہ کہتے تھے کہ میں نے آنحضرت کے بعد کسی کو جعفر ابن ابی طالب سے افضل نہیں پایا۔ اس حدیث کو ترمذی و نسائی نے روایت کیا اسکے اسناد حسن ہیں یہہ واقعہ اصابہ جلد اصفہ ۲۲۸ و استیعاب جلد اصفہ ۸۲ میں بھی موجود ہے

حضرت عثمان حضرت زبیر ابن العوام کو تمام سب پر فضیلت دیتے تھے۔ اصابہ جلد ۳ صفہ ۵ میں حضرت عثمان کا قول حضرت زبیر کے متعلق یوں مرقوم ہے کہ

انہ لخیرھم واحبھم الی رسول اللہ — یہہ زبیر ان لوگوں میں بہتر اور محبوب تر آنحضرت کے

رواہ احمد والبخاری فی الصحیح — نزدیک ہیں اسکو امام احمد اور بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا

اس کے متعلق ابن حجر عسقلانی فتح الباری پارہ ۱۴ صفہ ۳۹ میں لکھتے ہیں کہ داؤدی کا قول ہے کہ خیرۃ سے مراد حسن خلق ہے۔ اگر یہ ظاہر الفاظ پر محمول کیا جائے تو اس میں قول حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ

ثم نترک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ — پھر ہم اصحاب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو ترک کرتے ہیں اور

وسلم لا نفاضل بینھم — ان میں آپس میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے ہیں

نہیں وارد ہوگا۔ کیونکہ یہہ کل صحابہ کے لیئے ہے بعضوں نے بعض کو تفضیل دی ہے جیسے حضرت عثمان نے حضرت زبیر کو فضیلت دی۔ اگر حضرت ابن عمر کے قول سے تقیید زمان آنحضرت سمجھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اصابہ و استیعاب جلد اصفہ ۲۰۵ و اسد الغابہ جلد ۲ صفہ ۱۹۸ میں ہے کہ حسان ابن ثابت نے بھی حضرت زبیر کو تمام سب پر فضیلت دی۔ جس طرح حضرت ابوہریرہ نے جعفر ابن ابیطالب کو تفضیل دی۔ استیعاب جلد اصفہ ۲۰۸ میں بروایت محمد ابن بشار مرقوم ہے کہ ابو اسحاق سبیعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں جس میں بیس سے زیادہ صحابہ تھے پوچھا کہ آنحضرت کے نزدیک سب سے بزرگ کون تھا سب نے کہا علی ابن ابیطالب اور زبیر ابن العوام۔ فتح الباری پارہ ۵ صفہ ۴۱۶ میں ہے کہ تاریخ بخاری و مسند ابو یعلی میں بطریق ابن اسحاق حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ انصار میں تین شخص تھے جن کو علاوہ کسی ایک پر بھی فضل کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا وہ تینوں بنی عبد الاشہل میں سے تھے سعد ابن معاذ اسید ابن حضیر عباد ابن بشر۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی بھی فضل میں انکا ہم پلہ نہ تھا۔ اسد الغابہ جلد اصفہ ۹۲ ۵ لہ

لہ ۵ اصابہ جلد اصفہ ۴۸ ترجمہ اسید و جلد ۳ صفہ ۸۸

میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اُسید کی تعظیم کرتے اور کسی کو اُن پر مقدم نہ کرتے۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۵ و ۴۲۶ میں ہے کہ ابن جعفر جریر طبری و ابو العباس محمد ابن اسحاق سراج بروایت عبداللہ ابن زبیر حضرت عائشہ کا قول لکھتے ہیں کہ آنحضرت کے بعد مسلمانوں میں کوئی سعد ابن معاذ و اُسید ابن حُضیر و عُبّاد ابن بشر سے افضل نہ تھا۔ مسند امام احمد[۱] و اصابہ[۲] سے حضرت ام سلمہ کا قول وقت تزویج آنحضرت بعد انتقال ابوسلمہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابوسلمہ کو بہتر سمجھتی تھیں اُن کا قول کہ ومن خیر من ابی سلمۃ یعنی ابوسلمہ سے بہتر اور کون ہے اسی امر پر دال ہے۔ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں عبداللہ ابن مسعود کے حال میں لکھتے ہیں کہ اُن کے شاگرد مسروق و تمیم و ابراہیم نخعی کسی صحابی کو اُن پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ حافظ عسقلانی اصابہ میں لکھتے ہیں کہ تمیم ابن حزام سے مروی ہے کہ میں اصحاب آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن میں نے کسی کو ابن مسعود سے زیادہ زاہد و صالح نہیں پایا۔ اس حدیث کو علامہ بغوی نے بھی معجم میں روایت کیا[۳]۔ طبرانی معجم اوسط میں بسند صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کسی کو فاطمہ سے افضل علاوہ اُن کے باپ کے نہیں پایا یہ روایت زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ میں بھی موجود ہے۔ حاکم مستدرک میں اور بغوی معجم کبیر میں سعید ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس اس اُمت کے بہترین شخصوں میں سے ہیں آنحضرتؐ کے وارث اور چچا ہیں۔ حافظ ذہبی کا قول ہے کہ اس کی سندیں صحیح ہیں یہ روایت زرقانی جلد ۳ صفحہ ۳۸۲ میں بھی موجود ہے استیعاب جلد ا صفحہ ۱۹۵ میں ہے کہ مالک ابن انس کا قول ہے کہ مدینہ میں حضرت عمر کے بعد ہمارے نزدیک امام الناس زید ابن ثابت تھے اُن کے بعد عبداللہ ابن عمر۔ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۶ و اُسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۶ میں ہے کہ حضرت عمر جب اُسامہ کو دیکھتے تو عبداللہ ابن عمر سے فرماتے کہ اے ابن عمر یہ تجھ سے اور تیرے باپ سے زیادہ آنحضرتؐ کے حضور میں محبوب تھے۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۵۶۷ و اُسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ میں ہے کہ حضرت عمر سالم مولے خدیفہ کی بہت تعریف کرتے تھے ایسا کہ اپنی وفات کے وقت فرمایا تھا کہ اگر

---

[۱] مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۳۱۳ و صفحہ ۳۱۷ احادیث ام سلمہ [۲] اصابہ جلد ۴ صفحہ ۴۲۵ [۳] اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۳۰

سالم زندہ ہوتے تو میں مجلس شورٰے نہ کرتا۔ اصابہ جلد ا صفہ ۱۶ میں ہے کہ حضرت عمر اُبَیّ ابن کعب کو سید المسلمین فرماتے تھے۔ اسی طرح کے اور بہت سے ارشادات ہیں جن سے تفاضل ما بین اصحاب نبی ثابت ہوتا ہے

جناب علی مرتضیٰ کی فضیلت کا ثبوت احادیث صحیحہ و آثار صحابہ سے ملتا ہے سب سے قطع نظر کرکے حدیث منزلت

انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی — تم میرے لئے بمنزلہ ہارون کے ہو جو موسٰی کے لئے تھے

جو ائمہ حدیث کے نزدیک اثبت الاخبار اصح الاسناد خبر متواتر متفق علیہ ہے جس کی شرح امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت علی کی فضیلت کا اثبات بلا تعرض دیگر صحابہ پر ہوتا ہے اور اس سے اُن کی خلافت پر استدلال نہیں ہو سکتا (جلد ۲ شرح صحیح مسلم صفہ ۲۷۸)

خطیب تاریخ بغداد میں طریف ابن عبد اللہ موصلی کے حال میں لکھتے ہیں کہ حکیم بن جُبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور اونھوں نے ابو جحیفہ وہب ابن الخیر سے سُنا کہ آپکے جد حضرت علی نے برسر منبر ارشاد فرمایا کہ بعد آنحضرتؐ کے اس اُمت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں جناب امام نے ارشاد فرمایا کہ ہم سے سعید ابن المسیب نے بیان کیا کہ آنحضرت نے فرمایا اے علی تم میرے لئے ویسے ہو جیسے ہارون موسٰی کیلئے تھے۔ یہہ کہہ کر امام نے فرمایا کہ مومن ہمیشہ اپنی کسر نفسی کیا کرتا ہے (جلد ۹ صفہ ۳۶۵)

صحابہ میں سے حضرت عباس کا قائل تفضیل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حافظ خطیب تاریخ بغداد میں قاضی شریک کے حال میں لکھتے ہیں کہ یہہ ایک مرتبہ مہدی عباسی کے پاس گئے۔ مہدی نے اِن سے پوچھا کہ تم علی کے حق میں کیا کہتے ہو۔ اونھوں نے کہا جو تمہارے اجداد حضرت عباس اور عبد اللہ ابن عباس اون کے حق میں کہتے تھے وہی میں بھی کہتا ہوں پوچھا وہ کیا کہتے تھے کہا کہ حضرت عباس کا ہمیشہ یہی اعتقاد رہا کہ علی تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ وہ یہہ دیکھتے تھے کہ اکابر مہاجرین کو عبادات میں جو مشکلیں پیش آتی تھیں وہ حضرت علی ہی سے حل کرتے تھے۔ اور عبد اللہ ابن عباس تمام لڑائیوں میں حضرت علی کے تابع اور اُن کی فوج کے سردار رہے اگر اُن کی امامت جابرانہ سمجھتے تو سب سے پہلے وہی اُن کی شرکت سے کنارہ کش ہو جاتے۔ مہدی یہہ سنکر خاموش ہو گئے (جلد ۹ صفہ ۲۹۲)

حدیث سے فضیلت

عبد اللہ ابن عباس کے متعلق استیعاب میں ہے کہ حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ تم یہہ کہتے ہو کہ تمہارے دوست علی خلق سے بہتر ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہاں میں یہہ بوجہ سابقیت و علم و قرابت و صہریت کے کہتا ہوں (جلد ۲ صفحہ ۴۸۰)

فتح الباری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کی تفضیل کے قائل صحابہ میں سے عبد اللہ ابن مسعود بھی تھے جیسا کہ اُن سے بسند صحیح مروی ہے ان علیا افضلهم یعنی حضرت علی اُن میں افضل ہیں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی موید وہ حدیث ہے جو بزّار نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہم کہا کرتے تھے اہل مدینہ میں افضل علی ابن ابیطالب ہیں۔ اس کے رجال موثق ہیں پھر ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ امر بھی محمول ہے کہ حضرت ابن مسعود نے اس کو بعد شہادت حضرت عمرؓ فرمایا ہو (فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۷۹)

جیسا کہ محب طبری ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ میں بہ روایت امام احمد ابن حنبل رح کتاب المناقب میں لکھتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر بھی حضرت علی کی فضیلت کے قائل تھے۔ ابن حجر فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۵۹ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر والی یہہ حدیث ہے۔

کنا نخیر[1] فی زمان رسول اللہ ابا بکر	ہم آنحضرت کے زمانہ میں سب سے اچھا ابوبکر کو جانتے تھے
ثم عمر ثم عثمان ثم نترك الخ	پھر حضرت عمر کو پھر حضرت عثمان کو پھر اس ذکر کو ترک کرتے

اس حدیث میں محدثین نے سخت اضطراب ظاہر کیا ہے اور اُس کی مختلف تاویلیں کی ہیں

سب سے بہتر تاویل وہ ہے جو ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۵ صفحہ ۵۲۶ میں لکھی ہے کہ نترك سے یہہ مراد ہے کہ اہل بدر و اُحد و بیعت الرضوان تمام صحابہ سے افضل ہیں

[1] مولوی وحید الزماں خاں المخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر تیسیر الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت نکالنا قطعی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ایک صحابی کا خیال ہے اور اعتقادیات میں خبر واحد مرفوع بھی کافی نہیں سمجھی جاتی تو خبر موقوف وہ بھی ایک اجتہادی رائے کیونکر کافی ہوگی علاوہ اس کے جن لوگوں نے اس اثر سے دلیل لی ہے انھوں نے خود اس کے خلاف کیا ہے۔ یعنی اُن میں سے بعضوں نے حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دی ہے اسکے سوا عبد الرزاق نے اس اثر کو پورا نکالا اُس میں یہ ہے کہ کسی نے ابن عمر سے پوچھا پھر علی کدھر گئے انھوں نے کہا علی تو اہلبیت میں ہیں ہمارا مطلب اُن صحابہ سے تھا جو اہلبیت میں داخل نہیں ہیں ۱۲ پارہ ۱۴ صفحہ ۳۰

اور یہہ تفاضل مابین اصحاب ہے نہ کہ اہلبیت اُن کا حکم ان سب سے مغائر ہے۔ محب طبری ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق بعض طرق سے یوں مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ اور علی ابن عمر نے فرمایا کہ علی اہلبیت سے ہیں اُن پر اور کسی کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ علی ابن نعیم بصری کہتے ہیں کہ ابن عمر کے سکوت سے نفی فضیلت نہیں اگر اُس شخص کے دریافت کرنے پر بھی سکوت اختیار کرتے تو ممکن بھی تھا۔ علاوہ اس کے افضل الناس من اصحابہ ہے نہ کہ من اہلبیت۔ اس کو علامۂ ابراہیم شافعی نے الاکتفار[له] فی فضیلۃ اربعۃ الخلفا میں بھی لکھا ہے اور مودۃ اہلبیت القربےٰ میں مرفوعاً حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ خیرہا لکھ علی ابن ابی طالب۔ بہترین مردوں میں علی ابن ابیطالب ہیں۔

علامۂ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ۔ ابو ذر غفاریؓ مقداد ابن الاسودؓ۔ عمار ابن یاسرؓ۔ خباب ابن الارتؓ۔ حذیفہ ابن الیمانؓ۔ ابوسعید خدریؓ۔ زید ابن ارقمؓ بھی فضیلت کے قائل تھے۔ اِن سب کا ارشاد ہے کہ حضرت علیؑ وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے اُن پر دوسروں کو فضیلت نہیں (جلد ۲ صفحہ ۴۷۰)

ابوالطفیل عامر ابن واثلہ ابن الاسقع کے متعلق بھی علامۂ ابن عبدالبر استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ میں لکھتے کہ یہہ حضرت علی کی فضیلت کے قائل تھے شیخین کی مدح و ثنا کرتے۔ حضرت عثمان کی بھی ہمدردی کیا کرتے۔

حضرت عائشہ کے ارشاد سے اُن کا خود بھی یہی خیال معلوم ہوتا ہے جب لوگوں نے اُن سے حضرت علی کے متعلق پوچھا تو اونہوں نے فرمایا کہ وہ بہترین خلق سے ہیں ینابیع المودۃ میں ہے کہ امام احمد کتاب المناقب میں بروایت عقبہ بن سعد العوفی لکھتے ہیں کہ حضرت جابر سے جب میں نے حضرت علی کے بارہ میں پوچھا تو اونہوں نے فرمایا کہ یہہ خیر البشر تھے (مودۃ ثالثہ صفحہ ۲۴۶ ینابیع المودۃ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۳)

له ملاحظہ ہو قول المستحسن صفحہ ۴۳۱

اِن امور سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتقادِ تفضیل بہت سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں موجود تھا چونکہ خیر القرون میں ایسا اعتقاد پایا جاتا تھا لہٰذا اس کو بدعت قرار دینا خود بدعت ٹھہریگا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔ منقول ہے کہ خود آپنے حضرت فاطمہؓ سے بعد نکاح فرمادیا تھا کہ میں نے تمہارا نکاح اپنے خاندان میں سب سے افضل ترشخص سے کیا ہے۔ اس واقعہ کو علامہ شبلی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی کے جلد اول صفحہ ۲۶۸ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ کے نکاح کے بیان میں طبقات ابن سعد سے لیکر لکھا ہے جس سے حضرت علی کا خاندان رسول میں افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اور خاندان رسول یعنی بنی ہاشم کا تمام قبائل عرب سے افضل ہونا متعدد احادیث مرویہ مسلم و ترمذی وغیرہ سے ثابت ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود و بریدہ ابن الحصیب و حذیفہ ابن الیمان سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی خیر البشر ہیں جس نے انکار کیا وہ کافر ہوا۔ اس حدیث کو امام فخر الدین رازی نے اربعین میں اور ابوبکر ابن مردویہ نے مناقب میں روایت کیا۔ سید علی ہمدانی نے رسالہ مودۃ اہلبیت القربےٰ میں اس حدیث کو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ لکھا ہے رسالہ مذکورہ کتاب ینابیع المودۃ مؤلفہ شیخ سلیمان رضوی بلخی قندوری میں تمام و کمال منسلک ہے (ملاحظہ ہو از صفحہ ۲۴۲ تا صفحہ ۲۶۶)

سید علی ہمدانی[۱] مودۃ اہلبیت القربےٰ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر اپنے آباء کرام سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت سے خیر الناس کے متعلق پوچھا گیا آپنے فرمایا کہ

خیرھا واتقاھا وافضلھا واقربھا اِلیَ	بہتر اور بڑا متقی اور افضل اور جنت میں قریب ہونیوالا
الجنۃ اقربھا منی ولا اتقی ولا اقرب الی	وہ ہے کہ جو مجھ سے قریب تر ہو اور مجھ سے قریب تر اور
من علی ابن ابی طالب (مودۃ ثالثہ صفحہ ۲۴۴)	بڑا متقی علی ابن ابیطالب سے زائد کوئی نہیں۔

اب رہا یہ امر کہ تفضیل ظنی ہے اور اُسکے ظنی ہونے پر سلف نے اتفاق کر لیا ہے۔ تفضیل برتیب

---

[۱] امیر سید علی بن شہاب بن محمد الہمدانی ملقب بعلی ثانی لقب صاحب نفحات ہیں ہو کہ یہ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے انکے مصنفات بہت مشہور ہیں مرید ہیں شیخ شرف الدین محمود مزدقانی کے بھی تعلیم طریقت شیخ تقی الدین علی سے پائی انکا تفصیلی حال کفوی نے اعلام الاخیار میں لکھا ہی روائح المصطفےٰ من آثار المرتضیٰ صفحہ ۲۸۰ میں بھی انکا حال موجود ہے ۱۲ مولف

خلافت قطعی نہیں نہ علما اسکے خلاف عقیدہ رکھنے والے کو بدعتی وغیرہ کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ اس کا اثر سلف صالحین تک پہونچیگا۔ لوگوں کا یہہ قول کہ فضیلت کے ظنی سمجھنے سے اجماع کی مخالفت لازم آئیگی۔ اور جو روایتیں کہ فضیلت کے ظنی ہونے کے بارہ میں نقل ہوئیں وہ شاذ ہیں ان کی طرف چنداں توجہ نہیں کیجا سکتی۔ حضرت ابوبکر کی فضیلت پر اجماع ہوچکا ہے اور اجماع دلائل قطعیہ میں سے ہی لہذا افضلیت کو بھی قطعی سمجھنا چاہئے۔ یہہ امر راستی سے دور ہے اس لئے کہ اجماع کا دلیل قطعی ہونا تو ضرور صحیح ہے۔ لیکن اجماع کے تمام اقسام قطعی نہیں کتب اصول فقہ میں اسکی مفصل بحث موجود ہے۔ قطعی اُس کو کہتے ہیں جس میں بالکل اختلاف نہ ہو اور جسمیں اختلاف ہو اگرچہ وہ اختلاف شاذ ہی ہو وہ ظنی ہی قطعیت کے حد سے نکل جاتا ہی اگرچہ شاذ ہونے کی وجہ سے اختلاف چنداں قابل اعتماد بھی نہو لیکن اس اجماع کا درجہ قطعیت سے گھٹا رہتا ہے۔ علاوہ اس کے اگر اجماع بھی ہوا ہے تو ظن ہی پر ہوا ہے۔ صاحبان اجماع نے اس کی قطعیت پر حکم نہیں لگایا چنانچہ ہم سابقاً ابوبکر باقلانی امام الحرمین۔ امام غزالی وغیرہ کا اقوال نقل کرچکے ہیں (منقول از روض الازہر صفحہ ۳۵۲)

اُن بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ اس مسئلہ فضیلت میں بعد از اجماع نہایت امر یہہ ہے کہ اجماع سے ترتیب خلافت کا ثبوت ملتا ہے نہ فضل بر ترتیب خلافت کا۔ چنانچہ اس سے قبل ثابت ہوچکا ہی کہ سلف کا حضرت عثمان کے احق بالخلافت ہونے پر اجماع اور افضل ہونے پر اختلاف رہا ہے اس سے ثابت یہہ ہوتا ہے کہ قطعیت خلافت سے قطعیت افضلیت ہرگز لازم نہیں آتی ہے۔

طالوت ایک مومن بادشاہ خلیفۂ وقت تھا۔ حضرت داؤد و دیگر انبیا علیہم السلام اس کے عہد میں موجود تھے اور اوسکے تابع حکم تھے کیا کوئی یہہ کہہ سکتا ہے کہ طالوت اِن انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل تھا۔

یہاں پر ایک اعتراض یہہ ہوسکتا ہے کہ جب افضل کی تعظیم مفضول پر واجب ہوئی تو ہر واجب التعظیم افضل ہوگا۔ کافر و مشرک والدین بھی واجب التعظیم ہیں۔ اسلئے وہ بھی افضل مانے جائینگے۔ کافر کو افضل سمجھنا خلاف شریعت ہے جس کا جواب یہہ ہوسکتا ہے کہ کفار والدین کی تعظیم عرف شرع میں

فضل علی ترتیب الخلافت

تعظیم کہلاتی ہے اصطلاح میں اس کو بر و احسان کہتے ہیں شرع میں کفار والدین کی تعظیم جائز نہیں بلکہ اس سے برأت واجب ہے شرعی تعظیم وہی ہے جو محبت اللہ پر مبنی ہو (سر الجلیل صفحہ ۵)

خلافت و امارت میں فاضل و مفضول کی بحث فضول ہے ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی حیات میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر پر عمرو ابن العاص اور اُسامہ ابن زید کو امیر مقرر فرمایا تھا حضرت جعفر طیار پر زید ابن حارثہ کو امیر کیا ۔ مدینہ سے اپنی غیبت میں بارہا عبداللہ ابن ام مکتوم اور دیگر اصحاب کو خلیفہ کیا حالانکہ اون سے بہتر لوگ موجود تھے ۔ عمر ابن العاص ۔ اُسامہ ابن زید ۔ زید ابن حارثہ کو کسی طرح حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت جعفر طیار پر فضیلت نہیں ہوسکتی ہو جب آنحضرتؐ نے خود افضل کی موجودگی میں مفضول کو امیر و خلیفہ بنایا تو بعد میں اگر مسلمانوں نے مجتمع ہوکر ایسا کیا تو کیا حرج و نقصان ہوا ۔ یہہ سب اوس صورت میں ہے کہ جب حضرت علی اور خلفائے ثلاثہ میں سے کسی ایک کو دوسرے سے افضل ماننا ضروری سمجھا جائے ۔ حالانکہ یہہ خود ہی قابل غور ہے کہ ان لوگوں میں باہم افضلیت کی بحث بھی کی جاسکتی ہے یا نہیں کیونکہ کسی کو افضل جب ہی کہہ سکتے ہیں جب حیثیتیں متحد ہوں ورنہ فضل جزئی تو قابل توجہ نہیں ہوا کرتا یہاں یہہ حیثیتیں واقع ہوئی ہیں کہ دو خُسر دو داماد ۔ داماووں میں ایک بھائی جو بخیال حقوق تربیت بمنزلہ اولاد کے ہے دوسرا محض غیر ۔ جب حیثیت ہی متحد نہو تو افضلیت اور غیر افضلیت کا سوال کیونکر پیدا ہوسکتا ہے ایک کو آنحضرتؐ سے سرمایہ عنیت حاصل ہے ۔ دوسرے کو مایۂ ناز فضل معیت ہے ایک نفس نبی ہے دوسرے اعزا و احباب باہم افضلیت و مفضولیت کی گفتگو ختم کرنے کے لئے یہہ کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ میں حضرت ابوبکر سب سے افضل تھے اور اہلبیت میں حضرت علی اہلبیت میں حضرت علی کا ہونا احادیث نبوی اور ارشادات ابوبکر سے مثل روز روشن واضح و لائح ہے ۔ اہلبیت و صحابہ میں باہم تفضیل کی گفتگو بالکل بیکار ہے

جمہور کا یہہ عقیدہ کہ ترتیب فضیلت بحیثیت ترتیب خلافت ہے یہہ غالباً عوام اور جُہلا کو فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے ۔ جن کو یہہ معلوم کرکے کہ حضرت علی خلفائے ثلثہ سے افضل ہیں خلفائے ثلثہ سے بدعقیدگی پیدا ہوجاتی ہے اور یہہ معلوم کرکے کہ حضرت ابوبکر افضل ہیں اون کی

خلافت پر اطمینان ہو جاتا ہے ورنہ افضل نہ ہونے کی حالت میں وہ اون کو کسی طرح مستحق خلافت ہی نہیں سمجھتے۔

یہہ تفضیل جو مختار اہل حق ہے وہ چند اعتبارات سے ہے نہ من جمیع الوجوہ یعنی نسب و شجاعت و قوت و علم وغیرہ میں حضرت علی کو تمام سب پر فضیلت یقینی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلوی رسالہ حسن العقیدہ صفحہ۷ میں لکھتے ہیں۔

والوبکر افضل الناس بعد رسول اللہ ثم عمر[1]	اور ابو بکر بعد آنحضرت صلعم کے افضل الناس ہیں اونکے بعد عمر
ولا نعنی الافضلیۃ من جمیع الوجوہ حتی یعم	اور یہہ فضیلت من جمیع الوجوہ ہم نے مراد نہیں لی ہے جو
النسب والشجاعۃ والقوۃ والعلم وامثالہا	نسب و شجاعت و قوت و علم وغیرہ کو بھی حاوی ہو بلکہ
بل بمعنی عظم نفعہ فی الاسلام	اس سے عظیم النفع فی الاسلام مراد ہے۔

حضرت ابو بکر پر حضرت علی کی تفضیل بحیثیت جہاد سیفی و سنانی دفن قضا و کثرت روایت حدیث و ہاشمیت خصوصاً زوجیت حضرت فاطمہ قطعی و یقینی ہے۔ جس میں کچھ بھی محل انکار نہیں اور اگر تفضیل من کل الوجوہ سمجھی جائے تو شیخین میں سے کسی کو حضرت علی پر من کل الوجوہ تفضیل نہیں

[1] امام بخاری نے صحیح بخاری کے پارہ ۱۴ صفحہ " میں ایک باب این عنوان مدون کیا کہ باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ باب ہے اس بیان میں کہ آنحضرت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کو دوسرے صحابہ پر فضیلت ہے اسکی شرح میں مولوی وحید الزماں خاں المخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ تیسیر الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے جو یہہ باب بنایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی جمہور علماء کے موافق ابو بکر صدیق کو تمام صحابہ سے افضل جانتے تھے اکثر سلف کا یہی قول ہے اور خلف میں سے بھی اکثر نے یہی کہا ہے لیکن بعض محققین کا یہہ قول ہے کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی میں باہم ایک دوسرے پر من جمیع الوجوہ فضیلت دینے میں کوئی نص قطعی وارد نہیں ہے اور بغیر نص قطعی کے افضلیت من جمیع الوجوہ جو ایک اعتقادی بات ہے ثابت نہیں ہوسکتی اور ایسی افضلیت پر اجماع کے منعقد ہونے میں کلام ہے البتہ یہ صحیح ہے کہ ابو بکر صدیق کی خلافت پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا لیکن خلافت ایسی افضلیت کو مستلزم نہیں ہے اور ہمارے مشائخ میں سے شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں بہت زور سے شیخین کی افضلیت تمام صحابہ پر ثابت کی مگر سب اشارات اور کنایات سے جو اعتقادیات میں حجت نہیں ہوسکتے اور احادیث اور آیات کے اشارات متعارض ہیں مثلاً حدیث یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ اور آیت انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین اٰمنوا سے حضرت علی کی تفضیل سب پر نکلتی ہے اس طرح اس حدیث سے یا فاطمۃ انت وھذا النائم یعنی علیا وانا فی مکان واحد یوم القیامۃ اسی لئے منصف متبع سنت کا یہہ طریقہ ہونا چاہیے اور یوں کہے کہ تمام صحابہ میں آنحضرت کے بعد یہہ چاروں افضل ہیں ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی اور اون کی خلافتیں بھی اسی ترتیب سے صحیح اور حق ہیں واللہ علی ما نقول شہید ۱۲

حاصل ہوسکتی۔

اب رہی تفضیل بحیثیت خلافت رسول جس کی قائل حضرت امام احمد بن حنبل بہ ایں الفاظ ہیں جیسا کہ محب طبری ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ میں لکھتے ہیں کہ

وعن احمد بن حنبل و قد سئل عن تفضیل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر خیر الناس بعد رسول اللہ ثم عمر ثم عثمان ثم علی ابن ابی طالب فی الخلافۃ	اور مروی ہے احمد بن حنبل سے کہ اُن سے اصحاب رسول اللہ کی تفضیل کے متعلق پوچھا گیا اُنھوں نے کہا خلافت میں بعد آنحضرت کے بہترین خلق ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی بن ابیطالب

تو درحقیقت خلافت رسول خود ہی ایک خاص فضیلت وشرف ضرور ہے جو باعث عطاے اعزاز واکرام بیحد سمجھا جاسکتا ہے۔ یہہ منصب خلافت بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغرض تکمیل نظام عالم خلفائے راشدین کے سپرد ہوا جو حضرت امام حسن علیہ السلام پر ختم ہوگیا پھر خالص حکومت دنیا رہگئی۔

خلافت نہ تو منصوص من اللہ تھی نہ مستلزم فضیلت کلی کیونکہ استحقاق من حیث النبوت تو کسی کو جب ہوتا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت نہ بند ہوئی ہوتی۔ خلفائے راشدین جامع ظاہر وباطن تھے ان میں سے ہر ایک ہدایت واصلاح ظاہر کرسکتا تھا۔ نسبتاً ایک سے دوسرے کو تفوق اور تفضیل حاصل ہونا امر آخر ہے۔ ابقاے ملت۔ اصلاح امت۔ نظام شرائع۔ اقامت اوامر ونواہی میں تبلیغ وتوسیع اسلام کا استحقاق چاروں خلفا کو برابر تھا اس میں تقدیم وتاخیر سے کسی کی تنقیص لازم نہیں آتی۔ ان امور میں درحقیقت حضرات شیخین کامیاب ہوئے اگر چاروں خلافتوں کا موازنہ کیا جاے تو جو کام ابقاے ملت واصلاح امت کا حضرت ابوبکر نے اپنے مختصر دو سالہ عہد میں کیا وہ کسی سے باوجود درازی عہود نہ ہوسکا اور جو توسیع فتوحات واشاعت اسلام حضرت عمر نے کی وہ اور کسی کو نصیب نہ ہوئی جمع واشاعت آیات قرآنی میں حضرت عثمان کا کوئی نظیر نہ ہوسکا اور جو باطنی اصلاح۔ تصفیۂ قلوب۔ تزکیۂ نفس۔ تعلیم زہد واتقاد

ترک مکروہات دنیا حضرت علی نے کیے اس امر میں اُن کا کوئی ہم پلہ نہوا خلاصہ کلام یہہ کہ محققین اہلسنت کے نزدیک فضیلت کی اصلیت خدا ہی کو معلوم ہے کسی کو اس پر پوری اطلاع نہیں ملی خلفائے اربعہ کے مناقب میں حدیثیں وارد ہیں اور باہم متعارض ہیں سلف کا افضلیت کے بارہ میں اختلاف بھی ہے اس بات پر قطعی اجماع نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون افضل داعلیٰ ہے۔ زیادہ تر افضلیت سے اکثریت ثواب مراد لیا جاتا ہے جس کا ثبوت صرف مخبر صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مل سکتا ہے۔ احادیث میں تعارض واقع ہے۔ جب تعارض واقع ہو تو جانب اولیٰ کو ترجیح دینا چاہیئے اور احادیث قوی وضعیف کو خیال رکھنا چاہیئے۔

ایک کو افضل سمجھنے والا دوسرے کے افضل سمجھنے والے کو گمراہ اور بیدین نہیں سمجھ سکتا۔ ہر شخص اس امر میں آزاد خیال ہے اس بارہ میں کسی پر کوئی پابندی منصوص من اللہ و ماموز من الرسول عائد نہیں ہوتی۔ خود حضرت علی کا ارشاد اس بارہ میں ہے کہ مجھکو ابو بکر و عمر پر فضیلت[ل] نہ دو یا آنحضرتؐ کے بعد ابو بکر افضل ہیں یہہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ مجھ یونسؑ ابن متی پر فضیلت نہ دو۔ حالانکہ آنحضرتؐ کی تفضیل حضرت یونس بن متی کیا تمام انبیا علیہم السلام پر ثابت ہے۔ یہہ ارشاد آپ کا بجز انکسار کے جو خاصۂ نبوت ہے اور کس چیز پر محمول کیا جا سکتا ہے

[ل] مولوی وحید الزماں خاں شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کے اس قول سے اُن لوگوں نے دلیل لی ہے جو حضرت ابو بکر صدیق کو آنحضرت کے بعد سب سے افضل کہتے ہیں پھر اُنکے بعد حضرت عمر کو جیسے جمہور اہلسنت کا قول ہے عبدالرزاق محدث فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے خود شیخین کو اپنے اوپر فضیلت دی لہذا میں بھی فضیلت دیتا ہوں ورنہ کبھی فضیلت نہ دیتا دوسری روایت میں حضرت علی سے منقول ہے کہ جو کوئی مجھکو شیخین کے اوپر فضیلت دے میں اوس کو مفتری کی حد لگاؤنگا مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت علی نے یہہ کسر نفسی اور تواضع سے فرمایا کیا کوئی آدمی خود اپنی فضیلت بیان کرتا ہے اسکی مثال حدیث میں موجود ہے آنحضرت نے یہ فرمایا مجھکو یونس بن متے پیغمبر سے افضل نہ کہو دوسری حدیث میں ہے کہ پیغمبروں کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو باوجودیکہ ہمارے پیغمبر صاحب سب پیغمبروں سے افضل ہیں تو حضرت یونس سے بطریق اولیٰ افضل ہونگے اسکے علاوہ حضرت علی کا قول بھی ایک حدیث موقوف ہے اوس سے اعتقادی مسئلہ ثابت ہونا مشکل ہے خصوصاً ایسے حال میں جب یہہ معاملہ اونہیں کی ذات سے متعلق ہو اور کسر نفسی جو لازمۂ انسانیت ہے اوس میں محتمل بلکہ یقینی ہو اور دلیل اوسکی خود ایسی روایت ہو جو ہی کیونکہ جمہور اہلسنت کے نزدیک شیخین کے بعد یا حضرت عثمان یا حضرت علی باقی صحابہ سے افضل ہیں حالانکہ اس میں یہہ مذکور ہے کہ حضرت علی عوام مسلمانوں کے مثل ہیں پس واجب ہوا اوس کا پھیرنا ظاہر سے اور جب تاویل کی گنجایش نکل آئی تو شیخین کے متعلق جو مضمون ہے اوس میں بھی تاویل ہو سکتی ہے اب رہا وہ اثر حضرت علی کا کہ جو مجھکو شیخین پر فضیلت دیگا میں اوسکو مفتری کی حد لگاؤنگا یہہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم اسکے قائل نہیں ہیں کہ حضرت علی شیخین سے افضل تھے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مسئلہ تفضیل حل نہیں ہوا اور دلائل متعارض ہیں لہذا اسمیں سکوت بہتر ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اوسکے نزدیک افضل ہے اگر شارع سے کوئی نص صاف وصریح آجاتا تو اور بات تھی ۱۲ پارہ ۱۴ صفحہ ۹

ایسا ہی حضرت علی کے ارشاد کو بھی سمجھنا چاہیئے۔ علاوہ بریں حضرات شیخین نے بھی تو اپنے اوپر حضرت علی کو فضیلت دی ہے۔

مسئلہ فضیلت کے متعلق جو بحث ہم نے اوپر درج کی ہے اوس سے ناظرین کو اس کے متعلق اسلاف کے اقوال و عقائد صحابہ و تابعین کے ارشادات و احادیث نبوی کا علم ہوگیا ہوگا۔ اب ہم ناظرین کے سامنے حضرت علی مرتضی کے فضائل حمیدہ و خصائل پسندیدہ کا ایک تفصیلی تذکرہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ناظرین خود اس امر کا اندازہ کرلیں کہ حضرت علی کی فضیلت من جمیع الوجوہ روز روشن کی طرح واضح ہے اور کسی دلیل و حجت کی محتاج نہیں۔ نہ خلفائے ثلثہ کے فضائل ترتیبی کو اوس سے کوئی تعارض ہے۔

افضلیت بہ اعتبار اقسام تین قسموں پر منحصر ہے۔ فضیلت نفسی۔ فضیلت حسبی۔ فضیلت خارجی مگر قبل اسکے کہ ہم فضائل نفسی و حسبی و خارجی کو تفصیل وار لکھیں اور خصائص و اسباب کثرت ثواب کو لکھ کر افضلیت کو ثابت کریں ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ناظرین کے سامنے تمہید کے طریقہ سے حسب ذیل امور بھی پیش کردیں (۱) احادیث مناقب کے متعلق محدثین کی رائے (۲) حضرت علی کے ذکر کا داخل عبادت ہونا (۳) اکتساب فضائل (۴) آپکا جامع مدارج فضل ہونا (۵) آپ کے فضائل و مناقب کا بیشمار ہونا (۶) فضائل میں سبقت (۷) مخصوص فضائل۔

احادیث مناقب کے متعلق محدثین کی رائے	طبری ریاض النضرۃ[1] و زرقانی شرح مواہب[2] و ینابیع المودۃ[3] و روائح المصطفیٰ[4] و مناقب مرتضوی[5] و صواعق محرقہ[6] و استیعاب[7] و مستدرک للحاکم[8] و تفسیر ثعلبی

[1] جلد ۲ باب ۴ فصل ۹ صفحہ ۲۱۳ [2] زرقانی شرح مواہب جلد ۳ صفحہ ۳۱۶ [3] باب ۵۹ صفحہ ۲۷۹ [4] فصل فی الاحادیث صفحہ ۱ [5] اس کے مصنف میر صالح کشفی ہیں انکے متعلق روائح المصطفیٰ صفحہ ۳۷۹ میں ہے کہ یہہ صاحب انوار جلیلہ مدارج عالیہ جامع علوم دینی و دنیوی تھے انکے خوارق و کرامات مشہور ہیں سلسلہ قادریہ میں انکو شاہ نعمت اللہ سے بیعت تھی دیگر سلاسل کی اجازت بھی اونہیں سے حاصل تھی حالت ذوق میں یہہ اشعار خوب کہتے انکا دیوان بھی تھا انھوں نے ۱۰۶۱ھ میں انتقال کیا انکی کتاب مناقب مرتضوی غیر مطبوع موجود ہے ۱۲ مؤلف [6] فصل ثانی صفحہ ۷۴ [7] جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ [8] جلد ۳ صفحہ ۱۰۴

میں ہے کہ امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے حضرت علی مرتضیٰ کے برابر کسی کے فضائل وارد نہیں ہوئے سند جید کے ساتھ۔ قاضی اسمٰعیل بن اسحاق۔ اور ابو علی نیشاپوری کا بھی یہی قول ہے۔ امام نسائی کا قول ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی شان میں حضرت علی سے زائد حدیثیں جید اسانید کے ساتھ روایت نہیں ہوئیں۔

عبداللہ ابن قتیبہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھتے ہیں کہ ہمدان کا ایک باشندہ برد نامی کسی کام سے معاویہ کے پاس گیا اوس نے سنا کہ عمرو ابن العاص حضرت علی کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ برد کہنے لگا اے عمرو ہمارے بزرگوں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں علی بھی اوسکے مولا ہیں آیا یہہ بات سچ ہے یا جھوٹ۔ عمرو ابن العاص نے کہا کہ میں تم کو اس سے بھی بڑھکر بات سناؤں کہ آنحضرتؐ کے کسی صحابی کے اتنے مناقب نہیں ہیں جتنے کہ علیؑ کے مناقب ہیں۔ مگر کیا کریں مجبور ہیں وہ حضرت عثمان کے قتل میں شریک ہوئے[۵] (جلد ا صفحہ ۹۲)

قبل امارت مصر و دوستی معاویہ عمرو ابن العاص کے خیالات اچھے تھے۔ معاویہ نے جب حضرت علی سے جنگ کرنا چاہی تو اپنے بھائی عتبہ ابن ابی سفیان کی مشورہ سے عمرو ابن العاص کو لالچ دیکر اپنی طرف ملا لیا۔ یہہ امر اوس خط وکتابت سے جو معاویہ و عمرو ابن العاص میں ہوئی اور جس میں معاویہ نے حضرت علی پر بھی الزام لگایا اور اُن سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور عمرو ابن العاص کو مصر کا لالچ دیکر ملانا چاہا۔ جس کے جواب میں عمرو ابن العاص نے حضرت علی کی برارت بھی ظاہر کی اور حضرت علی کے مناقب میں حدیث منزلت۔ حدیث ثقلین۔ حدیث طیر حدیث مدینۃ العلم و آیت تطہیر کو لکھا بخوبی ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو مناقب خوارزمی کے سولہویں

---

[۵] عمرو ابن العاص کا یہ فقرہ کہاں تک صحیح ہے اسکا اندازہ کتاب ہذا کے جلد اول احسن الانتخاب کے مطالعہ سے بالتفصیل ہو سکتا ہے۔ معاویہ ابن ابی سفیان و عمرو ابن العاص نے حضرت علی پر یہہ بہتان باندھا اسکے ذریعہ سے لوگوں کے قلوب کو برانگیختہ کیا اور حضرت علی سے لڑائی ٹھان لی اور اُن کی امارت و خلافت کو اسطرح سے درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ برد نے چونکہ برا کہنے پر ٹوکا تھا اور حدیث پیش کی تھی لہذا اوس کے جواب میں اونھوں نے یہہ غلط الزام لگا دیا۔ تاکہ وہ یعنی معاویہ و عمرو ابن العاص جو بدگوئی کر چکے ہیں۔ جائز ہو جائے ۱۲ مولف

باب کی تیسری فصل صفحہ ۱۲۴ ۔ اخطب خوارزم مصنف مناقب خوارزمی و مناقب امام اعظم مستند فضلائے زمانہ سے تھے جیساکہ ذہبی وسیوطی وابن حجر مکی وسمہودی وکفوی وابن الصباغ مالکی وغیرہم کی تحریرات سے واضح ہے۔

حضرت علی کے ذکر کا داخل عبادت ہونا حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے تمام بھائیوں سے بہتر علی ہیں اور تمام چچاؤں میں بہتر حمزہ ہیں اور علی کا ذکر عبادت ہے (فردوس الاخبار دیلمی وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ علی کا ذکر عبادت ہے (دیلمی)

اکتساب فضائل حضرت علی کے مثل کسی نے اکتساب فضائل نہیں کیا۔ حضرت عمر کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کسی نے علی کے مثل فضائل حاصل نہیں کئے وہ اپنے دوست کو ہدایت کا راستہ دکھلاتے ہیں اور اوسکو برائی سے بچاتے ہیں (ریاض النضرہ جلد ۲ باب ۴ فصل ۹ صفحہ ۲۱۴)

آپکا جامع مدارج فضل ہونا مدارج فضل کے متعین کرنے میں اگرچہ لوگوں نے بہت کچھ طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں جن مدارج کا ذکر کیا ہے درحقیقت وہی مدارج فضل ہیں۔ انسانی قیاس سے ایسے مدارج کا مقرر کرنا صرف ایک امر اعتباری ہے آیت کلام اللہ

اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين ۔ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے نعمتیں بخشیں وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین سے ہیں۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً مدارج فضل چار ہیں مرتبہ انبیا، مرتبہ صدیقین۔ مرتبہ شہداء۔ مرتبہ صالحین اس امر پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں صدیقین۔ شہداء۔ صالحین انبیا سے مغائر ہیں۔ لیکن ان صفات ثلثہ میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان تینوں اوصاف سے موصوف واحد مراد ہے۔ ....

..........اور بعض کے نزدیک ہر صفت سے جداگانہ موصوف مراد ہے۔ یعنی صدیقین اور ہیں شہدا اور ہیں۔ صالحین اور۔ حضرت علی کی ذات مستجمع الصفات میں بجز منصب نبوت

یہہ تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔

(۱) صدیق یعنی جس میں صدق غالب ہو۔ صدق صفات فاضلہ میں سے ایک ممتاز صفت ہے کیونکہ ایمان کی تکمیل تصدیق بالقلب کے سوا نہیں ہوسکتی۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ صدیق وہ ہے جو تمام امور دین کی تصدیق کرے اور کسی امر میں شک نہ کرے چنانچہ آیت

والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون۔	جو لوگ اللہ کے اور اوسکے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہ صدیقین میں سے ہیں۔

سے یہی معنی ثابت ہوتے ہیں۔ مفسرین نے صدیقین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضل اصحاب مراد لئے ہیں۔ بعض کے نزدیک صدیق وہ ہے جو اسلام لانے میں سب پر سبقت رکھتا ہو اور سب سے پہلے رسول کی تصدیق کرے[۱]۔ حضرت علی مرتضیٰ کیا بوجہ سبقت اسلام اور کیا بہ اعتبار تصدیق امور دین سرگروہ صدیقین تھے۔ موفق ابن احمد خوارزمی و حافظ ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء و حموینی و حافظ ابوبکر ابن مردویہ مناقب میں اور سبط ابن الجوزی تذکرۂ خواص الامہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت

یاایہاالذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

میں حضرت علی کی معیت مراد ہے اسی لئے وہ سید الصادقین ہوئے (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۱۹) محب طبری ریاض النضرۃ میں بروایت حاکمی حضرت ابوذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم وہ شخص ہو کہ جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی (جلد ۲ صفحہ ۱۵۷) امام احمد مناقب میں امام نسائی خصائص میں حاکم مستدرک میں اور حافظ ابوزید عثمان ابن ابی شیبہ اور ابن عاصم سنن میں اور حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں اور عقیلی عباد ابن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی فرماتے تھے میں خدا کا بندہ

---

[۱] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۵

اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں میں صدیق اکبر ہوں میرے سوا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا[۱] صواعق محرقہ میں ہے کہ ابن النجار ابن عباس سے اور ابونعیم ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا صدیق تین ہیں۔ حبیب نجار حوارین حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والے۔ حزقیل آل فرعون میں حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے اور علی ابن ابی طالب جو اُن سب سے افضل ہیں۔

(۲) شہید۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شہید اور شاہد کے معنی ایک ہیں یعنی رسالت پر شہادت دینے والا۔ بعض کہتے ہیں کہ مقتول فی سبیل اللہ مراد ہے (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۶)[۲] یہ دونوں باتیں حضرت علی میں پائی جاتی ہیں (۱) شہید بمعنی شاہد۔ ابن مردویہ اور فقیہ ابن المغازلی و ابن ابی حاتم و ابن عساکر و سیوطی درمنثور میں اور ثعلبی اپنی تفسیر میں اور واحدی و ابن جریر طبری و ابن المنذر و ابوالشیخ و صاحب تفسیر معالم التنزیل بروایت عباد ابن عبداللہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے ممبر پر فرمایا کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کے حق میں ایک یا دو آیتیں نازل نہ ہوئی ہوں۔ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کی شان میں کونسی آیت نازل ہوئی آپ نے غصہ سے فرمایا اگر تو نے سب کے سامنے نہ دریافت کیا ہوتا تو میں ہرگز نہ بتاتا کیا تو نے سورۂ ہود نہیں پڑھی افمن کان علیٰ بیّنۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ آیا وہ شخص جو اپنے رب کے یہاں سے دلیل روشن پر ہے اور اُسی کے قریب ایک گواہ اُسی طرف سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو علیٰ بیّنۃ من ربہ ہیں اور یتلوہ شاھد منہ میں ہوں تفسیر ثعلبی میں بروایت حضرت ابن عباس ایسا ہی مروی ہے (۲) شہید بمعنی مقتول فی سبیل اللہ ابویعلیٰ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ آپ نے حضرت علی کو گلے سے لگا کر فرمایا کہ بابی الوحید الشہید یعنی میرا باپ قربان یہ اکیلا شہید ہونے والا ہے حضرت علی کی شہادت کے متعلق آنحضرت نے بہت سی پیشینگوئیاں فرمائی تھیں جو بیان شہادت میں درج کی جاچکیں۔ ملاحظہ ہو جلد اول۔

(۳) صالح۔ جو شخص اپنے اعتقاد و اعمال میں صالح ہو اُس کو صالحین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ جہل سے فساد فی الاعتقاد ظاہر ہوتا ہے اور معصیت سے فساد فی العمل۔ حضرت علی باب مدینۂ علم و حکم تھے اس لئے فساد فی الاعتقاد و العمل سے محفوظ تھے اور آلودگی معصیت سے طاہر ہونے کی وجہ سے فساد فی العمل سے معصوم تھے

---

[۱] ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴

[۲] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۶

جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام مجید میں صالح المومنین کا لقب عطا فرمائے۔ اُس سے فساد فی الاعتقاد و فساد فی العمل کس طرح ظاہر ہوسکتا ہے۔ ابن مردویہ وابن عساکر حضرت ابن عباس سے اس آیت "ھو مولاہ وجبرئیل وصالح المومنین کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ صالح المومنین سے مراد حضرت علی ہیں[۱]

امام احمد مناقب میں حضرت ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا علی کو پانچ باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں جو دنیا و مافیہا سے زائد مجھے محبوب ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ مجھے ہرگز اس بات کا خوف نہیں کہ علی پارسا ہونے کے بعد زنا کی طرف اور ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف عود کریگا۔

آپ کے فضائل ومناقب کا بےشمار ہونا

سبط ابن الجوزی تذکرۂ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عباس سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ جناب امیر کے فضائل کس قدر زائد ہیں میرا خیال ہے کہ تین ہزار ہوں گے۔ ابن عباس نے کہا تین ہزار تو کیا تیس ہزار ہوں گے۔ پھر کہنے لگے اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی ہوجائیں اور انسان لکھنے والے اور جن حساب کرنے والے ہوں تو بھی علی کے فضائل شمار نہ کرسکیں۔ خوارزمی و محمد بن یوسف گنجی شافعی و حافظ ہمدانی مناقب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین اپنے والد حضرت امام حسین اور اپنے جد حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے میرے بھائی علی کو اس قدر فضائل عطا فرمائے ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا جو شخص اُن کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو مُقِر ہو کر لکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اور جو کوئی ان کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو لکھتا ہے تو جب تک وہ لکھتا رہتا ہے فرشتے اُس کے گناہوں کے لئے خدا سے مغفرت مانگتے رہتے ہیں اور جو کوئی اُن کی کسی ایک فضیلت کو سنتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے کان کا گناہ بخش دیتا ہے اور جو کوئی اُن کی کسی فضیلت کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی آنکھ کا گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر فرمایا علی ابن ابی طالب کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اُس کا ذکر خدا کی بندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی مومن کے ایمان کو قبول نہیں کرتا، مگر علی کی دوستی اور اُن کے دشمنوں سے بیزار ہونے کی وجہ سے۔ یہ روایت ینابیع المودۃ میں بھی ہے۔

---

[۱] روائح المصطفےٰ صفحہ ۱۲

فضائل میں سبقت نفس فضائل میں حضرت علی مرتضیٰ سے متقدمین نہ سبقت لے گئے نہ اب متاخرین ان فضائل تک پہنچ سکیں گے۔ امام احمد مسند میں نسائی سنن میں دولابی مناقب میں طبرانی معجم کبیر میں اور ابن جریر طبری و ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بعد شہادت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن نے خطبہ میں فرمایا کہ آج تم سے ایک ایسا آدمی جدا ہو گیا کہ اگلے لوگ اُس سے کسی بات میں زیادہ نہ تھے اور نہ اب پچھلے اُس تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ روایت کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۴۱۲ بروایت عاصم ابن ابی ضمرہ سنن ابن ابی شیبہ سے مرقوم ہے اس روایت میں اس قدر زائد ہے کہ آنحضرت ﷺ آپ کو جس جنگ میں روانہ کرتے تو آپ کے داہنے جانب جبرئیل اور بائیں جانب میکائیل ہوتے اور آپ بغیر فتح واپس نہ ہوتے۔

بعض مخصوص فضائل معاویہ ابن ابی سفیان نے ضرار ابن الازور اسدی سے حضرت علی کے اوصاف بیان کرنے کی فرمائش کی۔ ضرار کہنے لگے اے امیر مجھے اس سے معاف رکھو۔ معاویہ کہنے لگے کہ تمہیں اُن کے اوصاف ضرور بیان کرنا ہوں گے۔ ضرار نے کہا آپ مجھ کو مجبور کرتے ہیں تو سنیئے واللہ وہ نہایت قوی اور بلند حوصلہ تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے۔ عادلانہ فیصلہ کرتے۔ علم کا دریا اُن کے دل میں موجزن تھا۔ حکمت کا دریا اُن کی زبان سے جوش زن ہوتا وہ دنیا کی خوبیوں سے گریز کرتے۔ اندھیری رات کی وحشت سے مانوس ہوتے نہایت رونے والے اور بہت زیادہ غور و فکر کرنے والے تھے۔ حقیر لباس، موٹا اناج پسند تھا۔ ہم میں بالکل ہماری ہی طرح رہتے جب ہم سوال کرتے تو جواب دیتے جب انتظار کی درخواست کرتے تو انتظار کرتے۔ باوجودیکہ وہ ہم کو اپنے سے قریب کر لیتے اور خود بھی ہم سے قریب ہو جاتے لیکن خدا کی قسم ہم اُن کی ہیبت سے گفتگو نہ کر سکتے وہ اہل دین کی عزت کرتے، غریبوں کو اپنا مقرب بناتے۔ قوی کو اُس کے باطل میں حرص کرنے کا موقع نہ دیتے۔ اُن کے انصاف سے ضعیف ناامید نہ ہوتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اُن کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گذر چکی ہے ستارے ڈوب چکے ہیں اور وہ اپنی ریش مبارک پکڑے ہوئے اس طرح مضطرب ہیں جس طرح سانپ کا ڈسا ہوا مضطرب ہو غمگین آدمی کی طرح روتے اور کہتے کہ اے دنیا مجھ کو فریب نہ دے دوسرے کو دے تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے میں نے تجھ کو تین طلاقیں دی ہیں جن سے رجعت نہیں ہو سکتی ہے تیری عمر اور حکم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ افسوس زاد راہ کم اور سفر دور دراز درپیش ہے اور راستہ

وحشت خیز ہے۔ معاویہ یہ سن کر رونے لگے اور کہنے لگے خدا ابوالحسن پر رحم کرے بخدا وہ ایسے ہی تھے۔ اے ضرار اُن کے انتقال سے تم کو کیسا رنج ہوا ضرار کہنے لگے کہ جیسے کسی عورت کی گود میں اسکا بچہ ذبح کیا جائے۔ (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۶ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی کے فضائل ایسے مسلم تھے کہ جن کے تسلیم کر لینے پر معاویہ ایسے مخالف نے بھی اپنے کو مجبور پایا۔ ع والفضل ما شہدت بہ الاعداء فضیلت وہ ہے کہ جس کی شہادت مخالف بھی دیں۔

امام احمد مناقب میں اور علامہ محلص ذہبی سعید ابن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن عیاش ابن ربیعہ سے کہا کہ مجھ سے حضرت علی اور حضرت ابوبکر کا حال بیان کرو۔ حضرت ابوبکر معمر تھے۔ سابق الاسلام تھے۔ پھر لوگ حضرت علی کے گرویدہ کیوں تھے۔ عبداللہ ابن عیاش ابن ربیعہ کہنے لگے کہ حضرت علی میں حسب ذیل اوصاف تھے۔ نسباً عالی تھے۔ رسول اللہ سے قرابت قریبہ تھی۔ آنحضرت کے داماد تھے۔ اسلام میں اُن کو سبقت حاصل تھی۔ قرآن کا علم تھا۔ سنت میں تفقہ حاصل تھا۔ حرب میں بہادری بخشش میں جود تھا (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

امام احمد مناقب میں بروایت حضرت ابن عباس لکھتے ہیں کہ لوگوں نے اُن سے حضرت علی کے متعلق پوچھا کہ وہ کیسے تھے ابن عباس نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کی قرابت کے ساتھ اُن کا پیٹ علم و حکمت و ہیبت و شجاعت سے بھرا ہوا تھا۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

فضائل جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ فضائل تین قسم کے ہوا کرتے ہیں (۱) نفسی (۲) جسمی (۳) خارجی

فضائل نفسی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق نفس ناطقۂ انسانی سے ہوتا ہے جو اخلاق حسنہ سے بھی تعبیر کیے جاتے ہیں۔ اصل الاصول فضائل یہی ہیں اسی سے انسان درجۂ بہیمیت سے نکل کر مرتبۂ ملکوتیت پر فائز ہوتا ہے

فضائل جسمی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق انسان کے جسم سے ہوتا ہے جیسے حسن و خوبصورتی جسم کا معتدل ہونا قوت بدن وغیرہ

فضائل خارجی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق انسان کے ساتھ قدرتی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ہمجنسوں سے افضل ہو جاتا ہے۔ جیسے حسب و نسب کا کھرا پن۔ قرابت کا اعلیٰ ہونا۔ اولاد صالح ہونا۔ بیوی کا نیک ملنا۔

فضائل نفسی مشتمل بر دو (۲) قسم علمی و عملی!

بیان قسم اول فضائل علمی حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فطرتاً ذکی الطبع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی استعداد اور قابلیت اعلیٰ درجہ کی عطا کی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سر آمد انبیاء و حکما و عقلا تھی۔ حضرت علی نے سن تمیز بلکہ یوم ولادت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار عاطفت میں تربیت پائی۔ حصول علم میں اُن کی طبیعت خود ہمیشہ سے راغب تھی کبھی مثل دیگر اطفال لہو ولعب کی طرف راغب نہ ہوئے۔ آنحضرت اُن کی تعلیم و تربیت میں ہمیشہ سعی بلیغ فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت علی کو وہ علم حاصل ہوا جس سے تمام عقلا زمانہ حیران رہ گئے۔ علم میں آپ کو آنحضرت کا معجزہ سمجھنا چاہیئے۔ حضرت علی کو ہر علم میں دستگاہ تام تھی۔ یہ مرتبہ دیگر اصحاب کبار کو حاصل نہ تھا۔ آپ پانچ سال کی عمر سے آنحضرت کے حضور میں رہے۔ مصاحبت شبانروزی سفر و حضر میں حاصل رہی۔ دوسرے اصحاب اس شرف دائمی سے معذور تھے۔ کبھی ان کو حضور نبوی میں باریابی ہوتی اور کبھی نہ ہوتی برخلاف آپ کے کہ آپ ہر وقت حاضر ہو سکتے تھے اور حاضر رہتے۔ بچپن ہی سے درسگاہ نبوت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا آپ کو موقع ملا اور یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہا۔ خود حضرت علی سے مروی ہے کہ میں روزانہ صبح کو ایک خاص وقت میں معمولاً آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا یہ درجہ تقرب کا میرے سوا اور کسی کو حاصل نہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ رات دن میں آپ کو دو مرتبہ ایسا موقع حاصل ہوتا (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ا صفحہ ۷۷ وصفحہ ۸۵ وصفحہ ۸۰) غالباً یہ حاضری تخلیہ میں ہوتی۔ مکان سے مکان ملا ہوا تھا دیگر اوقات میں بلا تخلیہ ہر وقت موجود ہی رہتے تھے۔ سفر میں رفاقت کی وجہ سے بہت سے شرعی احکام سے واقف ہونے کا موقع حاصل ہوتا رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود آپ کو کلام اللہ کی تعلیم دیتے تھے اور اُس کی آیتوں کی تفسیر کرتے تھے

چند مخصوص حدیثیں بھی آپ نے قلمبند فرمائی تھیں۔ ظاہری نوشت وخواند میں آپ کو پورا ملکہ حاصل تھا کاتبین وحی میں آپ کا نام بھی داخل ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ کی طرف سے جو مکاتیب و فرامین لکھے جاتے تھے ان میں بیشتر آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ صاحب استیعاب جلد ا صفحہ ۲۶ میں کاتب عہود مخصوص طور پر آپ ہی کو لکھا ہے۔

وکان الکاتب لعھودہ اذا عھد وصلحہ	آنحضرت کے عہود کے جب کہ معاہدہ کرتے یا صلح کے جب
اذا صلح علی ابن ابی طالب	کہ مصالحت کرتے علی ابن ابی طالب کاتب ہوتے۔

احادیث و سیر میں صلحنامہ حدیبیہ کا آپ کے دست مبارک سے لکھا جانا مذکور ہے۔ غرضکہ آپ ابتدا ہی سے علم و فضل کے گہوارہ میں تربیت پاکر غیر معمولی تبحر اور فضل و کمال کے مالک اور طغرائے خاص "انا مدینۃ العلم و علی بابھا سے ممتاز ہوئے۔ حدیث مدینۃ العلم سے زائد کوئی دلیل آپ کے فضل و کمال علمی کی نہیں ہو سکتی بعض علماء و محدثین مثل یحییٰ ابن معین و بخاری و ترمذی و ابن جوزی و تقی الدین ابن دقیق العید و نودی و ذہبی و جزری اس کے بے اصل و منکر و غریب و موضوع ہونے کے قائل ہوگئے تھے مگر اُن میں سے بیشتر اشخاص نے اپنے قول سے رجوع کیا۔ متاخرین نے بلا تحقیق جرح و قدح شروع کردی اس لئے ہم اولاً اس حدیث کو کما حقہ ثابت کریں گے اور اس کے بعد جو لوگ اُس کے منکر و غریب موضوع ہونے کے قائل ہوئے تھے اُنہیں کے اقوال درج کریں گے۔ جن سے ناظرین کو اس امر کا پتہ چل جائیگا کہ اس حدیث کی کیا حیثیت ہے کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است — کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

شنیدہ ام کہ تکلم نمود ہمچو مسیح — خوشا حدیث لب لعل روح پرور او

کہ من مدینۂ علمم علی درست مرا — عجب خجستہ حدیثے است من سگ در او

اثبات حدیث مدینۃ العلم

اسامی صحابۂ کرام رواۃ حدیث

(۱) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ آپ کی مرویہ روایت کو محدثین میں سے سوید ابن سعید احمد ابن حنبل۔ عباد ابن یعقوب۔ ترمذی۔ ابوبکر باغندی۔ محمد ابن مظفر بغدادی۔ ابن شاذان

ابوعبداللہ حاکم۔ ابن مردویہ۔ ابونعیم۔ ابن بشران۔ ابن المغازلی۔ احمد بن محمد عاصمی۔ ابن اثیر جزری
ابن النجار۔ سبط ابن الجوزی۔ محمد ابن یوسف گنجی۔ محب الدین طبری۔ جلال الدین سیوطی۔ نورالدین سمہودی
ابن حجر مکی۔ علی متقی۔ عبدالحق دہلوی۔ ابراہیم کردی۔ مرزا محمد بدخشانی۔ ابراہیم وصابی شیخ ابن عبداللہ
العیدروس۔ احمد مکی۔ شیخانی قادری۔ شیخ صبان مصری۔ عبدالقادر عجیلی۔ ملا مبین فرنگی محلی۔ ولی اللہ فرنگی
محلی۔ حسن علی محدث۔ نورالدین سلیمانی۔ ثناء اللہ پانی پتی۔ سلیمان بلخی نے لکھا

(۲) حضرت امام حسن علیہ السلام آپ کی روایت کو سلیمان بلخی نے بروایت ابوسعید بختری لکھا۔

(۳) حضرت امام حسین علیہ السلام۔ آپ کی روایت کو ابن مردویہ و ابن بشران و ابن المغازلی و عاصمی و
ابن النجار و سلیمان ابن ابراہیم بلخی نے نقل کیا۔

(۴) عبداللہ ابن عباس ان کی روایت کو یحییٰ ابن معین۔ ابن فہم بغدادی۔ ابوالعباس اصم۔ ابن تمیم قنطری
ابن جریر طبری۔ ابوالقاسم طبرانی۔ ابوالشیخ اصبہانی۔ حاکم نیشاپوری۔ ابن مردویہ۔ ابوبکر بیہقی۔ خطیب بغدادی
ابن عبدالبر قرطبی۔ ابن المغازلی۔ ابوعلی بیہقی۔ عاصمی۔ اخطب خوارزم۔ ابن اثیر جزری۔ محمد ابن یوسف
گنجی۔ حموی۔ مزی۔ زرندی۔ علائی۔ مجدالدین فیروزآبادی۔ شمس الدین جزری۔ عسقلانی۔ سیوطی سمہودی
علی متقی۔ وصابی۔ جمال الدین شیرازی۔ مناوی۔ علی عزیزی۔ مرزا محمد بدخشانی۔ صدر عالم۔ شاہ ولی اللہ
دہلوی۔ محمد مبین لکھنوی۔ ثناء اللہ پانی پتی۔ ولی اللہ لکھنوی۔ نورالدین سلیمانی۔ سلیمان بلخی نے لکھا۔

(۵) جابر ابن عبداللہ انصاری۔ ان کی روایت کو عبدالرزاق۔ بزار۔ طبرانی۔ قفال شاشی۔ ابن السقاء
حاکم۔ ابوالحسن شافعی۔ خطیب۔ ابومحمد غندجانی۔ ابن المغازلی۔ شیرویہ دیلمی۔ شہردار دیلمی۔ ابن عساکر
ابوعبداللہ گنجی۔ علی ہمدانی۔ شمس الدین جزری۔ عسقلانی۔ سیوطی۔ سمہودی۔ ابن حجر مکی۔ علی متقی۔ عیدروس
یمنی۔ جمال الدین شیرازی۔ مناوی۔ عزیزی۔ کردی۔ بدخشانی۔ ولی اللہ محدث دہلوی۔ صبان مصری۔
محمد مبین۔ ثناء اللہ۔ حسن علی محدث نے لکھا۔

(۶) عبداللہ ابن مسعود ان کی روایت کو سید علی ہمدانی و سلیمان بلخی نے لکھا۔

(۷) حذیفہ ابن الیمان ان کی روایت کو سلیمان بلخی نے بروایت ابن المغازلی لکھا۔

(۸) عبداللہ ابن عمر ان کی روایت کو طبرانی ۔ حاکم ۔ ابن حجر مکی ۔ عیدروس یمنی ۔ بدخشانی ۔ صبان مصری محمد مبین ۔ ثناء اللہ ۔ ولی اللہ ۔ سلیمان بلخی نے لکھا

(۹) انس ابن مالک ۔ ان کی روایت کو ہمدانی و بلخی نے لکھا۔

(۱۰) عمرو ابن العاص ۔ ان کی روایت کو ابو المؤید اخطب خوارزم نے لکھا۔

اسامی تابعین عظام رواۃ حدیث

گروہ تابعین میں سے اس حدیث کی روایت حسب ذیل حضرات نے کی

(۱) حضرت امام زین العابدین ۔ آپ کی روایت کو ابن بشران ۔ ابن المغازلی ابن النجار ۔ بلخی نے لکھا۔

(۲) حضرت امام محمد باقر ۔ آپ کی روایت بھی مذکورہ بالا حضرات نے لکھی

(۳) حضرت امام رضا ۔ ان کی روایت کو فقیہ ابن المغازلی نے لکھا

(۴) جریر ضبی ان کی روایت کو ابوبکر باغندی ۔ ابن المظفر بغدادی ۔ ابن المغازلی نے لکھا۔

(۵) حارث ہمدانی ۔ ان کی روایت کو ابن شاذان ۔ عباد بن یعقوب رواجنی ۔ خطیب بغدادی و محمد ابن یوسف کنجی نے لکھا۔

(۶) سعد ابن طریف حنظلی کوفی ۔ ان کی روایت کو ابن شاذان ۔ سیوطی نے لکھا۔

(۷) سعید ابن جبیر اسدی ان کی روایت کو بلخی نے حموی سے لے کر لکھا۔

(۸) سلمہ ابن کہیل حضرمی ان کی روایت کو سوید ابن سعید ۔ احمد ابن حنبل ۔ سبط ابن الجوزی نے لکھا۔

(۹) سلیمان ابن مہران اسدی کوفی معروف بہ اعمش ان کی روایت کو یحییٰ ابن معین ۔ ابن فہم بغدادی اصم نیشاپوری ۔ ابن بہیم قنطری ۔ ابن جریر طبری ۔ حاکم ۔ طبرانی ۔ بیہقی ۔ خطیب بغدادی ۔ ابن المغازلی ۔ ابو علی بیہقی ۔ اخطب خوارزم ۔ ابن اثیر جزری ۔ ابو عبداللہ کنجی ۔ حموی ۔ علائی ۔ مجد الدین فیروز آبادی ۔ شمس الدین جزری ۔ سیوطی نے لکھا۔

(۱۰) عاصم ابن ضمرہ کوفی ۔ ان سے عباد ابن یعقوب رواجنی ۔ خطیب بغدادی ۔ ابو عبداللہ کنجی نے روایت کی۔

(۱۱) عبداللہ ابن عثمان قاری ان سے عبدالرزاق صنعانی ۔ قفال شاشی ۔ ابن السقا ۔ حاکم ۔ ابو الحسن

شافعی۔ خطیب بغدادی۔ غندجانی۔ ابن المغازلی۔ ابن عساکر۔ کنجی۔ عسقلانی نے روایت کی

(۱۲) عبدالرحمٰن ابن عثمان تیمی مدنی ان سے بھی انہیں حضرات نے روایت کی۔

(۱۳) عبداللہ ابن عسیلہ مرادی (ابوعبداللہ صنابحی ان کی روایت سوید ابن سعید۔ ابن حنبل۔ سبط ابن الجوزی سے واضح ہے

(۱۴) مجاہد بن جبر ابوالحجاج مخزومی مکی ان کی روایت کو ان حضرات نے لکھا جو اعمش کے تحت میں مذکور ہو چکے۔

(۱۵) اصبغ ابن نباتہ ان کی روایت کو سلیمان بلخی نے ینابیع المودۃ میں لکھا۔

اسامی محدثین وعلمائے اعلام جنھوں نے اپنے اپنے مؤلفات میں اس حدیث کو بہ روایت و تخریج و اثبات و تدریج ذکر کیا۔ بہ ترتیب سنین۔

مائۃ ثالثہ یعنی تیسری صدی

(۱) شیخ البخاری امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی (مستدرک علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) (۲) ابوزکریا یحییٰ ابن معین (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) (۳) ابومحمد سوید ابن سعید ہروی (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۳۹۲) (۴) مسند الوقت حضرت امام احمد ابن حنبل (ان کی روایت کو سبط ابن الجوزی نے خواص الائمہ صفحہ ۲۹ و ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا) (۵) عباد ابن یعقوب رواجنی (تاریخ بغداد جلد ۱۱ صفحہ ۴۹) (۶) ابوعیسیٰ محمد ابن سورہ (ترمذی صفحہ ۵۳۴) (۷) ابوعلی حسین بن فہم (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) (۸) ابوبکر احمد بن عمر بن عبدالخالق البزار (صواعق محرقہ صفحہ ۷۵)

مائۃ رابعہ یعنی چوتھی صدی

(۱) ابوجعفر محمد ابن جریر طبری (ان کی روایت کو سیوطی نے جمع الجوامع میں لکھا ابن جریر نے اس کی تصحیح کی۔ کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۱) (۲) ابوبکر محمد ابن سلیمان باغندی واسطی بغدادی (ان کی روایت مناقب ابن المغازلی میں ہے۔ ابن المغازلی کی روایتیں ینابیع المودۃ صفحہ ۷۳ میں موجود ہیں) (۳) محمد ابن یعقوب المعروف بالاصم (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) (۴) ابوالحسن محمد ابن احمد بن تمیم قنطری بغدادی (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) (۵) ابوبکر محمد ابن عمر

معروف بہ ابن الحجابی تمیمی بغدادی (مناقب للعلامہ ابن شہر آشوب) (۶) سلیمان ابن احمد طبرانی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۱ و صواعق محرقہ صفحہ ۷۵) (۷) ابوبکر محمد بن علی بن اسمٰعیل شاشی معروف بہ قفال (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) (۸) ابو محمد عبداللہ ابن جعفر معروف بہ ابوالشیخ (مقاصد الحسنہ للسخاوی صفحہ ۴۷) (۹) ابن السقا ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عثمان واسطی (ان کی روایت کو ابن المغازلی نے مناقب میں بروایت حضرت جابر لکھا ینابیع المودۃ صفحہ ۷۳) (۱۰) ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی حنفی (انھوں نے کتاب المجالس میں لکھا یہ کتاب غیر مطبوع ہے) (۱۱) ابو الحسین محمد ابن المظفر بغدادی (ان کی روایت کو ابن المغازلی نے مناقب میں لکھا) (۱۲) ابو حفص ابن شاہین عمر ابن احمد بغدادی (علامہ ابن شہر آشوب کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے حدیث مدینۃ العلم کو چار طریقہ سے لکھا) (۱۳) ابوالقاسم اسمٰعیل بن عباد طالقانی (ان کے اشعار متعلقہ بمدینۃ العلم علامہ ابن شہر آشوب نے کتاب المناقب میں لکھے) (۱۴) ابوالحسن علی بن عمر معروف بہ ابن شاذان (انھوں نے کتاب الامالی میں بسند اس حدیث کو لکھا) (۱۵) ابو عبداللہ عبیداللہ مشہور بہ ابن بطہ عکبری (ان کے متعلق علامہ شہر آشوب لکھتے ہیں کہ انھوں نے چھ طرق سے اس حدیث کو لکھا)

مائۃ خامسہ یعنی پانچویں صدی

(۱) ابو عبداللہ محمد ابن عبداللہ ضبی معروف بہ حاکم (مستدرک علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) (۲) ابوالقاسم حسن ابن شرف شاہ فردوسی (شاہنامہ منظوم ؎ کہ من شہر علمم علیم در ست ۔ درست این سخن قول پیغمبر است) (۳) ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ (کتاب المناقب بروایت ابن عباس) (۴) ابو نعیم احمد ابن عبداللہ اصبہانی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶) (۵) ابوالحسن احمد ابن مظفر عطار فقیہ شافعی (مناقب ابن المغازلی بروایت ابن السقا) (۶) ابوالحسن علی ابن محمد ماوردی بصری شافعی (مناقب ابن شہر آشوب) (۷) ابوبکر احمد ابن الحسین بیہقی (مناقب اخطب خوارزم) (۸) ابو غالب محمد ابن احمد نحوی معروف بہ ابن بشران (مناقب ابن المغازلی) (۹) ابوبکر احمد ابن علی معروف بہ خطیب بغدادی (جلد ۱۱ صفحہ ۴۹ تاریخ بغداد) (۱۰) ابو عمر یوسف معروف بہ ابن عبدالبر نمری قرطبی (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۶۱) (۱۱) ابو محمد حسن ابن احمد بن موسیٰ غندجانی (مناقب ابن المغازلی) (۱۲) ابوالحسن علی ابن محمد معروف بہ ابن المغازلی (مناقب جناب امیر) (۱۳) ابو المظفر منصور سمعانی (مناقب شہر آشوب)

مائۃ سادسہ یعنی چھٹی صدی

(۱) شیخ القضاۃ ابو علی اسمٰعیل بیہقی (مناقب اخطب خوارزم) (۲) ابو شجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی ہمدانی (فردوس الاخبار) (۳) احمد بن محمد بن علی العاصمی (زین الفتیٰ ذکر اسمار) (۴) ابو المجد مجدود بن آدم مشہور بہ حکیم سنائی (حدیقۂ حکیم سنائی) (۵) ابو منصور شہردار ابن شیرویہ دیلمی (مسند الفردوس کتاب المناقب) (۶) عبد الکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی (کتاب الانساب تحت ترجمہ شہید) (۷) ابو المؤید موفق ابن احمد خوارزمی مکی معروف بہ اخطب خوارزم (کتاب المناقب القاب حضرت علی دبیان علم صفحہ ۲۹) (۸) ابو القاسم علی ابن حسن معروف بہ ابن عساکر (کفایۃ الطالب محمد ابن یوسف کنجی) (۹) افضل الدین خاقانی (تحفۃ العراقین سے بودہ در شہر علم حیدر۔ دین سید دین کلید آں در) (۱۰) ابو الحجاج یوسف بن محمد بلوی معروف بہ ابن الشیخ (کتاب الف باجس کا ذکر کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۱۳۹ میں ہے)

مائۃ سابعہ یعنی ساتویں صدی

(۱) ابو السعادت مبارک ابن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری (جامع الاصول جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ قلمی) (۲) شیخ فرید الدین عطار ہمدانی (اسرار نامہ سے کہ باب شہر علم دعلم وفتوی۔ امیر المومنین باشد بہ تقوی۔ الٰہی نامہ سے چناں در شہر دانش باب آمد۔ کہ جنت را بحق بواب آمد) (۳) ابو الحسن علی ابن محمد معروف بہ ابن الاثیر جزری (ترجمہ اسد الغابہ جلد ۷ صفحہ ۳۹) (۴) محی الدین ابن عربی طائی اندلسی (کتاب الدر المکنون مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۴۱۴) (۵) ابن النجار محب الدین محمد بغدادی (ذیل تاریخ بغداد بروایت امام رضا علیہ السلام) (۶) کمال الدین ابو سالم محمد ابن طلحہ شافعی (در منظم مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۴۰۳ ومطالب السئول صفحہ ۴۴) (۷) ابو المظفر شمس الدین یوسف ابن قزعلی معروف بہ سبط ابن الجوزی (خواص الامہ صفحہ ۲۹ بروایت امام احمد) (۸) ابو عبد اللہ محمد ابن یوسف کنجی شافعی (کفایۃ الطالب باب ۵۸) (۹) شیخ عز الدین بن عبد السلام ابی القاسم سلمی (توضیح الدلائل قلمی) (۱۰) مولانا روم جلال الدین محمد بلخی (مثنوی مولانا روم دفتر اول سے چونکہ تو بابی آں مدینۂ علم را۔ چوں شعاعی آفتاب حلم را) (۱۱) ابو زکریا محی الدین یحییٰ النودی (توضیح الدلائل میں آپ کے اشعار موجود ہیں) (۱۲) شرف الدین مصلح ابن عبد اللہ سعدی (میر ملا ابن سالار بدخشی خلاصۃ المناقب میں ان کے اشعار لکھتے ہیں سے کہ بعد از مصطفیٰ در جملہ عالم۔ نبود فاضل تر و بہتر ز حیدر۔ سلونی گفتن او دال کہ علم مصطفیٰ را بود او در)

(۱۳) سعید الدین فرغانی (شرح فارسی قصیدہ تائیہ ابن الفارض قلمی مسمیٰ بہ منتہی المدارک جس کا ذکر کشف الظنون جلد ۲ صفحہ ۵۴۱ میں بھی ہے) (۱۴) احمد بن منصور گازرونی (مفتاح الفتوح شرح مصابیح (۱۵) محب الدین احمد طبری شافعی (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ و ذخائر العقبیٰ مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۲۱۰)

مائۃ ثامنہ یعنی آٹھویں صدی

(۱) امیر حسینی سادات غوزی (نزہۃ الارواح قلمی) (۲) صدر الدین ابراہیم حموی جوینی (فرائد السمطین منقول از ینابیع المودۃ صفحہ ۷۱) (۳) سلطان نظام الدین اولیاء (سیر الاولیا ملفوظ آنحضرت صفحہ ۸) (۴) جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی (تہذیب الکمال) (۵) جمال الدین محمد ابن یوسف زرندی (درر السمطین قسم ثانی سمط اول معارج الوصول) (۶) صلاح الدین ابوسعید کیکلدی دمشقی شافعی (مقاصد حسنہ للسخاوی صفحہ ۴۷ و لآلی مصنوعہ للسیوطی صفحہ ۲۰۱) (۷) علی بن شہاب الدین ہمدانی (مودۃ فی القربیٰ مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵۴ و کتاب السبعین صفحہ ۲۳۴ و روضۃ الفردوس) (۸) امیر ملا نور الدین جعفر خلیفہ سید علی ہمدانی (خلاصۃ المناقب قلمی) (۹) بدر الدین زرکشی شافعی (فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی و قول المستحسن صفحہ ۲۴۷) (۱۰) فخر الدین قبطی مصری (خزانۃ الادب لتقی الدین حموی)

مائۃ تاسعہ یعنی نویں صدی

(۱) کمال الدین محمد دمیری (حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۱) (۲) مجد الدین محمد ابن یعقوب فیروز آبادی (نقد الصحیح قلمی) (۳) امام الدین ہجردی (توضیح الدلائل) (۴) یوسف اعور واسطی (رسالہ در رد روافض) (۵) شمس الدین محمد جزری (اسنی المطالب) (۶) زین الدین خوافی (ان کا قول توضیح الدلائل میں مرقوم ہے) (۷) شہاب الدین ملک العلماء دولت آبادی (ہدایت السعداء قلمی) (۸) شہاب الدین ابن حجر ابوالفضل احمد عسقلانی (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۷ لسان المیزان جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ ترجمہ جعفر ابن محمد عن ابی معاویہ) (۹) شہاب الدین احمد (توضیح الدلائل باب مدینۃ العلم قلمی) (۱۰) نور الدین علی ابن الصباغ مالکی مکی (فصول المہمہ صفحہ ۱۸) (۱۱) عبد الرحمٰن ابن محمد بسطامی حنفی (درۃ المعارف الالہیہ مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۴۰۰) (۱۲) شمس الدین محمد بن یحییٰ جیلانی لاہیجی نوربخشی (مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز صفحہ ۱۰۱)

مائۃ عاشرہ یعنی دسویں صدی

(۱) ابوالخیر شمس الدین محمد سخاوی (مقاصد الحسنہ صفحہ ۴۷) (۲) ملا حسین واعظ کاشفی (روضۃ الشہداء قلمی) (۳)

ابوبکر جلال الدین سیوطی (قول الجلی فی فضائل علی حدیث ۱۶ و جمع الجوامع و الدرر المنتشرہ صفحہ ۱۴۳ و ترجمہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۹ و کتاب تعقبات علی الموضوعات صفحہ ۵۶ و لآلی مصنوعہ صفحہ ۲۰۱ و قوت المغتذی علی جامع الترمذی و جزء فی طرق حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابہا) (۴) نور الدین علی سمہودی (جواہر العقدین) (۵) فضل ابن روزبہان شیرازی (کتاب الباطل قلمی بجواب نہج الحق للحلی) (۶) عز الدین ابن فہد ہاشمی مکی (غایۃ المرام ذکر جناب امیر علیہ السلام) (۷) جلال الدین دوانی (رسالہ زوراء قلمی) (۸) کمال الدین حسین میبذی (فواتح شرح دیوان جناب امیر قلمی) (۹) غیاث الدین ابن ہمام خواندامیر (حبیب السیر جلد ا صفحہ ۲) (۱۰) عبدالوہاب ابن محمد بخاری (تفسیر انوری قلمی) (۱۱) محمد بن یوسف شامی (سبل الہدیٰ و الرشاد قلمی) (۱۲) ابوالحسن علی ابن محمد کنانی (تنزیہ الشریعۃ قلمی) (۱۳) احمد بن محمد بن حجر ہیتمی مکی (صواعق محرقہ حدیث ۹ صفحہ ۷۵ و منح مکیہ و تطہیر الجنان و فتاوی ابن حجر صفحہ ۱۲۶) (۱۴) علی ابن حسام الدین متقی جونپوری مکی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲) (۱۵) ابراہیم ابن عبداللہ وصابی یمنی (اکتفا باب تاسع فضل علم) (۱۶) محمد طاہر فتنی (تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۹۶) (۱۷) میرزا مخدوم جرجانی شیرازی (نواقض الروافض فصل ثانی) (۱۸) شیخ عیدروس یمنی (رسالہ عقد نبوی و سر مصطفوی قلمی) (۱۹) جمال الدین محدث شیرازی (کتاب اربعین و تحفۃ الاحبا و روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۲۳۳) (۲۰) محمد معصوم سمرقندی (رسالہ فصول اربعہ قلمی)

مائۃ حادی عشر یعنی گیارہویں صدی

(۱) ملا علی قاری (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۶ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۷۱) (۲) عبدالرؤف مناوی (کنوز الحقائق صفحہ ۳۵ فیض القدیر و تیسیر شرح جامع صغیر جلد ا صفحہ ۲۷۷) (۳) ابوالعباس احمد مقری اندلسی (نفح الطیب جلد ۴ صفحہ ۴۴۲ ذکر وزیر لسان الدین بن الخطیب) (۴) احمد باکثیر مکی شافعی (وسیلۃ المآل قلمی) (۵) محمود شیخانی قادری (صراط السوی قلمی) (۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۴۲ و اخبار الاخیار صفحہ ۲۹۵) (۷) سید محمد بخاری (تذکرۃ الابرار قلمی) (۸) الہدیا ابن عبدالرحیم عثمانی (سیر الاقطاب صفحہ ۴) (۹) عبدالرحمن چشتی مداری (مرآۃ الاسرار قلمی) (۱۰) شیخ ابن علی علوی (کنز البراہین قلمی) (۱۱) علی ابن احمد عزیزی (سراج المنیر شرح جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۶۳) (۱۲) تاج الدین سنبھلی (رسالہ اشتغال مشمولہ انتباہ صفحہ ۱۱۶)

مائۃ ثانی عشر یعنی بارہویں صدی

(۱) ابراہیم کردی (نبراس لکشف الالتباس قلمی) (۲) اسمٰعیل کردی جلاء النظر لرد شبہات ابن حجر قلمی) (۳) محمد ابن عبد الباقی زرقانی (شرح مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۳) (۴) سالم بن عبد اللہ بصری (امداد بمعرفۃ علو الاسناد صفحہ ۷۵) (۵) محمد ابن عبد الرسول کردی (رسالۃ الاشاعۃ قلمی) (۶) مرزا محمد بدخشانی (نزل الابرار صفحہ ۱۹ ومفتاح النجا وتحفۃ المحبین) (۷) صدر عالم (معارج العلی قلمی) (۸) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (قرۃ العینین صفحہ ۱۴۲ ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۱۳) (۹) قمر الدین اورنگ آبادی (نور الکریمتین ذکر بیت نبوت ان کا ذکر سبحۃ المرجان میں ہے) (۱۰) محمد بن اسمٰعیل یمانی صنعانی (روضۂ ندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ ۹۷) (۱۱) محمد ابن علی الصبان (اسعاف الراغبین صفحہ ۱۵۴) (۱۲) شیخ سلیمان جمل (فتوحات الاحمدیہ بالمنح المحمدیہ)

مائۃ ثالث عشر یعنی تیرہویں صدی

(۱) شہاب الدین عجیلی (ذخیرۃ المآل قلمی) (۲) ملا مبین فرنگی محلی (وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۳۶) (۳) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (سیف مسلول قلمی) (۴) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (ترجمۂ فتاویٰ شاہ عبد العزیز جلد ۱ صفحہ ۱۲۲) (۵) امیر عاشق علی خان بہادر (ذخیرۃ العقبیٰ صفحہ ۳۵ وکلمۃ الحق قلمی) (۶) سید صدر الدین احمد (روائح المصطفیٰ صفحہ ۲۳) (۷) شیخ جواد ساباط حنفی (کتاب البراہین براہین ساباطیہ) (۸) عمر ابن احمد خربوتی حنفی (شرح قصیدہ بردہ قلمی) (۹) قاضی محمد ابن علی شوکانی (فوائد المجموعہ صفحہ ۱۲۶) (۱۰) مولوی رشید الدین خاں دہلوی (ایضاح لطافۃ المقال قلمی) (۱۱) میرزا حسن علی محدث (تفریح الاحباب صفحہ ۳۵) (۱۲) مولانا ولی اللہ فرنگی محلی (مراۃ المؤمنین قلمی) (۱۳) نور الدین سلیمانی (دینیم قلمی) (۱۴) شہاب الدین محمود آلوسی زادہ (تفسیر روح المعانی جلد ۸ تحت بیان لوح محفوظ صفحہ ۳۳۶) (۱۵) سلیمان ابن ابراہیم بلخی قندوزی (ینابیع المودۃ جلد ۱ صفحہ ۱۷) (۱۶) مولانا سلامت اللہ بدایونی (معرکۃ الآرا قلمی) (۱۷) شاہ تقی علی قلندر (روض الازہر صفحہ ۳۷۹) (۱۸) مولوی حسن الزماں ترکمانی (القول المستحسن صفحہ ۲۷) (۱۹) مولوی ابو الحسن حسن بخش علوی کاکوروی (تفریح الاذکیا جلد ۲ صفحہ ۳۸۵) (۲۰) علی ابن سلیمان مغربی (قوت المغتذی علی الترمذی) (۲۱) عبد الغنی آفندی (قرۃ الاعیان) (۲۲) شاہ علی انور قلندر کاکوروی (شہادت ثانیہ صفحہ ۱۲) (۲۳) مولوی عبید اللہ بسمل امرت سری (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۴) (۲۴) شاہ معین الدین ندوی (خلفائے راشدین)

صفحہ ۲۲۸) (۲۵) حکیم منظر الحق قنوجی (شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۷۵) (۲۶) حافظ عبد الرحمن پنجابی (المرتضیٰ صفحہ ۵۳)

اسامی مثبتین حدیث مدینۃ العلم	یحییٰ ابن معین - ابو جعفر جریر طبری - حاکم نیشاپوری - محمد بن طلحہ قرشی - سبط

ابن الجوزی - صلاح الدین علائی - شمس الدین جزری - امام سخاوی - سیوطی - فضل اللہ شیرازی - علی متقی - سید محمد بخاری - مرزا محمد بدخشانی - صدر عالم - محمد ابن اسمٰعیل یمانی - ثناء اللہ پانی پتی - مولوی حسن الزماں ترکمانی

اُن علماء کے نام جو اس حدیث کے حسن ہونے کے قائل ہیں	امام ترمذی - ابو عبد اللہ محمد ابن یوسف شافعی - صلاح الدین علائی - ابن حجر عسقلانی - امام سخاوی - سیوطی - سمہودی - محمد ابن یوسف شامی - ابو الحسن

علی - ابن حجر ہیتمی - ملا علی قاری - عبد الرؤف مناوی - عبد الحق محدث دہلوی - علی ابن احمد عزیزی - علامہ زرقانی - صبان مصری - امام شوکانی

اسامی شعراء جنھوں نے اس حدیث کو نظم کیا	ابو القاسم اسمٰعیل طالقانی - ابو القاسم حسن طوسی معروف بہ فردوسی - حکیم سنائی - اخطب خوارزمی - افضل الدین خاقانی - فرید الدین عطار - مولانا روم

امام نووی - شیخ سعدی - شمس الدین مالکی - فخر الدین قطبی - عز الدین ابن فہد ہاشمی - محمد بن اسمٰعیل یمانی - شہاب الدین بکری

مؤیدات حدیث مدینۃ العلم (۱) انا دار الحکمۃ و علی بابہا (ترمذی شریف صفحہ ۵۳۴ - و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

(۲) انا دار العلم و علی بابہا (بغوی و طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

(۳) انا میزان العلم و علی کفتاہ (دیلمی و ہمدانی (ینابیع المودۃ صفحہ ۲۳۶)

(۴) انا مدینۃ الجنۃ و علی بابہا (ابن المغازلی و سلیمان بلخی (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۳)

(۵) انا مدینۃ الفقہ و علی بابہا (ابن بطہ عکبری و سبط ابن الجوزی) (خواص الامہ صفحہ ۲۹)

(۶) انا میزان الحکمۃ و علی لسانہ (غزالی و حسین میبذی) (فواتح شرح دیوان جناب امیر قلمی)

(۷) انا المدینۃ و انت الباب ۔ ولا یوتی المدینۃ الا من بابہا (عاصمی)

(۸) ھو باب علمی یا ھو مدینۃ علمی جناب علی مرتضیٰ کیلئے ارشاد ہوا (ابن المغازلی و خوارزمی) ینابیع المودۃ صفحہ ۷۱)

(۹) علی باب علمی و مبیّن لامتی (ہمدانی و بلخی و دیلمی و سیوطی و علی متقی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

(۱۰) انت باب علمی (ابونعیم خوارزمی وغیرہ) (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۳۶)

(۱۱) علی عیبۃ علمی (ابونعیم و خوارزمی وغیرہ (ینابیع المودۃ بروایت کنوز الدقائق صفحہ ۱۸۰)

(۱۲) علی ابن ابی طالب باب حطہ (دارقطنی و دیلمی سیوطی ابن حجر مکی ۔ علی متقی وغیرہ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳)

(۱۳) علی ابن ابی طالب باب الدین (دیلمی و ہمدانی) (ینابیع المودۃ صفحہ ۲۳۶)

(۱۴) یا علی انت باب اللہ (ینابیع المودۃ صفحہ ۴۹۶)

بیان جرح و قدح حدیث مدینۃ العلم | حسب ذیل حضرات اس حدیث کی موضوعیت کے قائل ہوئے ہیں یحییٰ ابن معین ۔ بخاری ۔ ابن الجوزی ۔ تقی الدین ابن دقیق العید ۔ نووی ۔ ذہبی ۔ جزری ۔ ہم فرداً فرداً ان میں سے ہر ایک کے متعلق ناظرین کے سامنے خود انہیں کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے ناظرین خود اندازہ کرلیں گے کہ ان میں سے بیشتر حضرات نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا تھا بقیہ حضرات کے اقوال ان وجوہات سے جو کہ ہم نے آگے چل کر درج کئے ہیں لائق استدلال نہیں رہتے ۔

(۱) قال یحییٰ بن معین لا اصل لہ یعنی یحییٰ ابن معین کا قول ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں علامہ علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ ابن معین سے اس کے متعلق پوچھا گیا یعنی حدیث ابن عباس کے متعلق انھوں نے کہا صحیح ہے ۔ خطیب تاریخ بغداد جلد ۱۱ صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ قاسم کا قول ہے کہ میں نے یحییٰ ابن معین سے اس حدیث کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا صحیح ہے ۔ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ ملاحظہ ہو سوال و جواب عثمان ابن محمد دوری و یحییٰ ابن معین درباره حدیث مدینۃ العلم (ابوالصلت ہروی و قول صالح ابن محمد بن حبیب حافظ جزرہ ۔ ان اسناد سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ ابن معین نے اپنے قول اول

سلہ مصنف ینابیع المودۃ شیخ سلیمان ابن خواجہ کلاں حسین قندوزی بلخی سنہ ۱۲۲۰ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے بلخ اور بخارا میں تحصیل علم کی افغانستان اور ہندوستان کا سفر کیا یہ حنفی عالم عابد متورع متقی کبار مشائخ نقشبندیہ سے بہت بڑے مدرس و صاحب خانقاہ ہوئے چند دنوں موصل و دیار بکر و حلب و قونیہ وغیرہ میں بھی قیام رہا علم تفسیر و حدیث کا درس دیتے رہے اور ارشاد و ہدایت میں عمر گذاری ان کی کتاب ینابیع المودۃ مناقب اہلبیت میں نہایت جامع ہے کتب معتبرہ مشہورہ سے انھوں نے فضائل و مناقب جمع کئے ۔ وفات ان کی سنہ ۱۲۹۴ھ میں ہوئی ان کا بسیط حال صدر ینابیع المودۃ صفحہ اول میں مصدقہ سید عبدالقادر آفندی ابن مؤلف موجود ہے ۔ ۱۲ ۔ علی حیدر

"لا اصل لہ" سے رجوع کر لیا تھا ابتدا میں ان کو صحت نہ ثابت ہوئی ہوگی لہذا یہ کہہ گذرے ہوں گے بعد اثبات حدیث کی صحت کے قائل ہوئے

(۲) وقال البخاری انہ منکر ولیس لہ وجہ صحیح یعنی بخاری کا قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور کسی وجہ سے بھی صحیح نہیں۔ خود بخاری کے استاد عبد الرزاق صنعانی نے دو سندوں سے اس کو روایت کیا (ملاحظہ ہو مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) امام احمد بن حنبل نے جو اجلۂ مشائخ بخاری سے ہیں انھوں نے اس حدیث کو بطرق متعدد روایت کیا (ملاحظہ ہو تذکرۂ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی قلمی) یحییٰ ابن معین شیخ بخاری نے تصحیح کی (ملاحظہ ہو مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ و تاریخ بغداد للخطیب جلد ۱۱ صفحہ ۴۹) ایسی صورت میں بخاری کی جرح و قدح لائق حجت نہیں ہو سکتی حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کی بر شرط شیخین (بخاری و مسلم) بطرق متعددہ تخریج بھی کی۔

(۳) قول ترمذی انہ منکر غریب یعنی یہ حدیث منکر غریب ہے۔ ابن طلحہ شافعی۔ ابن حجر ہیتمی مکی۔ ابراہیم کردی۔ زرقانی۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا۔ اُن کی تخریج ان علمار کے نزدیک صحیح نہیں ثابت ہوتی ورنہ اس حدیث کو اثبات میں نہ لاتے جرح و قدح ترمذی کو ابن جوزی نے موضوعات میں بیان کیا۔ جس کو سیوطی نے تعقبات علی الموضوعات میں واضح کیا ہے۔

(۴) ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات یعنی ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا۔ موضوعات ابن الجوزی خود مقدوح ہے جس کا تعقب سیوطی و سبط ابن الجوزی و ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے کیا۔ علمار کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے کہ یہ حدیث کے موضوع کہنے میں بہت عجول تھے توہم اور تخالف سے زیادہ متاثر ہوتے (ملاحظہ ہو تاریخ ابن اثیر وقائع ۵۹۷ھ و تاریخ ابو الفدا وقائع ۵۹۷ھ و تاریخ الخمیس جلد ۲ و تاریخ یافعی) ابن حجر کا قول ہے کہ ان کے موضوع کہہ دینے پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے (ملاحظہ ہو لسان المیزان ترجمہ ثمامہ بن الاشرس بصری) غرضکہ علما مثل ابن حجر و سیوطی و زرقانی وغیرہ ابن الجوزی کی جرح و قدح کو بوجہ اُن کے تشدد کے معتبر نہیں مانتے [1]

---

[1] سید محمد ابن اسمٰعیل بن صلاح الامیر تحفۂ علویہ کی شرح روضۂ ندیہ صفحہ ۹۶ میں لکھتے ہیں کہ ترمذی کا قول بعض نسخوں میں غریب لکھا ہے۔ محمد ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے مالک کا قول ہے کہ ابن عباس کی حدیث صحیح الاسناد ہے۔ حاکم نے بھی اس کو صحیح کہا میں کہتا ہوں کہ آئمہ حدیث نے حدیث صحیح کی سات قسمیں لکھی ہیں (بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

(۵) قال تقی الدین ابن دقیق العید ہذا الحدیث لم یثبتوہ یعنی تقی الدین ابن دقیق العید کا قول کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ علامہ سخاوی و سیوطی و ملا علی قاری و بدر الدین زرکشی نے اس قول کو لائق توجہ نہیں سمجھا نہ اس طرف انھوں نے اعتنا کی بجائے اس کے حدیث کی صحت و تحسین کی طرف متوجہ ہوئے (ملاحظہ لآلی منثورہ و مقاصد حسنہ و درر منتثرہ و مرقاۃ)

(۶) قال الشیخ محی النووی و شمس الدین الذہبی و شمس الدین الجزری انہ موضوع یعنی نووی و ذہبی و جزری کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ (۱) امام نووی نے خود اس حدیث کو حضرت علی مرتضیٰ کی مدح میں بطور اثبات نظم کیا جیسا کہ شیخ شہاب الدین احمد نے اپنی کتاب توضیح الدلائل میں لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اولاً بموافقت ابن الجوزی موضوعیت کے قائل ہوئے ہوں گے جیسا کہ خود اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں جناب علی مرتضیٰ کے حال میں لکھا بعد کو جب اس حدیث کا حسن ہونا ثابت ہوا تو اشعار مدح میں لکھے جس کو صاحب توضیح الدلائل نے لکھا (۲) ذہبی کے قول کی تردید بھی صلاح الدین علائی و زرکشی و سخاوی و سیوطی و علی متقی و ملا علی قاری و مناوی و محدث دہلوی نے کی (ملاحظہ ہو قوت المغتذی درر المنتثرہ و مقاصد الحسنہ و لآلی مصنوعہ و کنز العمال و فیض القدیر و مرقاۃ وغیرہ) اس سب کے علاوہ خود ذہبی نے میزان الاعتدال میں حدیث مدینۃ العلم کو بسند متصل سوید ابن سعید شیخ امام مسلم سے روایت کر کے اس سند کو عوالی میں شمار کر کے جرح و قدح کو بالکل اڑا دیا ہے (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۳۹۲ ترجمہ سوید ابن سعید) (۳) شمس الدین جزری نے اپنی کتاب اسنی المطالب میں حضرت علی کے فضائل میں خود اس حدیث کو روایت کیا اور صدر اسنی المطالب میں اس امر کو لکھ دیا کہ اس میں احادیث مستند متواتر صحیح و حسن مناقب حضرت علی میں مسلسل متصل لکھے جاتے ہیں جو معتمد علیہ ہیں (ملاحظہ ہو اسنی المطالب)

فضائل علمیہ کے بیان سے قبل ہم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اعلمیت کا وہ ثبوت جو دیگر احادیث

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) اول قسم یہ ہے کہ شیخین کے علاوہ آئمہ حدیث میں سے کوئی امام اس کے صحیح ہونے کی تصریح کرے۔ اس حدیث کی تصریح دو امام حافظ کبیر ابو عبداللہ حاکم و علامہ محمد ابن جریر نے کی ان کے متعلق خطیب بغدادی کا قول ہے کہ ابن جریر آئمہ سے جامع علوم تھے ان کے زمانہ میں ان کا کوئی مثل نہیں ہوا ابن خزیمہ کا قول ہے کہ روئے زمین پر ابن جریر سے زیادہ کوئی عالم نہیں ہوا۔ حاکم کے حق میں تو ذہبی خود محدث حافظ کبیر امام المحدثین لکھتے ہیں۔ ان دونوں کی تصریح کے مقابلہ میں ابن جوزی وغیرہ کا قول کیا وقعت رکھ سکتا ہے ابن جوزی میں وہ ضبط اتقان کہاں ہے ۱۲۔

واقوال صحابہ و تابعین سے ملتا ہے ناظرین کے سامنے پیش کیئے دیتے ہیں تاکہ آپ کی فضیلت کے متعلق صحیح اندازہ ناظرین کو ہو سکے۔

دیگر احادیث دربارۂ اعلمیت جناب امیرؑ

(۱) موفق ابن احمد بسندہ عن سلمانؓ عن النبیؐ انہ قال اعلم امتی من بعدی علی (ینابیع المودۃ صفحہ ۵۵ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

(۱) موفق ابن احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم والے علی ہیں۔

(۲) ابن المغازلی و موفق الخوارزمی اخرجا بسندیھما عن علقمۃ عن ابن مسعود قال کنت عند النبیؐ فسئل عن علم علی فقال قسمت الحکمۃ عشرۃ اجزاء فاعطی علی تسعۃ اجزاء والناس جزءً واحداً وھو اعلم بالعشر الباقی۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۷ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

(۲) ابن المغازلی و موفق خوارزمی دونوں اپنی اپنی سندوں سے علقمہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت کے حضور میں حاضر تھا۔ حضرت علی کے متعلق تذکرہ ہوا آنحضرت نے فرمایا کہ حکمت دس ۱۰ حصوں میں منقسم کی گئی علی کو نو ۹ حصے دیئے گئے بقیہ لوگوں کو ایک حصہ ملا اور وہ اس بقیہ دسویں حصہ کا بھی عالم ہے۔

(۳) عن علی قال علمنی رسول اللہ الف باب کل باب یفتح الف باب رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲)

(۳) حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے مجھ کو علم کے ہزار باب تعلیم کیئے۔ ہر باب سے ہزار باب میرے لیئے کھل گئے۔

(۴) وعن علی قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال قل ربی اللہ ثم استقم فقلت ربی اللہ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب قال لیھنک العلم ابا الحسن لقد شربت العلم شرباً اخرجہ ابن البختری والرازی (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ بروایت حلیۃ الاولیاء

(۴) جناب امیر فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ مجھ کو کوئی وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہو اللہ میرا رب ہے۔ پھر اس پر استقامت کرو پھر میں نے کہا کہ میرا رب اللہ ہے اور نہیں ہے مجھ سے توفیق مگر اللہ سے اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں پھر آنحضرت نے فرمایا کہ تجھ کو علم خوشگوار ہو تو نے علم کو اچھی طرح

ابی نعیم)

پی لیا اور سیراب ہوگیا۔ ابن البختری اور رازی نے اس حدیث کی تخریج کی۔

(۵) عن معقل ابن یسار قال وضأت رسول الله ﷺ فقال هل لك فی فاطمة تعودها فقلت نعم فقام متوكئا علیّ حتی دخلنا علی فاطمة علیها السلام فقلنا كیف تجدینك قالت لقد اشتد حزنی واشتدت فاقتی وطال سقمی قال عبد الله بن احمد بن حنبل وجدت بخط ابی فی هذا الحدیث قال اوما ترضین انی زوجتك اقدمهم سلما واكثرهم علما واعظمهم حلما اخرجه احمد واخرجه القلعی وقال زوجتك سیدا فی الدنیا والآخرة ۔

(ریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ و ارجح المطالب صفحہ ۱۱۱)

(۵) معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے آنحضرت کو وضو کرایا۔ آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ چل کر فاطمہ کی عیادت کر آؤ۔ میں نے کہا ہاں۔ آنحضرت میرے اوپر ہاتھ رکھکر اٹھے اور چلے یہانتک کہ حضرت فاطمہ کے پاس پہنچے آنحضرت نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ ہم تم کو بہت کمزور پاتے ہیں حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ میرا غم بڑھ گیا اور فاقوں کی مجھ پر شدت ہے عبد اللہ ابن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کی کتاب میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس حدیث میں اتنا اور دیکھا کہ آنحضرت نے فرمایا کیا تم اس امر سے خوش نہیں ہو کہ ہم نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کر دیا کہ جو اس امت میں اسلام کی وجہ سے سب سے سابق ہے اور سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حلیم۔ اس حدیث کی تخریج احمد و قلعی نے کی اور اتنا زیادہ کیا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارا شوہر دنیا و آخرت میں سردار ہے۔

(۶) وعن بریدة قال قال رسول الله ﷺ لفاطمة زوجك خیر امتی اعلمهم علما وافضلهم حلما واولهم سلما رواه الخطیب فی المتفق۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۸)

(۶) بریدہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ تمہارا شوہر میری امت میں سب سے بہتر ہے سب سے زیادہ عالم سب سے زیادہ حلیم اسلام میں سب سے مقدم ہے۔ خطیب نے اس کو متفق میں روایت کیا۔

(۷) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ علی عیبۃ علمی رواہ ابن عدی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳)

(۷) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا علی میرے علم کا خزانہ ہے۔ ابن عدی نے اس کو روایت کیا۔

اقوال صحابہ و تابعین در ثبوت اعلمیت حضرت علی

(۱) عن عبد اللہ قال علماء الارض ثلثۃ عالم بالشام و عالم بالحجاز و عالم بالعراق فاما عالم بالشام فھو ابو الدرداء واما عالم اھل الحجاز فھو علی ابن ابی طالب واما عالم العراق فاخ لکم و عالما اھل الشام و عالم [illegible]

(۱) عبد اللہ (ابن مسعود) کا قول ہے کہ روئے زمین پر تین عالم ہیں ایک شام میں دوسرے حجاز میں تیسرے عراق میں عالم شام ابو الدرداء عالم حجاز علی ابن ابی طالب ہیں اور عالم عراق تمہارا بھائی (عبد اللہ ابن مسعود) عالم شام و عالم عراق دونوں عالم حجاز کے محتاج ہیں (علی ابن ابی طالب کے) اہل حجاز کو کسی کی احتیاج نہیں۔

(۲) عن ابن عباس قال واللہ لقد اعطی علی ابن ابی طالب تسعۃ اعشار العلم وایم اللہ لقد شارککم فی العشر العاشر (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)

(۲) ابن عباس کا قول ہے کہ خدا کی قسم علی کو علم کی نو دہائیاں دی گئیں اور بقیہ ایک دہائی میں تم سب شریک کیے گئے۔

(۳) وعنہ قال علم النبی من علم اللہ و علم علی من علم النبی و علمی من علم علی و ما علمی و علم الصحابۃ فی علم علی الا کقطرۃ فی سبعۃ ابحر

(ینابیع المودۃ صفحہ ۷۰)

(۳) ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت کا علم اللہ کے علم سے ہے اور حضرت علی کا علم آنحضرت کے علم سے ہے اور میرا علم حضرت علی کے علم سے ہے۔ میرا علم اور صحابہ کا علم حضرت علی کے علم کے مقابلہ بمنزلہ قطرہ کے ہے جو سات دریا کے مقابلہ میں ہو۔

(۴) وعنہ قسم علی الناس خمسۃ اجزاء فکان لعلی اربعۃ اجزاء لسائر الناس جزء شارکھم علی فیہ فکان اعلمھم اخرجہ البزار

(ارجح المطالب صفحہ ۱۰۵)

(۴) اور مروی ہے کہ لوگوں کا علم پانچ حصوں میں تقسیم ہوا۔ چار حصے صرف حضرت علی کو دیے گئے اور ایک حصہ تمام سب کو اس حصہ میں بھی سب سے زائد علم کا حصہ اُن کو ملا۔ بزار نے اس کی تخریج کی۔

(۵) عن عبد الملک ابن سلیمان قال قلت لعطاء

(۵) عبد الملک ابن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے عطا ابن ابی رباح

اکان فی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم احد اعلم من علی قال لا واللہ اعلمہ

استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵

(۶) عن مسروق قال شاممت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجدت علمهم انتهی الی عمر و عبد اللہ ابن مسعود و ابی الدرداء و معاذ ابن جبل و زید بن ثابت و علی بن ابی طالب ثم شاممت هولاء فوجدت علمهم انتهی الی الرجلین علی و عبد اللہ بن مسعود ثم شاممت الاثنین فوجدت بفضل علی علی عبد اللہ اخرجہ الخوارزمی

(ارجح المطالب صفحہ ۱۰۵ و مناقب خوارزمی صفحہ ۵۳)

(۷) اخرج الحضرمی عن ابی الدرداء العلماء ثلثۃ رجل فی الشام یعنی نفسہ ورجل بالکوفۃ وهو عبد اللہ ابن مسعود ورجل بالمدینۃ وهو علی ابن ابی طالب وهو اعلم بالسنۃ منا (ارجح المطالب ۱۰۷)

(۸) وعن ابی حازم قال جاء رجل الی معاویۃ فسألہ عن مسئلۃ فقال سل عنها علی بن ابی طالب فهو اعلم قال یا امیر المومنین جوابک فیها احب الی من جواب علی قال بئس ما قلت لقد کرهت رجلا کان رسول اللہ یغرہ بالعلم غرا ولقد قال لہ انت منی بمنزلۃ هارون

سے پوچھا کہ کیا آنحضرت کے اصحاب میں کوئی شخص حضرت علی سے زیادہ عالم تھا عطا نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں ہوتا جو آپ سے زیادہ عالم ہو۔

(۶) مسروق کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کے اصحاب کے بارے میں غور کیا معلوم ہوا کہ ان کا علم حضرت عمر۔ حضرت علی۔ عبد اللہ ابن مسعود۔ ابوالدرداء۔ معاذ ابن جبل۔ زید ابن ثابت کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ پھر میں نے ان سب کے متعلق غور کیا تو معلوم ہوا کہ دو آدمیوں کی طرف منتہی ہوتا ہے حضرت علی و عبد اللہ ابن مسعود کی طرف پھر ان دونوں میں غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ جناب علی مرتضیٰ ہی عبد اللہ ابن مسعود پر فضیلت رکھتے ہیں اس کی تخریج خوارزمی نے کی۔

(۷) حضرمی ابوالدرداء سے ناقل ہیں کہ عالم تین ہیں ایک شام میں (اپنے کو مراد لیا) دوسرے کوفہ میں وہ عبد اللہ ابن مسعود ہیں تیسرے مدینہ میں وہ علی ابن ابی طالب ہیں وہ ہم سے زیادہ آنحضرت کی سنت جاننے والے ہیں۔

(۸) ابن ابی حازم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے معاویہ ابن ابی سفیان سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے کہا حضرت علی سے جاکر پوچھو کیونکہ وہ زیادہ عالم ہیں وہ کہنے لگا اے امیر المومنین مجھکو تمہارا جواب اُن کے جواب سے زیادہ بہتر ہے۔ معاویہ نے کہا تو نے یہ اچھی بات نہ کہی ایسے شخص سے تو نے کراہت ظاہر کی جن کے پیالے کو آنحضرت نے علم سے بھرا اور

من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی وکان عمر اذا اشکل علیه شیء اخذه منه اخرجه احمد فی المناقب (ریاض النضرة جلد۲ صفحہ ۱۹۵)

(۹) عن سعید بن المسیب انه قال لم یکن احد من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول سلونی الا علیاً اخرجه احمد فی المناقب والبغوی فی المعجم وابو عمر ولفظه ما کان احد من الناس یقول سلونی غیر علی بن ابی طالب

ریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۱۹۸

اُن کے لئے فرمایا کہ تم میرے ساتھ بمنزلہ ہارون موسےٰ کے ہو لیکن نبوت میرے بعد نہیں ہے حضرت عمر کو جب کوئی مشکل بات پیش آتی تو اُن سے دریافت کرتے۔

(۹) سعید ابن المسیب سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سوائے حضرت علی کے اور کوئی اس لفظ کو کہ مجھ سے پوچھو نہیں کہتا تھا۔ امام احمد نے مناقب میں لکھا اور بغوی نے معجم میں اور ابو عمر بھی ناقل ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں کہ لوگوں میں سوائے حضرت علی کے اور کوئی نہیں تھا جو یہ کہتا ہو کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو

فضائل علمیہ مشتمل بر دو قسم تعلیمی و ذہنی

حضرت علیؓ کے فضائل علمی کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فضائل کی دونوں قسموں (یعنی تعلیمی و ذہنی) کو علیحدہ علیحدہ درج کیا جائے۔

قسم اول ــــــ تعلیمی

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو تعلیم و تعلم میں حضرت آدم علیہ السلام سے مشابہت حاصل تھی حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں جناب باری نے ارشاد فرمایا و علم آدم الاسماء کلھا حضرت علی مرتضیٰ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انا مدینة العلم و علی بابھا فمن اراد العلم فلیأت بھذا الباب یعنی میں شہر علم ہوں اور علی باب علم ہیں جو شخص علم حاصل کرنا چاہے وہ اُس دروازہ سے داخل ہو۔ گویا آنحضرت نے حصول علم کے لئے جناب علی مرتضیٰ کے توسط کو لازمی و ضروری قرار دیا۔

علم بالقرآن

اسلام کے علوم و معارف کا اصل سرچشمہ کلام پاک ہے۔ حضرت علیؓ اس سرچشمہ سے ایسی اچھی طرح

سیراب تھے کہ اس پر زیادتی محال تھی۔ آپ اُن اصحاب میں سے تھے جنھوں نے آنحضرتؐ کی حیات ہی میں پورا کلام مجید حفظ کر لیا تھا نہ صرف لفظی طور سے حافظ تھے بلکہ اُس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شان نزول سے بھی واقف تھے۔ آنحضرت کو کلام مجید سُنایا اور سب سے پہلے اُس کو جمع کیا۔ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۶ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ وہ ہیں جنھوں نے قرآن کو جمع کیا اور آنحضرتؐ کے حضور میں پیش کیا۔ محمد ابن سیرین روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیعت کرنے میں ذرا توقف کیا حضرت ابوبکرؓ نے وقت ملاقات پوچھا کیا آپکو میری بیعت میں تامل ہے آپنے کہا نہیں میں نے اس امر کی قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن شریف جمع نہ کروں گا بجز نماز کے وقت کے چادر نہ اوڑھوں گا یعنی اور کوئی کام نہیں کروں گا بعد جمع قرآن آپنے بیعت کی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ و ترجمہ تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۹۷) ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سے جب لوگوں نے بیعت کی اور جناب علی مرتضیٰؓ خانہ نشین ہوئے تو لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہنا شروع کیا کہ حضرت علیؓ نے آپ کی بیعت سے کراہت ظاہر کی تب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے کہلا بھیجا کہ کیا آپکو مجھ سے بیعت کرنے میں کراہت ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں۔ پھر اُنھوں نے پوچھا کہ خانہ نشین کیوں ہو گئے آپنے فرمایا کہ میں یہ سمجھا کہ کلام مجید میں کچھ نہ کچھ زیادتی ضرور کی جائے گی۔ لہٰذا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں اپنی ردا سوائے نماز کے اور کسی وقت نہ اوڑھوں اور جب تک کلام اللہ جمع نہ کر لوں اور کوئی کام نہ کروں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آپ کی رائے مناسب ہے۔ فہرست ابن الندیم صفحہ ۴۱ میں بروایت عبد خیر حضرت علی سے مروی ہے کہ وقت وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کا اختلاف حضرت علیؓ نے دیکھا تو قسم کھائی کہ جب تک قرآن شریف جمع نہ کر لوں گا کوئی کام نہ کروں گا۔ چنانچہ تین دن تک گھر میں بیٹھکر آپنے قرآن کو جمع کیا۔ عبد خیر کہتے ہیں کہ سب سے اول یہ قرآن جمع ہوا یہ قرآن حضرت جعفرؓ کے یہاں تھا۔ ابن الندیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ابو یعلی حمزہ حسنی کے یہاں دیکھا جس کے چند اوراق تھے یہ بطریق وراثت بنو حسن کے یہاں تھا اُس میں سورتوں کی ترتیب اس مصحف کی طرح تھی۔ مناقب خوارزمی میں بھی بروایت عبد خیر بعد انتقال آنحضرت جمع قرآن فرمانا مرقوم ہے۔ ترتیب قسم آن کے متعلق

تعلق جمع قرآن

ارجح المطالب صفہ ۱۱۰ میں بروایت ابو عمر عثمان مرقوم ہے کہ حضرت علیؓ نے سب سے پہلے سورۂ علق لکھی پھر سورۂ مدثر پھر مزمل پھر تبت یدا پھر تکویر اسی طرح تمام مکی سورتیں پہلی تھیں اس کے بعد مدنی سورتیں تھیں مولوی حاجی معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفہ ۲۸۹ میں لکھتے ہیں کہ" ابن سعد میں ہے کہ آپ نے آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد چھ مہینہ تک جو گوشہ نشینی اختیار کی اس میں آپ نے تنہا بیٹھکر قرآن مجید کی تمام سورتوں کو نزول کی ترتیب سے مرتب کیا ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں سورتوں کی اس ترتیب کو نقل کیا ہے" فہرست ابن الندیم مقالہ اولیٰ فن ثالث صفہ ۳۶ لغایت صفہ ۴۰ میں ترتیب قرآن کے متعلق روایات لکھی ہیں صفہ ۳۹ میں مصحف عبداللہ ابن مسعود کی ترتیب قرآن کا ذکر ہے اس کے بعد مصحف ابی ابن کعب کی ترتیب کا جن میں سورتوں کے نام بہ ترتیب نزول مرقوم نہیں - ابن الندیم نے ترتیب نزول کی جہاں فہرست دی ہے وہ بروایت نعمان ابن بشیر لکھی ہے - حضرت علیؓ کا وہاں کہیں تذکرہ نہیں کیا - ملاحظہ ہو صفہ ۱۳ اور حضرت علیؓ کے مصحف کا جہاں پر تذکرہ کیا ہے وہاں پر کہیں ترتیب نزول کے متعلق کچھ نہیں لکھا ملاحظہ ہو روایت عبدخیر صفہ ۱۴ کتاب الفہرست - ترتیب نزول کا تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا صفہ ۱۹۷ میں اس طور پر کرتے ہیں کہ" لوگوں کا گمان ہے کہ آپ نے قرآن شریف اسی ترتیب سے جمع کیا تھا جس طرح کہ نازل ہوا تھا محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ اگر وہ قرآن شریف ہمارے پاس تک پہنچتا تو علم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوتا - یہ روایت البتہ ابو عمر عثمان والی روایت کی مؤید ہو سکتی ہے بشرطیکہ صحیح ہوتے۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو علم ناسخ و منسوخ میں بھی کمال حاصل تھا اس امر کو آپ پورے طور پر جانتے کہ کون آیت ناسخ اور کون منسوخ ہے اس امر میں آپ کو بہت غلو تھا جس کو اس امر میں درک نہ ہوتا اس کو آپ درس اور وعظ سے روک دیتے چنانچہ جامع مسجد کوفہ میں جو شخص وعظ و تذکیر کرنا چاہتا تھا تو آپ اس سے دریافت کر لیا کرتے تھے کہ تم کو ناسخ و منسوخ آیات کا بھی علم ہے اگر وہ نفی میں جواب دیتا تو آپ اس کو تنبیہہ فرماتے اور درس و وعظ کی اجازت نہ دیتے۔

اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ کو ظاہری علوم کے علاوہ آنحضرت صلعم نے کچھ اور خاص باتیں بتائی تھیں - لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ قرآن کے علاوہ آپ کے پاس اور بھی کچھ ہے - آپ نے فرمایا نہیں -

والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ الا فہما یؤتیہ اللہ عزوجل رجلا فی القرآن او ما فی الصحیفۃ الخ (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۷۹ و ۱۰۰ و بخاری کتاب الآیات)

قسم اُس ذات کی جو دانہ سے درخت اُگاتا ہے اور جان کو جسم میں پیدا کرتا ہے قرآن کے سوا میرے پاس کچھ نہیں لیکن قرآن کو سمجھنے کی قوت یعنی فہم البتہ ہے اور یہ ایسی دولت ہے کہ خدا جس کو چاہے دے اور چند حدیثیں بھی میرے پاس ہیں۔

اس موقعہ پر حضرت علیؑ نے جو قسم کھائی اُس میں خاص نکتہ مضمر ہے۔ قرآن کی آیتوں کی تشبیہ تخم اور جسم سے دی اور اس کے معانی اور مقاصد کی تشبیہ درخت سے دی ہے درخت تخم ہی سے پیدا ہوتا ہے اور جان جسم ہی میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ جس طرح ایک چھوٹے سے تخم سے عظیم الشان درخت ظاہر ہوتا ہے جو حقیقتاً اُسی تخم کے اندر مخفی ہوتا ہے اسی طرح سے روح بھی جسم کے اندر مخفی رہتی ہے۔ جس سے تمام اعمال و افعال انسانی ظاہر ہوتے ہیں۔ کلام مجید کے ظاہری الفاظ سے بھی ہر صاحب فہم اپنے استعداد کے موافق معانی و مطالب اخذ کرسکتا ہے۔

طبقات ابن سعد و تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ یہ کہاں اور کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے بوجہ کمال موہبت مجھے عقل کامل و لسان ناطق عطا فرمائی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶)

ابو الطفیل عامر ابن واثلہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کے حضور میں حاضر ہوا وہ فرما رہے تھے کہ مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم تم لوگ جو بات مجھ سے دریافت کروگے میں تم کو اُس سے مطلع کروں گا مجھ سے کتاب اللہ کے بارہ میں پوچھو بخدا کوئی آیت ایسی نہیں جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو کہ یہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں، زمین ہموار میں یا پہاڑ پر (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۶ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ و ترجمۂ تاریخ الخلفا للسیوطی صفحہ ۱۹۶)

عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ کلام مجید سات حرفوں پر نازل ہوا اور کوئی حرف ایسا نہیں جس کے لئے ظاہر و باطن نہ ہو۔ اُس کا ظاہر و باطن درحقیقت حضرت علیؑ کے پاس ہے[1] ملا مبین فرنگی محلی وسیلۃ النجاۃ

[1] ینابیع المودۃ صفحہ ۷۔

صفحہ ۱۴۰ میں بعد اس ارشاد کے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (سب تر و خشک اس کتاب میں ہے)۔ حضرت علیؑ کو ہفت بطن (حرف) قرآن کا علم تھا اور ہر رطب و یابس جو قرآن میں نازل ہوا وہ امام العالمین کے حیطۂ علم میں تھا۔ عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے ستر سورتیں قرآن شریف کی آنحضرتؐ سے پڑھیں اور بہترین خلق علیؑ ابن ابی طالب نے پورا کلام مجید ختم کیا۔

جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ میں بروایت حضرت ام سلمہ مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سُنا ہے۔ کہ قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گی جب تک کہ حوض کوثر پر وارد نہ ہوں (حدیث القرآن مع علیؑ) کے متعلق روایات حصہ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں مذکور ہو چکے۔

امام احمد مناقب میں بروایت عبد اللہ ابن عیاش زرقی لکھتے ہیں کہ لوگوں نے اُن سے کہا کہ حضرت علیؑ کے حال سے ہمیں مطلع کرو وہ کہنے لگے ہم کو اس کی ممانعت ہے اور اس کی باز پرس بھی ہوتی ہے اور ہم کو یہ بُرا بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہم وہ بات کہیں جو ہمارے بنی عم (بنی امیہ) کہہ رہے ہیں۔ علی ایسے تھے جو مزاح بھی کرتے تھے اور جب ڈراتے تھے تو لوہے کے دانتوں سے ڈراتے تھے اُن سے پوچھا گیا کہ لوہے کے دانتوں سے کیا مراد ہے۔ عبد اللہ نے کہا قرأت قرآن فقہ فی الدین شجاعت و سماحت مراد ہے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

حضرت علی کو کلام مجید سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ تحکیم کے مسئلہ میں جب خوارج نے آپ پر اعتراض کیا کہ فیصلہ کا حق سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ان الحکم الا للہ تو آپ نے تمام حفاظ اور واقف کاران کلام مجید کو جمع کر کے فرمایا کہ زوج و زوجہ میں جب اختلاف رائے ہو جائے تو حکم بنانے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے (ان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلہا) اور امت محمدیہ میں جب اختلاف رائے ہو جاتے تو حکم بنانا جائز نہ ہو اس کے کیا معنی کیا تمام امت محمدیہ کی حیثیت ایک مرد اور ایک عورت سے بھی خدا کی نگاہ میں کم ہے (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ا صفحہ ۸۶ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

علم بالتوراۃ والانجیل والزبور!

شیخ سلیمان بلخی کی ینابیع المودۃ صفحہ میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میرے لئے مسند بچھائی جائے اور میں اُس پر بیٹھوں تو اہل توراۃ کے لئے اُن کی توراۃ سے اور اہل انجیل کے لئے اُن کی انجیل سے اور اہل زبور کے لئے اُن کی زبور سے اور اہل قرآن کے لئے اُن کے قرآن سے حکم دے سکتا ہوں۔ اس لئے صحابۂ کرام کتاب اللہ کے احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے اور فتوے اُن سے اخذ کرتے۔ حضرت عمرؓ نے متعدد مرتبہ فرمایا لولا علی لھلک عمر اور آنحضرت نے فرمایا اعلم امتی علی ابن ابی طالب۔ شرح کبریت الاحمر میں اس ارشاد کے بعد تحریر ہے کہ حضرت علی کی جامعیت علم خاتم الرسل اور علوم شرائع انبیاء سابقین سے دیکھنا چاہئے یہ جامعیت مطالعۂ کتب سے نہ تھی بلکہ یہ جامعیت وراثت نبوی وعلم لدنی والہامات الٰہیہ سے تھی یہی مرتبۂ انسان کامل ہے جو آخر تنزلات خمسہ سے ہے جس کو صوفیہ کے یہاں حضرات خمسہ کہتے ہیں اور انسان کامل تمام مظاہر الٰہیہ کا جامع ہوتا ہے اور وہ ہمارے آنحضرتؐ اور حضرت علیؓ تھے۔

حضرت علیؓ کے اس ارشاد پر ابوہاشم نے اعتراض کیا کہ توریت منسوخ ہو چکی اُس کے موافق حکم کیونکر جاری ہو سکتا ہے۔ یہ اعتراض ابوہاشم کا محض فضول ہے اس لئے کہ حضرت علی کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں جو ابوہاشم نے سمجھا۔ بلکہ اُس سے مراد یہ ہے کہ احکام منسوخہ توریت اور احکام ناسخہ کلام مجید ان سب کا تفصیلی علم مجھ کو حاصل ہے اور میں اُن کتابوں کے احکام کے مطابق ذمی اور یہود اور نصاریٰ کے قضایا کا فیصلہ کر سکتا ہوں اور اُن کتابوں کے نصوص سے واقف ہوں جو آنحضرتؐ کی بعثت پر دلالت کرتے ہیں اور انہیں سے ان لوگوں پر حجت قائم کر سکتا ہوں۔ بہر صورت یہ ارشاد مرتضوی ہرگز قابل اعتراض نہ تھا ابوہاشم نے معلوم نہیں کہ کیا سمجھ کر اعتراض کیا ملاحظہ ہو ذیل کا واقعہ جو اس ارشاد کی سب سے بہتر تشریح ہے۔

اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک یہودی نے آکر پوچھا کہ ہمارا رب کب سے تھا لوگ اُسے مارنے کے لئے اُٹھے آپ نے روکا پھر اُس سے فرمانے لگے جو کچھ میں کہوں اُسے یاد رکھنا اور اپنی توریت میں جا کر اُسے دیکھ لینا۔

يقال متى كان ربنا الم يكن ثم كان فاما من لم يزل بلا كيف يكونه بلا كينونة كائن كان لم يزل قبل القبل وبعد البعد لا يزال بلا كيف ولا غاية ولا منتهى اليه انقطعت دونه الغايات فهو غاية كل غاية۔

کہتا ہے کہ ہمارا رب کب سے تھا تو کیا تیرے خیال میں وہ نہیں تھا پھر ہو گیا وہ ہمیشہ سے تھا بلا کیف اور بلا کسی ثبوت کے ثابت تھا ہمیشہ قبل سے قبل تھا اور بعد سے بعد تک رہیگا ہمیشہ بلا کیف بلا غایت اور بلا انتہا رہیگا اُسی کی طرف غایات کا انقطاع اُس کے علاوہ ہو جاتا ہے وہی ہر غایت کی غایت ہے۔

یہ سن کر یہودی رونے لگا اور کہنے لگا واللہ اے امیر المومنین توریت میں حرف بہ حرف اسی طرح ہے میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندہ ور رسول ہیں (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۵)

اس واقعہ کو مختصراً بلا ذکر راوی شیخ کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی نے بھی مطالب السئول فی مناقب آل الرسول صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے۔

علم بالتفسیر

حضرت عبداللہ ابن عباس رئیس المفسرین و ترجمان القرآن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خاص شاگرد دل میں ہیں ان سے سعید ابن جبیر روایت کرتے ہیں کہ جب ہم کو حضرت علیؑ سے کوئی بات معلوم ہو جاتی ہے تو ہم پھر اور کسی سے نہیں دریافت کرتے (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۷۵) اور فرماتے تھے کہ ایک رات ہم لوگوں سے حضرت علیؑ نقطہ بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی شرح فرمانے لگے تو صبح ہو گئی۔ در المنظم میں ہے کہ تمام اسرار کتب سماویہ قرآن میں ہیں اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورہ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بار بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بار بسم اللہ میں ہے وہ نقطہ بار میں ہے حضرت علیؑ کا قول ہے۔

انا النقطة التی تحت الباء۔ العلم نقطة كثرها الجاهلون والالف وحدة عرفها

میں وہ نقطہ ہوں جو ب کے نیچے ہے۔ علم ایک نقطہ ہے ناواقفوں نے اُس کو بڑھا دیا اور الف میں یکتائی

الراسخون ۔ سلونی عن اسرار الغیوب فانی وارث علوم الانبیاء والمرسلین وانا قرآن الناطق (ینابیع المودۃ صفحہ ۶۹)

ہے جس کو راسخین نے پہچانا۔ غیبی اسرار مجھ سے پوچھو میں انبیاء و مرسلین کے علوم کا وارث ہوں اور میں قرآن ناطق ہوں (یہ آپ نے جنگ صفین میں جب اہل شام نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تھے تب فرمایا تھا۔

ابن طلحہ حلبی شافعی الدر المنظم میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کا ارشاد ہے اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی اتنی بسیط تفسیر کروں کہ ستر اونٹوں پر ہو یعنی کتابی صورت سے اتنی جلدیں اُس کی ہوں کہ جو ستر اونٹوں پر رکھی جاسکیں۔ اور فرماتے ہیں

لقد حزت علم الاولین وانی ؛ ظنین بعلم الاخرین کتوم ؛ وکاشف اسرار الغیوب باسرھا ؛ وعندی حدیث حادث وقدیم ؛ وانی لقیوم علی کل قیم ؛ محیط بکل العالمین علیم (ینابیع المودۃ صفحہ ۶۵)

بیشک میں نے علم اولین کو گھیر لیا اور میں علم آخرین کو پوشیدہ رکھنے والا ہوں۔ میں کل اسرار غیبی کا کھولنے والا ہوں۔ میرے پاس نئی اور پُرانی باتیں دونوں ہیں میں ہر چیز قائم رکھنے والی کا قیوم ہوں اور اپنے علیم ہونے کی حیثیت سے کل عالم کا احاطہ کرنے والا ہوں۔

مناقب میں ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ مُردہ کو زندہ کرتے اور حضرت سلیمان چڑیوں کی بولیاں سمجھتے تھے کیا آپ میں بھی یہ قدرت ہے۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ ہُدہُد پر ناخوش ہوئے تھے اُس کو جب حاضر ہونے میں دیر ہوئی تھی۔ وہ پانی تلاش کرتا اور لوگوں کو بتاتا تھا حضرت سلیمانؑ اس امر کو نہیں جانتے تھے کہ ہوا کے نیچے پانی ہے یا نہیں باوجودیکہ ہوا اور چیونٹی اور جن و انس اور شیاطین اور دیو اُن کے مطیع تھے۔ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے

ولو ان قرانا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتی (پ ۱۳ رعد)

اور اگرچہ کوئی قرآن ہوتا کہ چلائے جاتے اس کے ساتھ پہاڑ یا کاٹی جاتی اُس کے ساتھ زمین یا بلوائے جاتے اس کے ساتھ مُردے

وما من غائبة فی السماء والارض الا فی

اور کوئی چیز آسمان و زمین میں پوشیدہ نہیں ہے مگر کتاب

کتاب مبین (پ۲۰ نمل) — مبین میں ہے۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عباد نا (پ۲۲ فاطر) — پھر ہمنے وارث کیا کتاب کا اُن لوگوں کو جن کو ہمنے اپنے بندوں سے برگزیدہ کیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم اس قرآن کے وارث ہیں جس سے پہاڑ چلائے گئے اور شہر کاٹے گئے اور مردے زندہ کیئے گئے اُسی سے ہم پانی کو پہچانتے ہیں اور ہم اُس کتاب کے وارث ہوئے ہیں جس میں ہر چیز کا بیان ہے (ینابیع المودۃ صفحہ)

یحییٰ بن ام الطویل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قرآن اور اُس کی تفسیر کے متعلق جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو۔ نزول آیت کے وقت اگر میں موجود نہ ہوتا تو آنحضرت اُس کو اپنے حافظہ میں رکھتے اور جب میں آتا تو مجھ کو پڑھاتے اور فرماتے کہ اے علیؑ تمہاری غیر موجودگی میں یہ یہ آیتیں نازل ہوئیں اُن کی تاویل یہ ہے (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۳)

غرضکہ حضرت علیؑ کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہے اور صحابہ میں سوائے حضرت ابن عباسؓ کے جو خود اس خیاباں کے خوشہ چیں تھے اس فن میں آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ تفاسیر میں (مثلاً ابن جریر طبری و ابن ابی حاتم و ابن کثیر و درمنثور جلال الدین سیوطی وغیرہ) آیات کی شرح و تفسیر کے متعلق حضرت علی کی روایات و ارشادات اس کثرت سے منقول ہیں کہ اگر اُن کا استقصا کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ مرویات و ارشادات متعلق بہ تفسیر ناظرین جلد پنجم کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

علم بالقرأت

اس امر میں تمام ارباب سیر متفق ہیں کہ حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں تمام کلام مجید حفظ کر کے آنحضرتؐ کو سنا دیا تھا۔ تمام آئمہ قرأت مثل ابو عمر بن العلاء و عاصم ابن ابی النجود وغیرہ ابو عبدالرحمٰن قاری سلمی کے شاگرد ہیں اور انہی سے سند لیتے ہیں اور یہ حضرت علی کے شاگرد ہیں۔ تابعین کی ایک جماعت نے قرآن کو حضرت علی سے روایت کیا ہے

کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السؤل صہ ۹۸ میں لکھتے ہیں کہ علم قرأت میں مشہور امام الکوفیین عاصم ابن ابی نجود تھے۔ جن سے عالم میں قرأت بہت پھیلی اور قرا و مشہور ابوبکر و حفص کے ذریعہ سے اُن کی روایت اخذ کی گئی وہ اس امر میں ابو عبد الرحمٰن سلمی کے شاگرد تھے اور ابو عبد الرحمٰن حضرت علی کے شاگرد تھے۔ انھوں نے آپ سے نقل بھی کیا اور ماخذ بھی کیا اور آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا اور استفادہ حاصل کیا اس وجہ سے عاصم حضرت علیؑ کے شاگرد کے شاگرد ہوئے

استیعاب جلد ۲ صہ ۴۷۵ میں ہے کہ شیخ القرار ابو عبد الرحمٰن سلمی کا قول ہے کہ میں نے حضرت علیؑ سے زیادہ کوئی قاری نہیں دیکھا میں نے ایک مرتبہ اُن کی اقتدا میں نماز پڑھی اُن کو ایک جگہ متشابہ پڑگیا تو وہ برزخ پڑھ گئے یعنی ایک حرف چھوڑ گئے جب قرآن شریف پڑھتے پڑھتے دور نکل گئے تو وہاں سے پھر اُس متشابہ کے مقام پر لوٹے اور اس کو پڑھا اور پھر اپنے مقام پر لوٹ گئے اور سلسلۂ قرأت نہ ٹوٹا ۔[۱]

علم بالحدیث

حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے تقریباً تیس سال آغوش نبوی میں تعلیم پائی اور بیشتر حصۂ عمر رفاقت نبوی میں بسر کیا یہ تو ظاہر ہی ہوتا ہے کہ احکام و فرائض و ارشادات نبوی کا ان سے زیادہ کوئی واقف کار نہیں ہو سکتا تھا۔ وفات نبوی کے بعد اکابر صحابہ میں سے سب سے زائد عمر انہیں نے پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریباً تیس سال تک مسند ارشاد و ہدایت پر جلوہ گر رہے یعنی خلفائے سابقین کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ کے سپرد رہی اور اُن کے بعد جب خود مسند خلافت پر مامور ہوئے تب بھی یہ فیض جاری رہا۔ اس لئے تمام خلفا میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کو سب سے زیادہ ملا اور اسی لئے خلفائے سابقین کے مقابلہ میں آپ کی روایتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ تاہم اس بنا پر کہ احادیث کی

[۱] اس طرح لوٹ کر پڑھنے کو برزخ کہتے ہیں۔ برزخ سے مراد علم قرأت میں یہ ہے کہ پڑھتے پڑھتے اگر متشابہ لگ گیا یا کچھ چھوٹ جانے کا خیال آجائے تو اُسی جگہ کو دُہرا کر جہاں اس کو حرف ساقط ہو جانے کا متشابہ لگا ہے پھر اُس جگہ پر رجوع کر لے جہاں کہ پڑھ رہا ہو اگرچہ درمیان میں کلام مجید کا بہت بڑا حصہ ہی کیوں نہ آجائے۔ برزخ شک اور یقین کے درمیان کو کہتے ہیں کیونکہ دراصل برزخ دو شے کے درمیان کے معنوں میں آتا ہے۔ ۱۲

روایت میں آپ بھی دیگر خلفا اور اکابر صحابہ کی طرح محتاط اور متشدد تھے عام کثیر الروایۃ صحابہ کے مقابلہ میں آپکی روایتیں ضرور بہت کم ہیں جس کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔ تقلیل روایت کا سب سے بڑا سبب اُس زمانہ میں لوگوں کا حضرت علیؓ سے بغض تھا۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر نمری قرطبی استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵ میں ثوری سے اور وہ ابوالقیس ازدی سے ناقل ہیں کہ میں نے لوگوں کو تین گروہ پر منقسم پایا اول اہل دین جو حضرت علی کے دوست تھے۔ دوسرے محب دنیا جو معاویہ بن ابی سفیان کو دوست رکھتے تھے تیسرے خوارج

کتب تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کی جماعت چار گروہ پر منقسم ہو گئی تھی۔ پہلا گروہ بنی امیہ کا تھا جو ابتداء خلافت سے حضرت علیؓ کا مخالف تھا اس کی بڑی جماعت شام میں تھی یہ گروہ بوجہ خصومت حضرت علیؓ سے بالکل روایت نہیں کرتا تھا اور اسی گروہ کے بدولت حضرت علیؓ پر لعن وطعن سب وشتم برسر محراب ومنبر ہوتا رہا۔ سوء اتفاق سے اسی گروہ کو حضرت علیؓ کے بعد حکومت ملی یہ خوب کھُل کھیلا۔ ان میں سر گروہ معاویہ۔ عمرو ابن العاص۔ ابوالاعور۔ مروان۔ حریز ابن عثمان۔ ابراہیم جوزجانی وغیرہ تھے۔ بنی امیہ نے تو اپنے بغض وعناد کو اس درجہ ظاہر کیا کہ جو حضرت علی کی تعریف کرتا اُس کو زدوکوب کرتے امام نسائی محدث کی اسی میں جان گئی اس گروہ کا نام نواصب ہوا۔

دوسرا گروہ وہ تھا جو حضرت علیؓ کے خلاف تو نہیں تھا لیکن بظاہر طرفدار بھی نہیں تھا بنی امیہ کے رعب کی وجہ سے حضرت علیؓ کا نام زبان پر نہ لاسکتا تھا۔ چہ جائیکہ ان سے روایت حدیث علی الاعلان کرتا۔ صحیح مسلم کتاب الامارۃ والجماعۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ ومسند امام احمد ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں تو یہانتک موجود ہے کہ معاویہ اور اُن کے بیٹے یزید عبداللہ ابن عمرو بن العاص کو بوجہ ذکر فضائل حضرت علیؓ بیان حدیث سے ممانعت کرتے تھے۔

تیسرا گروہ وہ تھا جو حضرت علیؓ کے متبعین کا تھا لیکن جنگ صفین کے بعد اس گروہ کے دو فریق ہو گئے تھے ایک فریق آپ کا دشمن ہو گیا جو خوارج کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ گروہ بہ نسبت پہلے گروہ کے زیادہ خصومت رکھنے لگا اور جنگ نہروان کے بعد خون کا پیاسا ہو گیا اسی گروہ کے ہاتھ سے حضرت علیؓ شہید بھی ہو گئے یہ لوگ بوجہ شدت خصومت حضرت علیؓ سے روایت حدیث نہیں کرتے تھے روایت کرنا تو درکنار حضرت

علی کے متعلق نعوذ باللہ کفر تک کے قائل تھے۔

چوتھا گروہ وہ تھا جو جان و دل سے حضرت علیؓ کی محبت پر ثابت قدم تھا اول تو اس کی تعداد کم تھی دوسرے بخوف بنی امیہ یہ لوگ مخفی طور سے حضرت علیؓ کی روایت کو بیان کرتے تھے۔ ظاہری طور پر نام زبان پر نہیں لاتے تھے۔

شیخ جمال الدین مزی تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں کہ محمد ابن موسیٰ الجرشی نے بیان کیا کہ ہم سے ثمامہ بن عبیدہ نے کہا ۔ ۔ ۔ کہ ہم نے عطیہ ابن محارب سے نقل کیا کہ یونس ابن عبید کہتے تھے کہ میں نے حسن بصری سے کہا کہ اے ابوسعید تم ہمیشہ یہی کہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ حالانکہ تم نے آنحضرت کو نہیں دیکھا ہے۔ حسن بصری نے کہا تو نے اس وقت مجھ سے ایسی بات پوچھی جو اب تک کسی نے نہیں پوچھی اگر تیری قدر و منزلت میرے نزدیک نہ ہوتی تو میں ہرگز تجھ سے نہ بیان کرتا تو دیکھتا ہے کہ میں کس زمانہ میں ہوں (یہ حجاج کی امارت کا زمانہ تھا) تو نے جو مجھ سے قال رسول اللہ سنا ہے اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں نے اس حدیث کو حضرت علیؓ سے سنا ہے چونکہ میں ایسے وقت میں ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر نہیں کر سکتا اس لئے قال رسول اللہ کہتا ہوں (قول المستحسن فی شرح فخر الحسن صفحہ ۹۶ و روائح المصطفیٰ صفحہ ۸)

علامہ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ اثبات سماع الحسن البصری عن علی میں لکھتے ہیں کہ ایک جماعت نے حضرت علی سے حسن بصری کی سماعت حدیث کی نسبت انکار کیا ہے اور بعض متاخرین نے اسی کے ساتھ تمسک کر کے طریق خرقہ پوشی میں خدشہ نکالا ہے۔ اور ایک جماعت نے اس کو ثابت کیا ہے اور میرے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے مختارات میں اسی کا رجحان بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حسن ابن ابی الحسن بصری نے حضرت علی سے حدیث سنی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں سنی ہے۔ حافظ ابن حجر نے مختارات کے حاشیہ میں سماع کا اتباع کیا ہے۔

سماع بچند وجوہ ثابت ہوتا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ علماء فن اصول نے جس جگہ ترجیح کے وجوہ ذکر کئے ہیں وہاں لکھا ہے کہ مثبت کو نافی کی بات پر تقدم ہوتا ہے کیونکہ مثبت کا علم بہ نسبت نافی کے زیادہ ہوتا ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات سے دو برس قبل حضرت حسن بصری پیدا ہوئے ان کی والدہ خیرہ حضرت ام المومنین ام سلمہ کی خادمہ تھیں۔ حضرت ام سلمہ حسن بصری کو صحابہ کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں تاکہ وہ اُن کے حق میں برکت کی دعا کریں۔ حضرت ام سلمہ نے حسن بصری کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھی بھیجا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اُن کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ اے خدا اسکو دین سکھا اور لوگوں میں محبوب کر۔ حافظ جمال الدین مزی نے اس حدیث کو تہذیب الکمال میں روایت کیا ہے اور عسکری نے بھی کتاب المواعظ میں اس کی سند بیان کی ہے حافظ مزیؒ لکھتے ہیں کہ جس دن حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو حسن بصری مدینہ طیبہ میں موجود تھے اُس وقت اُن کی عمر چودہ سال کی تھی۔ حسن بصری اُن لوگوں میں سے تھے جو سات برس کی عمر میں صاحب تمیز اور بالغ ہو گئے تھے اور نماز کا حکم اُن پر جاری ہو گیا تھا وہ جماعت میں حاضر ہوا کرتے اور حضرت عثمانؓ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے حضرت عثمانؓ کی شہادت تک حضرت علیؓ مدینہ سے باہر نہیں گئے۔ اُن کی شہادت کے بعد کوفہ تشریف لے گئے پس یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ سے حدیث نہیں سُنی حالانکہ روزانہ وہ حضرت علی کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ خود حضرت علیؓ امہات المومنین کے یہاں جایا کرتے تھے اور حسن بصری اپنی والدہ کے ساتھ حضرت ام سلمہ کے بیت الشرف میں رہا کرتے تھے سیر و حدیث کی کتابوں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات میں جس قدر حضرت ام سلمہ کو حضرت علیؓ سے محبت تھی اتنی اور کسی کو نہیں تھی۔ حضرت علی بھی بہ نسبت اور ازواج مطہرات کے حضرت ام سلمہ کے یہاں زائد آتے جاتے ہوں گے اور بوجہ آمد و رفت حسن بصری جس قدر حضرت علی سے مانوس ہوں گے اتنا اور کسی سے ہو بھی نہیں سکتے تھے۔ عدم سماع اور ملاقات کی بحث فضول سی معلوم ہوتی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جو حدیثیں حضرت حسن بصری سے منقول ہیں وہ بھی اُن کی سماعت پر دلالت کرتی ہیں۔ حافظ مزیؒ نے تہذیب الکمال میں بطریق ابو نعیم اُن کو روایت کیا ہے اور جو حدیث کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے اسے امام احمد ابن حنبل نے اپنے مسند میں یوں لکھا ہے کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا کہ یوسف حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اُٹھا لیا گیا ہے (۱) لڑکے

سے جب تک کہ بالغ نہ ہو (۲) سوتے ہوئے سے جب تک کہ بیدار نہ ہو (۳) دیوانے سے جب تک کہ اس کا جنون جاتا نہ رہے۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی۔ نسائی نے اس حدیث کو حسن لکھا۔ حاکم نے مستدرک میں اور ضیا نے مختارات میں اس کی تصحیح کی۔ حافظ زین الدین شرح ترمذی میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ جس روز حضرت علیؓ سے بیعت کی گئی تھی اس روز حسن بصری کی عمر چودہ سال کی تھی انھوں نے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں دیکھا تھا۔ پھر حضرت علیؓ بصرہ و کوفہ تشریف لے گئے اس وقت سے حسن بصری نے پھر حضرت علیؓ سے ملاقات نہیں کی خود حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زبیرؓ کو حضرت علیؓ سے بیعت کرتے دیکھا ممکن ہے کہ نافی کے قول سے یہ مراد ہو کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ سے تشریف لے جانے کے بعد سے نہ دیکھا ہو۔ اس بیان سے تو یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حسن بصری حجاج کے خوف سے حضرت علیؓ کے مرویات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کر کے بیان کرتے تھے اور حضرت علیؓ کا نام نہیں لیتے تھے۔ لہٰذا اس سے یہ خیال کر لینا چاہیئے کہ دوسرے راویوں کو بھی اس قسم کا خوف تھا۔ جس کی وجہ سے وہ علی الاعلان حضرت علیؓ کے مرویات نہیں بیان کر سکتے تھے۔ ذیل میں ہم چند شواہد استناداً پیش کرتے ہیں۔

مولانا سید صدرالدین احمد[۱] روائح المصطفےٰ صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ امام مالک نے زمان بنی امیہ میں حضرت امام جعفر صادق سے کوئی حدیث روایت نہیں کی یہاں تک کہ بنی العباس کا زمانہ آیا اس زمانہ میں البتہ ان سے روایت کی اس میں اوروں کو شریک کر لیا۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ذہبی اوزاعی اور زہری حضرات ایک ایک حدیث مناقب اہلبیت میں روایت کرتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی بنی امیہ سے مخوف تھے ملاحظہ ہو اسد الغابہ۔ غور کرنا چاہیئے کہ امام شافعی و امام احمد ابن حنبل کو اہلبیت سے کس قدر عقیدت تھی یہ دونوں حضرات آئمہ کے زمانہ میں ایک ہی شہر میں رہتے تھے مگر جتنی تاریخیں کہ اس وقت پیش نظر ہیں ان سے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان سے ملاقات بھی ہوئی یا نہیں ان لوگوں نے جب دیکھا کہ امام ابوحنیفہ بسبب محبت و

---

[۱] مولوی صدرالدین احمد نے اپنا مفصل حال روائح المصطفےٰ کے خاتمہ میں دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حسنی و حسینی سید حضرت مولانا بحرالعلوم فرنگی محلی کے تین واسطے سے شاگرد تھے تحدیثاً للنعمۃ انھوں نے اپنا سلسلۂ تلمذ بھی لکھا ہے۔ سنہ ۱۲۵۹ھ میں یہ پیدا ہوئے اور سنہ ۱۳۰۲ھ میں انھوں نے یہ کتاب تالیف کی۔ ۱۲ مولف۔

اعتقاد ہلاک ہوئے اور امام مالک بھی متاذی ہوئے یہ لوگ بھی بوجہ خوف غالباً ملاقات کو نہیں گئے اور اگر مخفی گئے بھی ہوں گے تو اظہار نہ فرمایا ہوگا گویا علماء سلطنت کی طرف سے صراحتاً ہو یا کنایتاً آئمہ اہلبیت کی ملاقات و آمد ورفت سے روکے گئے تھے۔ امام ابو حنیفہ و امام مالک نے نفس زکیہ سے بیعت کی تھی اور بھی بہت سے اکابر نے بیعت کی تھی۔ منصور عباسی نے سب کو متاذی کیا امام ابو حنیفہ سے جب پوچھا گیا کہ تم نے کس سے علم حاصل کیا اُنھوں نے کہا کہ حضرت علیؑ اور اُن کے اصحاب سے یہی امر باعث غضب منصور عباسی ہوا اس لئے مقتدایان اہلسنت میں سے جس شخص نے ان سے مخفی طور پر اخذ علم کیا وہ بوجہ خوف اُس کو ظاہر نہ کرسکا جیسے کہ حضرت حسن بصری کے مراسیل ہیں اور میرے خیال میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے جو بات اِن سے سنی وہی اور دیگر ثقات سے بھی سنی ہوگی۔ روایت کرتے وقت اہلبیت کا نام ترک کر دیا ہوگا ورنہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے صرف آٹھ ہی حدیثیں اپنے جد سے روایت کی ہیں اور دیگر صحابہ سے اس سے بہت زائد مروی ہیں باوجودیکہ آپنے اتنی عمر پائی اُن سے اس قدر قلیل روایت ہونے کی بجز مذکورہ بالا وجوہ کے اور کوئی وجہ سوجھ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

مکثرین اصحاب سے حضرت علیؑ کے مرویات میں کمی کے اسباب قوت حافظ کی قلت یا عدم توجہ دربارۂ حفظ احادیث نہ تھی حسب معجزۂ دعائے نبوی آپ اپنے زمانہ میں قوت حافظہ میں فرد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت نزول آیہ کریمہ وتعیہا اذن واعیہ[۱] فرمایا تھا سألت اللہ ان یجعلہا اذنک یا علی[۲] حافظہ بہت قوی تھا کسی بات کو کبھی بھولتے نہیں تھے اس کے علاوہ آپ لوگوں کو اس کی ہدایت بھی کرتے رہتے تھے کہ دین کی وہی باتیں بیان کرو جس کو کہ عوام سمجھ سکیں کیا تم اس امر کو دوست رکھتے ہو کہ خدا اور اس کے رسول کی باتیں جھٹلائی جائیں بفحوائے حدیث کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم حضرت علی اسرار و معارف بہت کم بیان فرماتے تقلیل روایت کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے ورنہ حضرت ابوہریرہ و دیگر صحابہ سے کہیں زیادہ حضرت علی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر رہے اور بہت کچھ سنا تعلیم و تربیت حاصل کی ایسا کہ حامل مرتبۂ ولایت و باب مدینۂ علم ہوئے۔

---

[۱] ترجمہ اور یاد رکھے اُسے کان سننے والا ۱۲۔
[۲] ترجمہ اے علی میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ تمہارے کان ایسے ہوجائیں۔ ۱۲

تکثیر و تقلیل روایت باعث فضل نہیں ہوا کرتی جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت علی کی روایات خلفائے ثلثہ سے بھی کم ہیں وہ اقوال انکی نافہمی وجہالت وحق پوشی کے سوا اور کچھ وقعت نہیں رکھتے۔

ذیل میں ہم حضرات خلفائے اربعہ کے مرویات کی تعداد کتب حدیث واسماء الرجال سے لکھتے ہیں جس سے ناظرین خود حقیقت کا اندازہ کر سکیں گے۔

مرویات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ ایک سو بیالیس (۱۴۲)

مرویات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ پانچ سو اُنچاس (۵۴۹)

مرویات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک سو چھیالیس (۱۴۶)

مرویات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پانچسو چھیاسی (۵۸۶)

ان پانچسو چھیاسی (۵۸۶) حدیثوں میں سے بیس (۲۰) حدیثیں متفق علیہ بخاری و مسلم میں ہیں اور نو (۹) حدیثیں صرف بخاری میں ہیں اور پندرہ یا دس (۱۰) صرف مسلم میں ہیں. غرضکہ صحیحین میں چوالیس (۴۴) یا انتالیس (۳۹) حدیثیں حضرت علیؑ کی مرویہ ہیں اس کے علاوہ اگر مرفوعات بھی مرویات سے ملائے جائیں تو ایک ہزار سے زیادہ تعداد ہو جائے۔ احادیث کو تحریری صورت میں لانے کا شرف ان چند صحابہ کو حاصل ہوا اُس میں حضرت علی کی ذات مستجمع الصفات بھی ہے۔ فہم قرآن مجید کے سلسلہ میں جو روایت اوپر گذری ہے اُس میں حدیثوں کا بھی ذکر ہے جس میں وہی حدیثیں ہیں جن کو حضرت علی نے آنحضرتؐ سے سُن کر ایک طویل کاغذ پر لکھ لیا تھا یہ تحریر لپٹی ہوئی آپ کی تلوار کی نیام میں لٹکتی رہتی تھی اسی کا نام حضرت علی نے صحیفہ رکھا تھا۔ اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آیا کرتا ہے ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب العلم باب کتابت العلم و کتاب الاعتصام و مسند امام احمد ابن حنبل جلد اول احادیث حضرت علی ابن ابی طالب صحیفہ میں فقہی احکام سے متعلق چند حدیثیں تھیں۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ حدیث ۱۱ صفحہ ۷۵ اور علامہ حسام الدین علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے جب لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ بہ نسبت دیگر صحابہ کے حدیث زائد روایت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب میں آنحضرتؐ سے پوچھتا تو مجھ سے بیان کرتے اور جب میں چُپ رہتا

تو آنحضرتؐ خود ابتدار کلام فرماتے۔ طبقات ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر احادیث آپ سے روایت ہوئیں اونتی کسی اور سے روایت نہیں ہوئیں۔ آپ نے علاوہ آنحضرتؐ سے براہ راست حدیثوں کے نقل فرمانے کے اپنے رفقا و ہمعصروں سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں چنانچہ اپنی اہلیہ مقدسہ جگر گوشۂ رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہرہؑ و حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ و حضرت مقدادؓ ابن الاسود سے بھی احادیث روایت فرمائی ہیں

آپ سے جن لوگوں نے احادیث روایت کئے اُن میں آپ کی عترت مطہرہ و اولاد امجاد سے حسب ذیل حضرات ہیں۔

حضرت امام حسنؑ۔ حضرت امام حسینؑ۔ حضرت محمد بن الحنفیہ۔ حضرت عمر بن علی۔ حضرت فاطمہ بنت علی۔ محمد بن عمر بن علی۔ علی ابن حسین ابن علی۔ عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی پسر ام ہانی بنت ابی طالب۔

عام اصحاب میں سے جن حضرات نے آپ سے روایت کی اُن کے اور تابعین کے اسماء تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۴ و نزل الابرار وغیرہ سے حسب ذیل ماخوذ ہیں۔

اسمائے صحابۂ کرام

عبد اللہ ابن مسعود۔ براء بن عازب۔ ابو ہریرہ۔ ابو سعید خدری۔ بشر ابن سحیم غفاری۔ زید ابن ارقم سفینہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صہیب رومی۔ عبد اللہ ابن عباس۔ عبد اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن زبیر۔ جابر ابن عبد اللہ۔ جابر بن سمرہ۔ جریر بن عبد اللہ بجلی۔ عمر بن حریث۔ نزال بن سبرہ۔ ہلال۔ ابو جحیفہ۔ ابو امامہ باہلی۔ ابو لیلی انصاری۔ ابو موسیٰ اشعری۔ مسعود ابن حکم۔ ابو الطفیل عامر ابن واثلہ۔ حذیفہ بن اُسید۔ طارق ابن اشیم۔ عبد الرحمن ابن اشیم۔ عمارہ ابن رویبہ۔ طارق ابن شہاب۔ عبد الرحمن بن ابزی۔ زہیر ابن ارقم۔ عبد اللہ ابن ثعلبہ۔ ابو رافع۔ ابو سریحہ۔ عبید اللہ بن ابی رافع۔ ام موسیٰ وغیرہ۔

اسامی تابعین عظام

زر بن حبیش۔ زید بن وہب۔ ابو الاسود ظالم بن عمر دئلی۔ حارث بن سوید تیمی۔ حارث بن عبد اللہ

الاعور۔ حرملہ مولیٰ اُسامہ بن زید۔ ابو ساسان۔ حصین بن منذر۔ حجیہ بن عبداللہ کندی۔ ربعی بن حراش شریح بن ہانی۔ قیس بن حازم۔ مالک بن اوس۔ احنف بن قیس۔ عبید بن عمیر۔ سعید بن المسیب۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ عبداللہ بن شداد بن الہاد۔ مطرف بن عبداللہ۔ کمیل بن زیاد نخعی۔ قاضی شریح بن حارث۔ عبیدہ سلمانی۔ مسروق۔ شعبی۔ حسن بصری۔ ابو وائل شقیق بن سلمہ اسدی۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی قاری۔ ابو عمر شیبانی۔ ابو رجاء عطاردی۔ شبیث بن ربعی۔ سوید بن غفلہ۔ عاصم بن ضمرہ۔ عامر بن شراحیل عبداللہ بن سلمہ۔ عبداللہ شقیق۔ عبداللہ بن معقل بن مقرن۔ عبد خیر ہمدانی۔ علقمہ ابن قیس نخعی۔ عمر بن سعید نخعی۔ قیس بن عباد بصری۔ مروان بن حکم اموی۔ نافع بن جبیر بن مطعم۔ ہانی بن ہانی۔ یزید بن شریک تیمی۔ ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری۔ ابو حیہ وداعی۔ ابو نخیل حضرمی۔ ابو الصالح حضرمی۔ ابو صالح حنفی۔ ابو عبید مولیٰ ابن ازہر۔ ابو الہیاج اسدی۔

شاہ ولی اللہ محدث نے ازالۃ الخفا صفحہ ۲۷۵ میں حضرت علیؓ کی تمام احادیث پر ایک اجمالی نظر ڈال کر یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ اقدس۔ نماز و مناجات۔ دعا و نوافل کے متعلق سب سے زیادہ روائتیں حضرت علیؓ ہی سے مروی ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت رفاقت نبوی میں رہتے تھے اور اُن کو عبادتوں سے خاص شغف تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مرویات بہ ترتیب ابواب فقہی بصورت مسند علی اس کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ کی جلد رابع ہی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد بتوفیق الٰہی و امداد حضرت رسالت پناہی و توجہ مرتضوی نظر افروز ناظرین ہوگی۔

علم بہ فقہ و اجتہاد

حضرت علی مرتضیٰؓ کو فقہ و اجتہاد میں بھی کامل قدرت حاصل تھی۔ اگر علم و اطلاع کی وسعت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اُن کی متحضرانہ قوت سب سے اعلیٰ ماننا پڑیگی۔ ائمہ اربعہ یعنی امام ابی حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل۔ جن پر فقہ کا دارو مدار سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سے دو اصل الاصول اور مستند مانے جاتے ہیں اوّل امام ابی حنیفہ۔ دوم امام مالک اور یہ دونوں

سلسلہ حضرت علیؓ پر منتہی ہوتے ہیں۔

امام ابی حنیفہ نے علم فقہ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے حاصل کیا علامۂ ذہبی طبقات میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر سے اُن کے بیٹے حضرت امام جعفر صادقؑ و اوزاعی و ابو حنیفہ نے روایت کی۔ خود امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ اگر میں دو سال امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں نہ رہتا تو ہلاک ہو جاتا۔

امام مالک ابن انس ربیعہ رائی کے شاگرد تھے اور وہ فقہ و حدیث میں عکرمہ مولیٰ ابن عباس کے اور عکرمہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے اور حضرت عبداللہ بن عباس حضرت علیؓ کے شاگرد تھے۔

امام شافعی کے فقہ میں دو سلسلہ ہیں ایک سلسلہ سے تو وہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں اسلئے کہ وہ امام محمد بن حسن شیبانی کے شاگرد تھے اور وہ امام ابی حنیفہ کے یہ سلسلہ اماموں سے ہوتا ہوا حضرت علیؓ پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا سلسلہ امام شافعی کا امام مالک بن انس پر منتہی ہوتا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا۔

امام احمد بن حنبل یہ بھی امام شافعی کے شاگرد تھے (روضۂ ندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفہ ۹۱)

غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سلسلہ دو حضرات پر منتہی ہوتا ہے حضرت علیؓ و عبداللہ بن مسعود ان دونوں حضرات میں حضرت علی کو حضرت عبداللہ بن مسعود پر فضیلت حاصل ہے خود حضرت ابن مسعود کہا کرتے تھے کہ ہم صحابہ کا یہ قول تھا کہ تمام مدینہ والوں میں صحیح فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔ (ارجح المطالب صفہ ۱۱۸)

بڑے بڑے صحابہ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروقؓ و حضرت عائشہؓ کو بھی اس سلسلہ میں حضرت علیؓ کا ممنون ہونا پڑا۔ فقہ و اجتہاد کیلئے کتاب و سنت کے علم کے ساتھ سرعت فہم، دقیقہ سنجی، انتقال ذہنی اور کثرت معلومات کی ضرورت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ دولت خداداد بدرجۂ اتم حاصل تھی مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تھا مگر حضرت علی اسکی تہ کو بہ آسانی پہنچ جاتے اور صحیح جواب دیتے تھے۔ اجتہادی قوت اور وقت نظر کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ

حضرت علیؓ کے حریف معاویہ بھی دقیق اور مشکل مسائل میں انکی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوتے تھے فقہی مسائل میں وسعت نظر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جو بات آپ نہیں جانتے تھے اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرماتے تھے۔ بعض ایسے مسئلے جو شرم وحیا و باہمی رشتہ کی وجہ سے وہ براہ راست نہ پوچھ سکتے تھے کسی دوسرے سے کہتے تھے وہ جاکر آنحضرتؐ سے دریافت کرتا اور جو کچھ جواب ملتا اُس سے حضرت علیؓ کو مطلع کر دیتا تھا۔ متعدد مسائل میں آپکی رائے حضرات صحابہ کے خلاف تھی۔ حضرت عثمانؓ سے بعض بعض مسائل میں اختلاف تھا مثلاً حضرت عثمانؓ حج تمتع کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہتے تھے کہ یہ صرف لڑائی اور بے امنی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جائز تھا اب وہ حالت نہیں ہے۔ حضرت علی و دیگر صحابہ ہر حال میں جائز سمجھتے تھے۔ اسی طرح حالت احرام میں نکاح اور حالت عدت میں عورت کی وراثت کے مسائل میں بھی اختلاف تھا۔

حضرت علیؓ کا اگرچہ بیشتر حصۂ عمر مدینۂ منورہ میں گذرا لیکن آپ کا زمانۂ خلافت کوفہ میں گذرا اور احکام و مقدمات کے فیصلوں کا موقع زیادہ تر وہیں پیش آیا اسلئے مسائل و اجتہادات کی اشاعت زیادہ تر عراق میں ہوئی۔ اسی بنا پر فقہ حنفی کی بنیاد حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بعد حضرت علیؓ ہی کے ارشادات اور فیصلوں پر ہے۔

حضرت علیؓ کے زیادہ تر تفقہ کا باعث یہ بھی تھا کہ آنحضرتؐ کی حیات ہی میں آپ سے عہدۂ قضا متعلق ہو گیا تھا۔ آنحضرتؐ کی جوہر شناس نظر نے حضرت علیؓ کی اس خداداد قابلیت کا اندازہ پہلے ہی کر لیا تھا۔ چنانچہ جب اہل یمن اسلام لائے تو آنحضرتؐ نے وہاں پر عہدۂ قضا کے لیے حضرت علی کو منتخب فرمایا آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہاں نئے نئے مقدمات ہونگے مجھکو قضا کا علم اور تجربہ نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو راہ راست پر لائے گا اور دل کو ثبات و استقلال عطا فرمائیگا حضرت علی کا ارشاد ہے کہ اسکے بعد پھر مجھکو مقدمات کے فیصلہ میں تذبذب نہیں ہوا (مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۸۳ و مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ و ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲۔ اس حدیث کو ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ بزار۔ ابو یعلی۔ ابن حبان۔ ابن سعد۔ ابن جریر وغیرہ نے بہ تغیر و اختلاف

روایت کیا ملاحظہ ہوں کتب احادیث وسیر ومناقب)

حضرت علی کا عہدۂ قضا اور آپ کے فیصلے

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاعلیٰ اپنے خصائص کی بنا پر مقدمات کے فیصلوں اور قضا کیلئے نہایت موزوں تھے ایسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں لفظ اقضٰی (بڑے قاضی) فرمایا۔

(۱) عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اقضٰی امتی علی اخرجہ البغوی فی المصابیح فی الحسان۔ (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۱۹۸)

(۱) حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے بڑے قاضی علی ابن ابی طالب ہیں اس حدیث کو بغوی نے مصابیح میں بطریق حسان روایت کیا۔

(۲) عن جمیل بن عبد بن یزید المدنی قال ذکر عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء قضٰی بہ علی فاعجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت اخرجہ احمد فی المناقب (ایضاً صفحہ ۲۰)

(۲) جمیل ابن عبد اللہ بن یزید مدنی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے حضور میں حضرت علی کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا آنحضرت سنکر متعجب ہوئے اور فرمایا کہ الحمد للہ ہمارے اہلبیت کو حکمت عطا ہوئی۔ اس حدیث کی تخریج امام احمد ابن حنبل نے کتاب المناقب میں کی۔

(۳) وعن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی تختصم الناس لسبع ولا یحاجک احد من قریش انت اولھم ایمانا باللہ واوفاھم بعھد اللہ واقومھم بامر اللہ واقسمھم بالسویۃ وابصرھم بالقضیۃ واعظمھم عند اللہ مزیۃ

(۳) معاذ ابن جبل کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تم سے سات باتوں میں لوگ مخاصمت کرینگے اور قریش میں کا ایک بھی تم سے بازی نہ لیجائیگا۔ (۱) تم خدا پر سب سے پہلے ایمان لانیوالوں میں ہو (۲) سب سے زیادہ اُسکے عہد کو پورا کرنیوالے ہو (۳) سب سے زیادہ اُسکے حکم پر قائم رہنے والے ہو (۴) سب سے زیادہ اچھی تقسیم کرنیوالے ہو (۵) سب سے زیادہ رعایا کے ساتھ عدل

کرنیوالے ہو (۶) سب سے زیادہ سمجھ کے فیصلہ کرنیوالے ہو

(۷) اللہ کے نزدیک سب سے بڑے مرتبہ والے ہو۔

اس حدیث کو طبری نے ریاض النضرہ میں بہ تخریج حاکمی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں لکھا ہے اور شیخ علی متقی نے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ میں بروایت معاذ ابن جبل و ابو سعید خدری بہ ادنیٰ تغیر الفاظ حلیۃ الاولیاء ابونعیم سے لیکر لکھا ہے حضرت علیؓ کے اقضی الامۃ ہونے کو صحابہ عام طور پر تسلیم کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے۔ اقضانا علی بن ابی طالب ہم میں بڑے قاضی علی ابن ابی طالب ہیں (طبقات ابن سعد و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کہا کرتے تھے کہ تمام مدینہ والوں میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ اور ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

ذیل میں ہم حضرت علیؓ کے فیصلہ جات کو تین حصوں میں درج کرتے ہیں۔

(۱) فیصلہ جات زمان نبوت۔

(۲) فیصلہ جات زمان خلفائے ثلثہ۔

(۳) فیصلہ جات زمان خلافت حضرت علیؓ۔

ان سے ناظرین خود عقل کامل۔ فہم راسخ۔ تورع تام و علم متحیر العقول والافہام کا کافی اندازہ کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو قضا اور فیصل مقدمات کے بعض اصول بھی تعلیم فرمائے۔ ارشاد ہوا کہ اے علی جب تم دو آدمیوں کا جھگڑا چکانے لگو تو صرف ایک آدمی کا بیان سنکر فیصلہ نہ کرو اس وقت تک اپنے فیصلہ کو روکو جبتک دوسرے کا بیان بھی نہ سُنلو۔ (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۸۳ و مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

(۱) فیصلہ جات زمان نبوت

حضرت علی مرتضیٰ ؓ جب یمن میں بہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قاضی ہو کر گئے تو وہاں آپ نے عجیب و غریب مقدمات فیصل فرمائے۔

زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر تھے کہ حضرت علیؑ کا خط یمن سے آنحضرتؐ کے پاس آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ تین آدمی میرے پاس ایک لڑکے کو لیکر آئے تینوں نے یہ بیان کیا کہ ہم سب نے اس لڑکے کی ماں کے ساتھ ایک ہی طہر میں جماع کیا تھا اور وہ تینوں اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتے تھے میں نے اسکے فیصلہ کیلئے قرعہ ڈالا جس کے نام قرعہ نکلا میں نے اُس لڑکے کو اُسی کا لڑکا قرار دیکر یہ شرط لگا دی کہ اگر یہ شخص باقی دو شخصوں کی دیت کی دو تہائیاں ادا کردے تو لڑکا اُسکو ملے۔ گویا غلام کے مسئلہ پر اُسکو قیاس کیا۔ آنحضرتؐ یہ سُنکر ہنس پڑے یہاں تک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے پھر آپ نے فرمایا کہ علیؑ کے فیصلے کے علاوہ اور کچھ اس کا فیصلہ نہیں۔ ما اجد فیہا الا ما قال علی نہیں پاتا ہوں میں کچھ مگر جو کچھ علی نے کہا (مستدرک للحاکم جلد۳ صفحہ ۱۳۵ ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد۲ صفحہ ۲۰۰)

یمن میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ چند لوگوں نے شیر کے پھنسانے کیلئے ایک کنواں کھودا تھا شیر اُس میں گرکر پھنس گیا چند لوگ باہم مذاق میں ایک دوسرے کو ڈھکیل رہے تھے اتفاق سے ایک کا پاؤں پھسل گیا وہ اس بدحواسی میں جب گرنے لگا تو اپنی جان بچانے کیلئے دوسرے کی کمر پکڑ لی وہ بھی سنبھل نہ سکا گرا اور گرتے گرتے اُس نے تیسرے کی کمر تھام لی تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا غرضکہ چاروں شخص اسی طرح گرے شیر نے چاروں کو مار ڈالا ان مقتولین کے ورثا باہم آمادۂ جنگ ہوئے حضرت علیؓ نے آکر اس ہنگامہ و فساد کو روکا اور فرمایا کہ رسولؐ کی موجودگی میں ہرگز یہ مناسب نہیں میں فیصلہ کرتا ہوں اگر وہ پسند نہ ہو تو دربار رسالت میں جاکر تم اپنا مقدمہ پیش کر سکتے ہو لوگوں نے رضامندی ظاہر کی۔ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ جن لوگوں نے یہ کنواں کھودا اُن کے قبیلوں سے ان مقتولین کے خون بہا کی رقم اس طرح وصول کی جائے کہ ایک پوری، ایک تہائی، ایک چوتھائی اور ایک آدھی پہلے مقتول کے ورثہ کو ایک چوتھائی خون بہا۔ دوسرے کو ثلث تیسرے کو نصف اور چوتھے کو پورا خون بہا دیا جائے۔ لوگ اس عجیب و غریب فیصلہ سے راضی نہ ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر دربار رسالت میں حاضر ہو کر بمقام ابراہیم اس فیصلہ کا مرافعہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے سنکر اسی فیصلہ کو برقرار رکھا (مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۷۷ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)

روایت میں یہ مذکور نہیں کہ یہ فیصلہ کس اصول پر کیا گیا تھا صرف پہلے شخص کے متعلق یہ بیان ہے کہ اسکو چوتھائی اسلئے ملا کہ وہ فوراً اوپر سے گرا تھا میرے خیال میں یہ فیصلہ صرف اس اصول کو پیش نظر رکھکر کیا گیا ہوگا کہ یہ حادثہ بالقصد قتل اور اتفاقی قتل کے درمیان میں ہے۔ غرضکہ قصدا اور عدم قصد کے درمیانی شکل ہے اسلئے عدم قصد و اتفاق اور قصد و ارادہ ان دونوں میں جس کا حصہ جس مقتول میں زیادہ ہے اتنا ہی اسکو کم و بیش دلایا گیا۔ اسکے بعد وراثت کا اصول پیش نظر رہا چونکہ یہ معاملہ چار آدمیوں کا تھا اسلئے کم سے کم رقم ایک چوتھائی مقرر کی اسکے نکل جانے کے بعد تین آدمی رہ گئے تو اسکو تہائیوں پر تقسیم کرکے تیسرا حصہ یعنی ایک تہائی اسکو دلایا دو باقی رہے تو دو حصہ کرکے نصف تیسرے کا مقرر کیا۔ غور کرنا چاہیئے کہ اصل قصور ان لوگوں کا تھا جنھوں نے آبادی کے قریب کنواں کھود کر شیر پھنسانے کی غلطی کی اسلئے کسی متعین قاتل نہ ہونے کی وجہ سے قسامت کے اصول سے خون بہا کو ان کھودنے والوں اور ان کے قبیلہ والوں پر عائد کیا۔ پہلا شخص گو اتفاق سے گرا مگر ایک دوسرے کے ڈھکیلنے کو بھی اس میں دخل تھا اسلئے پہلے شخص کے گرنے میں اتفاق کا زیادہ اور قصد کا بہت کم دخل تھا اسلئے وہ خونبہا کا کم مستحق ٹھہرا یعنی ایک چوتھائی پہلے نے دوسرے کو بالقصد کھینچا مگر انتہائی بدحواسی میں ذرا اسکو اپنے فعل کا نتیجہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہ ملا اسلئے پہلے کے مقابلہ میں اس میں اتفاق کا عنصر کم اور قصد کا کچھ زیادہ ہے اسلئے وہ تہائی کا مستحق ہوا۔ دوسرے کو پہلے کے نتائج دیکھکر اپنے فعل کے نتیجہ کے سوچنے سمجھنے کا موقع زیادہ ملا اسلئے اس میں اتفاق کے مقابلہ میں قصد کا عنصر زیادہ تھا اسلئے اسکو نصف دلایا گیا تیسرے نے چوتھے کو کھینچا حالانکہ وہ سب سے دور تھا اور گذشتہ نتائج کو تیسرے نے خوب غور سے دیکھ لیا تھا اسلئے وہ تمام تر قصد و ارادہ سے گرایا گیا۔ نیز یہ کہ اس نے اپنے پہلے رفقا کی طرح کسی اور کے گرانے کا جرم بھی نہیں کیا اسلئے وہ پوری دیت کا مستحق تھا واللہ اعلم (خلفائے راشدین لمولانا معین الدین صفحہ ۲۹۹)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گروہ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو شخص جھگڑتے

ہوئے حاضر ہوئے ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا ایک گدھا تھا اور اس شخص کے ایک گائے تھی اسکی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا۔ حاضرین میں ایک شخص کہنے لگا کہ جانوروں کے فعل کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوسکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم ان دونوں کا فیصلہ کرو حضرت علی نے اُن سے پوچھا کہ یہ دونوں جانور کھلے تھے یا بندھے یا ایک ان میں سے کھلا تھا اور دوسرا بندھا تھا اُنھوں نے کہا گدھا بندھا اور گائے کھلی تھی اور اس کا مالک اس کے ساتھ تھا حضرت علی نے فرمایا گائے کا مالک گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلہ کی تصدیق کی اور اس کا اجرا فرمایا (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۶)

(۲) فیصلجات زمان خلفائے ثلثہ رض

زمان حضرت ابوبکر صدیقؓ | حضرت ابوبکر صدیق رض کے عہد خلافت میں خالدؓ ابن الولید نے حضرت ابوبکر صدیق رض کو لکھ بھیجا کہ جہاں میں ہوں یہاں ایک شخص ہے جو مثل عورتوں کے فعل شنیع کراتا ہے حضرت ابوبکرؓ نے اُسکے سزا دینے کے بارہ میں صحابہ سے پوچھا بعض نے رائے دی کہ قتل کردینا چاہیے بعض نے سنگسار کرنے کی رائے دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ عرب کے لوگ مثلہ کرنے کو بہت بُرا جانتے ہیں اس بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میری رائے میں اسکو آگ میں ڈھکیلنا چاہیے۔ چنانچہ تمام صحابہ نے حضرت علی کی رائے سے اتفاق کیا اور وہ شخص جلادیا گیا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۶)

زمان حضرت عمر فاروقؓ | حضرت عمر فاروق رض اس معاملہ میں خصوصاً حضرت علیؓ کے اسقدر مداح اور ممنون تھے جس کی کوئی حد نہیں اُن کے ارشادات اقضانا علی۔ لولا علی لھلک عمر۔ لا ابقانی اللہ بعدک یا علی۔ نعوذ باللہ من معضلۃ لیس فیھا ابوالحسن وغیرہ اس امر کی واضح دلیلیں ہیں اذینہ عبدی ناقل ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ عمرہ میں کہاں سے کیا کیا کروں آپ نے فرمایا کہ علی رض سے جاکر پوچھو (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵ و روضہ ندیہ صفحہ ۴۳)

سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر خدا سے پناہ مانگتے تھے اُس مشکل امر سے کہ جو آپڑا ہو اور وہ نہیں

پاکر خوش ہوتے تو فرماتے کہ اے علیؑ تمہارے بعد خدا مجھے زندہ نہ رکھے (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۲)

حضرت عمرؓ سے لوگوں نے کہا اگر کعبہ شریفہ کے زیورات لیکر آپ مسلمانوں کے لشکر میں صرف کردیں تو یہ زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ کعبہ کو زیورات کی کچھ ضرورت نہیں حضرت عمرؓ نے اس بارہ میں حضرت علیؓ سے رائے پوچھی آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام مجید نازل فرمایا اور اوس میں چار قسم کا مال قرار دیا ایک مسلمانوں کا مال جس کو ذوی الفرائض اور ورثہ پر تقسیم کیا۔ دوسرا مال فئے جس کے مستحق بتا دیئے تیسرا مال خمس جس کو خدا نے دینا چاہا دیا۔ چوتھا زکوٰۃ یہ بھی جن کا حق تھا اون کو دینے کے لئے حکم دیا۔ اوس زمانہ میں بھی کعبہ میں زیور موجود تھے۔ خدا نے اوس کو اوسی حال پر چھوڑ دیا۔ آپ بھی اوس کو اوسی حال پر رہنے دیجئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ فرمانے لگے اے علیؓ اگر تم نہ ہوتے تو ہماری بڑی فضیحت ہوتی (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۲)

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کرنے گئے جب وہ طواف کعبہ کرکے حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو کہنے لگے میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر ہم کو آنحضرت صلعم حکم نہ دیتے تو ہم کبھی تجھکو نہ چومتے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ نفع اور نقصان دونوں پہنچا سکتا ہے حضرت عمرؓ نے اس کی دلیل پوچھی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے کہ۔

واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم الخ جب تیرے رب نے بنی آدم سے اون کی پشتوں میں عہد لیا

اللہ نے جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو اُن کی پشت پر ہاتھ پھیرا ارواح سے اقرار لیا کہ وہ ہمارا رب ہے اور ہم اوس کے بندہ ہیں۔ خدا نے اون سے عہد و میثاق لیکر ایک ورق پر لکھا اوس وقت اس پتھر کی آنکھیں اور زبان تھی اللہ تعالیٰ نے اوس سے فرمایا تھا کہ اپنا منہ کو کھولدے اوس نے منہ کھولدیا اور اوس ورق کو نگل گیا اللہ تعالیٰ نے اوس سے فرمایا کہ تو قیامت کے روز اوس کی گواہی دینا جو تجھے عہد پورا کرنے کے ساتھ ملے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود آئے گا اوس کی زبان بہت تیز

ہوگی اور وہ گواہی دیگا اوس شخص کے متعلق جو اوس کو توحید کے ساتھ چومے گا پس اے امیر المومنین یہ نفع ونقصان دونوں دے سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر فرمانے لگے کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس امر سے کہ ایسی قوم میں زندہ رہوں جس میں ابوالحسن (حضرت علیؓ) آپ موجود نہ ہوں (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۴۵۷)

ابوالقاسم محمود ابن عمر زمخشری مرفوعاً حضرت حسن بصری کا قول لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک مجنونہ زانیہ حاملہ عورت لائی گئی حضرت عمرؓ نے اوس کے رجم کا قصد کیا حضرت علی نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المومنین اس بارے میں کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں سنا حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آنحضرت نے کیا فرمایا حضرت علی نے کہا کہ آنحضرت کا ارشاد ہے

رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن المجنون حتی یبراء ویعقل وعن الطفل حتی یحتلم۔

تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا سونے والے سے جبتک کہ وہ جاگے اور مجنون سے جبتک کہ اچھا ہو جائے یا عاقل ہو جائے اور لڑکے سے جبتک کہ بالغ ہو۔

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اوس عورت کو چھوڑ دیا۔ یہ حدیث مختصراً مسند امام احمد بن حنبل میں بروایت محمد بن جعفر از سعید از قتادہ از حسن بصری موجود ہے مگر حدیث کا مرفوع ہونا مذکور نہیں ہے (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۵)

ابی حزم بن ابی الاسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کے رجم کا ارادہ کیا جس کے لڑکا نکاح سے چھ مہینہ کے بعد پیدا ہوا تھا حضرت علیؓ نے فرمایا کلام مجید میں ہے۔ وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا بچہ کا حمل اور فصال (دودھ چھڑانے کی مدت) تیس ۳۰ مہینہ تک ہے۔ دوسری جگہ پھر ارشاد ہوتا ہے وفصالہ فی عامین دودھ چھڑانے کی مدت دو برس کی ہے لہذا اقل مدت حمل چھ مہینہ کی ہوئی اور دودھ چھڑانے کی مدت دو برس۔ حضرت عمرؓ رجم کے ارادہ سے باز آئے اور کہنے لگے لولا علی لھلک عمر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا اس حدیث کی تخریج مفصلی وابن السمان نے کتاب الموافقہ میں کی ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ ینابیع المودۃ بروایت موفق بن احمد خوارزمی صفحہ ۷۵)

موفق ابن احمد خوارزمی اپنی سند سے حضرت امام حسین بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں لوگ ایک حاملہ عورت کو لائے حضرت عمرؓ نے اوس سے بہ سختی پوچھا اوس نے زنا کا اقرار کیا حضرت عمرؓ نے اوس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا جب اوسے راستہ میں جاتے ہوئے حضرت علیؓ نے دیکھا تو آپ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں اس نے مجھ سے اپنے فعل کا اعتراف کیا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا یہ حکم آپ کا اس عورت پر ہے اور اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اوس پر آپ کیا حکم دیتے ہیں میرے خیال میں آپ نے اس کو جھڑکا اور دھمکایا بھی ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں میں نے دھمکایا تھا حضرت علیؓ نے جواب دیا شاید آپ نے آنحضرتؐ کا ارشاد نہیں سنا کہ بعد تشدد اعتراف کرنے والے پر حد نہیں کہ اس کو قید کرکے اور دھمکا کے اس سے اعتراف کرایا جائے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اوس کو چھوڑ دیا اور فرمایا۔ عجزت النساء ان تلد ان مثل علی ابن ابی طالب عورتیں علی ابن ابی طالب کے مثل پیدا کرنے سے عاجز ہوگئیں۔ لولا علی لھلک عمر و قال اللھم لا تبقنی لمعضلۃ لیس لھا علی حیا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور فرمایا اے اللہ کسی مشکل کے وقت مجھکو باقی نہ رکھ کہ علی زندہ نہ ہوں (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۵ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ و صفحہ ۱۹۶۔ ریاض النضرت میں اسی مضمون کی دو روایتیں ہیں۔ ایک زید بن علی بن الحسین سے دوسری عبداللہ بن الحسن سے ان دونوں روایتوں میں حضرت عمر کے مرقومہ بالا ارشاد نہیں ہیں دیگر واقعات میں اسی کے مثل مروی ہیں)

ابن مسروق کہتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک عورت کو جس نے بحالت عدت نکاح کر لیا تھا حضرت عمرؓ کی خدمت میں لائے آپ نے دونوں میں تفریق کرادی اور اوس کے مہر کو بیت المال میں جمع کر لیا اور فرمادیا کہ یہ دونوں نہیں جمع ہو سکتے۔ حضرت علیؑ کو جب اس فیصلہ کی خبر پہنچی تو وہ فرمانے لگے کہ نکاح اگرچہ بوجہ جہل کے ہوا لیکن مہر اوس عورت کو بوجہ اوس حظ حاصل کرنے کے دلانا چاہیئے کہ جو مرد نے اوس سے حاصل کیا اور جب عدت پوری ہو جائے تو اس مرد کو اوس عورت سے پھر تجدید نکاح کرنا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے مہر دلا کر نکاح کر دیا

اور حضرت علیؓ کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور فرمایا ردوا الجھالات الی السنۃ جہالتوں کو سنت سے رد کرو (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)

حضرت امام جعفر صادقؓ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عورت ایک انصاری کو چاہتی تھی اوس سے ملاقات کی کوششیں کرتی مگر کسی طرح اوس کو اپنی کوشش میں کامیابی نہ ہوتی ایک روز اوس نے یہ مکر و حیلہ کیا کہ ایک انڈے کو توڑ کر اوس کی زردی نکال کر پھینکدی اور سفیدی لیکر اپنے کپڑوں اور رانوں میں خوب ملی اور حضرت عمرؓ کے پاس جاکر کہنے لگی کہ امیر المومنین اس انصاری نے مجھکو فلاں جگہ بہت رسوا کیا حضرت عمرؓ اس انصاری کو سزا دینے کے لیئے آمادہ ہوئے حضرت علیؓ بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ انصاری نے قسم کھاکر کہا اے امیر المومنین یہ عورت مجھکو جھوٹ تہمت لگاتی ہے آپ توقف کریں ابھی میری بیگناہی ثابت ہوئی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا اس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا کہ اس عورت کے کپڑوں پر سفیدی معلوم ہوتی ہے اس سے مجھکو بھی خیال ہوتا ہے کہ اس نے ضرور مکر کیا ہے۔ پھر لوگوں سے فرمایا کہ ذرا خوب گرم پانی لے آؤ لوگ لے آئے حضرت علیؓ نے اس پانی سے عورت کے کپڑے کا دھبہ دھلوایا پانی پڑنے سے انڈے کی سفیدی پھول آئی جب سونگھا تو انڈے کی بساہند معلوم ہوئی آپ نے اُس کو دھمکایا تب اُس نے اپنے مکر کا اقرار کیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۴)

حنش ابن المعتمر سے مروی ہے کہ قریش کے دو شخص ایک عورت کے پاس سو دینار بطور امانت رکھوا کر یہ کہہ گئے کہ جب تک ہم دونوں ساتھ نہ آویں تو کسی ایک کو نہ دینا سال بھر کے بعد اُن میں کا ایک شخص آیا اور اُس نے بیان کیا کہ میرا دوست مر گیا ہے وہ سو دینار مجھکو دیدو اُس عورت نے دیدیئے پھر سال بھر کے بعد دوسرا آیا اُس نے بھی وہی سو دینار مانگے اُس عورت نے جواب دیا کہ تیرا دوست آیا تھا اُس نے تیرا مرنا بیان کیا اور مجھ سے وہ امانت لے گیا اُس نے کہا مجھسے تجھسے یہ وعدہ نہیں ہوا تھا کہ ایک کو دیدینا بلکہ یہ طے ہوا تھا

کہ جب ہم دونوں ساتھ آویں تب دینا دونوں میں پہلے اس کے متعلق خوب لڑائی ہوئی پھر دونوں حضرت عمرؓ کے پاس فیصلہ کے لئے گئے حضرت عمرؓ نے اُن دونوں کو حضرت علی کے پاس بھیجدیا آپ سمجھ گئے کہ اُن دونوں نے اس عورت کو فریب دیا ہے آپ نے اُس شخص سے فرمایا کہ تم نے یہ شرط کی تھی کہ جب ہم دونوں ساتھ آویں تب یہ امانت دینا تنہا کسی ایک کو امانت واپس نہ کرنا تمہارا مال موجود ہے تم اپنے ساتھی کو لے آؤ ہم دیدینگے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۷)

ابوبکر نجم الدین فخر الاسلام محمد بن الحسین الستیلانی المزندی مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانہ میں دو عورتوں میں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا ہوا ہر ایک ان میں سے لڑکے کو اپنا بیان کرتی تھی حضرت عمر کو اُن کے فیصلہ میں دشواری پیش آئی آپ نے اُن دونوں کو حضرت علیؓ کی خدمت میں فیصلہ کے لئے بھیجدیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک بڑھئی کو لے آؤ تاکہ اُس سے اس لڑکے کے دو برابر ٹکڑے کٹوائے جائیں اور ایک ایک ٹکڑا دونوں کو دیدیا جائے لڑکے کی ماں چلّانے لگی اور کہنے لگی آپ سالم لڑکا اس عورت کو دیدیں دوسری کہنے لگی ضرور کاٹ ڈالا جائے حضرت علیؓ نے اُس لڑکے کو اُس کی ماں کو دلوادیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شب میں دو عورتوں کے لڑکے پیدا ہوئے تھے ایک لڑکا مرگیا تھا اس لڑکے کے بارہ میں یہ جھگڑا ہوا تھا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۵ ومناقب مرتضوی صفحہ ۲۶ (شیخ محمد صالح کشفی)

محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السئول صفحہ ۱۴ میں لکھتے ہیں کہ شراب نوشی کی حد چالیس درہ تھی حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اوسی کو قائم رکھا حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں یہی حد تھی۔ جب لوگ زیادہ شراب پینے لگے اور اس سزا کو حقیر سمجھنے لگے تو حضرت عمرؓ نے اس بارہ میں صحابہ سے مشورہ کیا حضرت علیؓ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو بدمست ہوکر ہذیان بکنے لگتا ہے ہذیان میں جھوٹ بھی بکتا ہے۔ جھوٹ بولنے والے کی سزا اسّی کوڑے ہیں لہذا اُس کو مفتری یعنی جھوٹے

کی سزا دینا چاہیئے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے حضرت علیؓ کے قول کو مان لیا شراب کی حد اسّی کوڑہ کی ہو گئی۔

ابن النجتری راوی ہیں کہ محمد ابن زبیر کہتے ہیں میں دمشق کی مسجد میں گیا وہاں سے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس کی گردن کی ہنسلی بڑھاپے کی وجہ سے اُٹھی ہوئی تھی میں نے کہا اے شیخ تم نے صحابہ میں سے کس کو دیکھا ہے وہ کہنے لگے میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا ہے میں نے کہا کہ کسی غزوہ میں بھی شریک ہوئے ہو وہ کہنے لگے ہاں جنگ یرموک میں شریک ہوا ہوں میں نے کہا مجھکو کوئی بات سناؤ جو تم نے سنی ہو۔ کہنے لگے میں چند جوانوں کے ساتھ حج کو گیا اور شترمرغ کے انڈے بحالت احرام کھائے بعد حج حضرت عمرؓ سے ہم نے اس کا ذکر کیا حضرت عمرؓ کچھ نہ بولے اور اُٹھکر چلے اور ہم لوگوں سے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ یہاں تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کی طرف تشریف لے گئے اور ایک حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا کیا ابوالحسن (یعنی حضرت علی) گھر میں ہیں جواب ملا نہیں پھر حضرت عمرؓ ککڑیوں کی کیاری کی طرف تشریف لے گئے وہاں حضرت علیؓ اپنے ہاتھوں سے مٹی برابر کر رہے تھے حضرت عمرؓ کو دیکھکر کہا مرحبا یا امیر المومنین آپ نے کیسے تکلیف کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے بحالت احرام شترمرغ کے انڈے کھائے ہیں اس کے متعلق پوچھنا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا آپ نے مجھے کیوں نہ بُلا لیا حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ ہم آنے کے زیادہ مستحق تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو چاہیئے کہ انڈوں کی تعداد کے موافق نر اونٹوں کو اونٹنیوں پر چھوڑیں جب اون سے بچے پیدا ہوں تو اون کی قربانی کریں (یہی اس کا کفارہ ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اونٹ کا نطفہ کبھی فاسد بھی ہو جاتا ہے تو تعداد کیونکر ٹھیک آئے گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ انڈا کبھی گندا بھی ہو جاتا ہے حضرت عمرؓ جب وہاں سے لوٹے تو یہ دعا کی اللھم لا تنزل بی شدیدۃ الا وابوالحسن الی جنبی اے پروردگار کبھی ایسی سختی مجھ پر نازل نہ فرمانا کہ جس میں ابوالحسن میرے پاس نہ ہوں (ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے عہد میں مال آیا حضرت عمرؓ نے تقسیم کر دیا کچھ باقی رہ گیا تھا اُس کے بارہ میں حضرت عمرؓ نے حاضرین سے مشورہ کیا سب نے کہا کہ مسلمانوں کے کاروبار کی وجہ سے آپ اپنے امور معاش۔ زمین اور تجارت وغیرہ سے بالکل بے خبر ہو گئے ہیں اور رات و دن ہم لوگوں کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں یہ بقیہ مال آپ اپنے صرف میں لائیں۔ حضرت علیؓ بھی اوسی مجمع میں تھے وہ کچھ نہ بولے حضرت عمرؓ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں اور لوگوں نے تو یہ بیان کیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میری رائے ہے آپ تقسیم کر دیجئے (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۲ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

زمان حضرت عثمان غنیؓ | ایک مرتبہ حج کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ کے سامنے کسی نے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا لوگوں نے بحالت احرام اُس کے کھانے کے جواز و عدم جواز میں اختلاف کیا حضرت عثمانؓ جواز کے قائل تھے لہذا اُنھوں نے کہا بحالت احرام خود شکار کر کے کھانا منع ہے لیکن جب کسی دوسرے غیر محرم نے شکار کیا ہو تو ہم کو بحالت احرام اُس کے کھانے میں حرج نہیں۔ دوسروں نے اس سے اختلاف کیا حضرت عثمانؓ نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ کس سے معلوم ہوگا لوگوں نے کہا حضرت علیؓ سے چنانچہ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور مسئلہ کی صورت بیان کی۔ حضرت علیؓ کسی کام میں مشغول تھے . . .

. . . . اُس کو چھوڑ کر فوراً متوجہ ہو گئے اور فرمایا جن لوگوں کو یہ واقعہ یاد ہو وہ شہادت دیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کی خدمت میں احرام کی حالت میں ایک گورخر شکار کر کے پیش کیا گیا آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ احرام کی حالت میں ہیں یہ اُن لوگوں کو کھلا دو جو احرام میں نہ ہوں حاضرین میں سے بارہ آدمیوں نے اُٹھکر اس کی شہادت دی اسی طرح دوسرے واقعہ کا بھی آپ نے حوالہ دیا کہ ایک مرتبہ بحالت احرام کسی نے شتر مرغ کے انڈے پیش کئے تھے اُن کے کھانے سے بھی آنحضرتؐ نے احتراز فرمایا تھا اس کی بھی کچھ لوگوں نے شہادت دی یہ سن کر حضرت عثمانؓ اور اُن کے رفقا نے اُس کے

کھانے سے پرہیز کیا (مسند امام احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ا) یہ مسئلہ فقہا میں اب تک مختلف فیہ ہے بہت سے لوگ حضرت عثمان کے استدلال کو صحیح سمجھتے ہیں۔ مگر حضرت علی کا فتویٰ زیادہ احتیاط کا تھا اس لیے حضرت عثمان نے اس کو قبول کیا۔

محمد بن یحییٰ بن حبان کہتے ہیں کہ حبان ابن منقذ کی دو بیبیاں تھیں ایک ہاشمیہ اور دوسری انصاریہ حبان نے انصاریہ کو طلاق دیدی اُس کے کچھ دنوں کے بعد حبان مرگئے انصاریہ نے کہنا شروع کیا کہ میری عدت ابھی پوری نہیں ہوئی مجھکو بھی ترکہ ملنا چاہیئے۔ حضرت عثمان کے پاس مقدمہ پیش ہوا انھوں نے کہا مجھکو اس بارہ میں کوئی علم نہیں اور حضرت علی کے پاس اُس کو بھیجدیا حضرت علی نے اُس انصاریہ سے فرمایا کہ رسول اللہ کے ممبر کے پاس اس بات پر حلف اُٹھالے کہ مجھ پر تین حیض نہیں گذرے تب تجھے میراث ملے گی جب اُس نے انکار کردیا تب وہ میراث میں شریک کیگئی۔ (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۷)

یہ واقعات ایک طرف حضرت علی کی قوت اجتہاد اور انتقال ذہن کی مثالیں پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف اُن خوشگوار تعلقات پر روشنی ڈالتے ہیں جو حضرت علی اور خلفائے ثلثہ میں تھے ان حضرات کے متعلق شائبہ نفسانیت کا گمان بھی صریحی ضلالت وبطلان ہے۔

(۳) فیصلہ جات زمانِ خلافت حضرت علی رض

کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ مروی ہے سات آدمی کوفہ سے سفر کو گئے اور مدت تک غائب رہے جب واپس آئے تو اُن میں کا ایک غائب ہوگیا اُس کی زوجہ حضرت علی کے پاس آکر کہنے لگی اے امیرالمومنین میرا شوہر ایک جماعت کے ساتھ سفر کو گیا تھا اور لوگ سفر سے واپس آگئے مگر میرا شوہر نہیں آیا میں نے اُن سے اُس کا حال پوچھا وہ کچھ نہیں بیان کرتے ہیں میں اُن پر قتل کا دعویٰ رکھتی ہوں اور آپ سے ملتجی ہوں کہ آپ اُن کے حاضر کرنے کا حکم جاری فرمائیں اور اُن سے انکشافات

حال کریں حضرت علی نے اُن کو بُلایا اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ مسجد کے گوشوں میں بٹھادیا اور ایک ایک آدمی کا پہرہ اُن پر مقرر کر دیا تاکہ اُن سے نہ کوئی ملے اور نہ بات کرنے پائے پھر ایک آدمی کو بُلاکر اُس شخص کا حال اُس سے پوچھا اُس نے انکار کیا اس انکار پر حضرت علی نے بآواز بلند تکبیر کہی جب اور لوگوں نے تکبیر سنی تو ان کے خیال میں یہ آیا کہ اُن کے ساتھی نے اقرار کر لیا اور صورت حال بیان کر دی پھر ہر ایک کو اُن میں سے علیحدہ علیحدہ بُلایا اُنھوں نے اس بنا پر اُس کے قتل کا اقرار کیا کہ اُن کے رفیق نے حضرت علی سے اُن کا یہ فعل بیان کر دیا ہے۔ جب سب اقرار کر چکے تو پہلا شخص کہنے لگا اے امیر المومنین ان لوگوں نے اس کا اقرار کیا میں نے تو اقرار نہیں کیا حضرت علی نے فرمایا یہ لوگ تیرے رفیق ہیں تجھ پر گواہی دیتے ہیں ان کی شہادت کے بعد تیرا انکار تجھکو نفع نہیں بخشتا اُس نے بھی اُن کے ساتھ شریک ہونے کا اقرار کیا کہ قتل میں میں بھی شریک تھا جب اقرار قتل کامل ہو گیا تو حضرت علی نے حد جاری فرما کر سب کو قتل کیا۔

(مطالب السئول صفہ ۱۰۱)

حارث سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت علی کے اجلاس میں اپنی عورت کو لیکر حاضر ہوا اُس نے یہ ظاہر کیا کہ اس عورت نے نکاح کے وقت اپنا عیب مجھ سے پوشیدہ رکھا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ مجنونہ ہے۔ حضرت علی نے غور فرمایا تو عورت کو حسینہ و جمیلہ پایا اُس سے پوچھا کہ تیرا شوہر کیا کہتا ہے عورت نے جواب دیا امیر المومنین مجھے جنون نہیں ہے لیکن مباشرت کے وقت مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے یہ سمجھتا ہے کہ جنون ہے۔ حضرت علی نے عورت کا جواب سن کر شوہر سے فرمایا کہ اس کو لیجاؤ اور اچھی طرح رکھو تم اس کے لائق نہیں ہو تم کو یہ تمیز نہیں کہ عورت مجنونہ ہے یا نازک مزاج ہے۔ (ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)

حضرت علی کے تبحر علمی و وسیع النظری کے متعلق علامہ شیخ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ آپ جب خلیفہ ہوئے تو ایک واقعہ پیش آیا کہ جس کے ادراک سے علمائے

وقت کی عقلیں حیران ہوگئیں بجز آپ کے کوئی اُس کو سمجھ ہی نہ سکا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص نے ایک مخنث سے عقد کیا اُس مخنث کے دو عضو مخصوص تھے ایک مثل عورت کے دوسرا مثل مرد کے۔ مرد نے اُس مخنث کو مہر میں لونڈی دی پھر اُس مخنث کے ساتھ مثل عورت کے صحبت کی مخنث کے حمل رہ گیا اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا پھر اُس مخنث نے اُس لونڈی کے ساتھ صحبت کی وہ لونڈی بھی حاملہ ہوگئی اُس کے یہاں بھی لڑکا پیدا ہوا۔ یہ خبر حضرت علی سے بھی لوگوں نے آکر بیان کی آپ نے مخنث کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ اُس کو مثل عورتوں کے حیض ہوتا ہے۔ جب مرد اس سے صحبت کرتا ہے تو اُس کے دونوں مقامات سے منی نکلتی ہے وہ خود بھی حاملہ ہوتا ہے اور اُس سے عورت بھی حاملہ ہوتی ہے۔ لوگ اس امر میں حیران تھے کہ اس کے متعلق کیا حکم دیا جائیگا آیا یہ مردوں میں شمار ہوگا یا عورتوں میں حضرت علی نے یہ سُن کر اپنے دو غلاموں سے حکم دیا کہ اس مخنث کے پاس جاکر اس کی دونوں طرف کی پسلیاں شمار کرو اگر برابر ہوں تو عورت ہے اور اگر داہنی طرف کی ایک پسلی بائیں طرف کی پسلی سے تعداد میں زیادہ ہو تو مرد ہے۔ چنانچہ شمار کرنے پر بائیں طرف کی پسلیوں کو داہنی طرف کی پسلیوں سے کم پایا حضرت علی نے حکم دیا کہ مخنث مرد ہے اور اُس کو اُس کے شوہر سے علیحدہ کرادیا اور فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو اپنی حکمت بالغہ سے اُن کی بائیں طرف کی ایک چھوٹی پسلی سے حضرت حوّا کو پیدا کیا یہی سبب ہے کہ مرد کی بائیں طرف کی پسلی عورت کی پسلیوں سے کم ہوتی ہے اور عورت کی دونوں طرف کی پسلیاں برابر ہوتی ہیں۔ مرد کی تیئیس ۲۳ پسلیاں ہوتی ہیں۔ بارہ داہنی طرف اور گیارہ بائیں طرف۔ اور عورت کی چوبیس پسلیاں ہوتی ہیں

(مطالب السؤل صفحہ ۴۶)

سعید ابن منصور اپنی سنن میں اور ہیثم مسند میں بہ اسناد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو فرماتے سُنا ہے (جبکہ معاویہ نے خط لکھکر دریافت کیا تھا کہ خنثیٰ مشکل کو میراث ملے گی یا نہیں)

کہ پیشاب گاہ سے اندازہ کرنا چاہئے اگر وہ عورت کی طرح پیشاب کرے تو مثل عورت کے میراث پائیگا اور اگر مثل مرد کے پیشاب کرتا ہو تو مرد کی میراث پائے گا یہہ جواب لکھکر حضرت علی نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جسنے ہمارے دشمن کو امور دینیہ میں ہمارا محتاج رکھا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۰)

حضرت علی مقدمات میں عموماً جرح بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی عورت نے عدالت میں آکر علانیہ اپنے جرم (زنا) کا اقرار کیا حضرت علی نے اُس سے متعدد سوالات کئے جب وہ آخر تک اپنے بیان پر قائم رہی تب آپ نے سزا کا حکم دیا (مسند احمد ابن حنبل جلد صفحہ ۹۶ و ۱۴۳)

ایک مرتبہ لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر عدالت مرتضوی میں پیش کیا اور دو گواہ بھی پیش کر دیئے آپ نے گواہوں کو دھمکی دی کہ اگر یہ بات جھوٹ نکلی تو میں تم کو سخت سزا دوں گا یہ فرما کر اور کام میں مصروف ہو گئے بعد فراغت دیکھا تو دونوں گواہ موقع پاکر چلدیئے تھے آپ نے ملزم کو بے قصور پاکر چھوڑ دیا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۹)

عدالت میں جب کبھی کوئی لغو مقدمہ پیش ہوتا تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ اپنی کمال زندہ دلی کا بھی ثبوت دیتے۔ ایک شخص نے ایک شخص کو یہ کہکر عدالت میں پیش کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس نے میری ماں کی آبروریزی کی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ ملزم کو دھوپ میں لیجاکر کھڑا کرو اور اُس کے سایہ پر سو کوڑے مارو (تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۹)

حضرت علی کے فیصلے قانون کے نظائر کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے لوگوں نے ان کو تحریری صورت میں مدون کر لیا تھا۔ مگر چونکہ اُس زمانہ میں اختلاف آراء و فرقہ بندی کا دور شروع ہو چکا تھا فیصلوں میں تحریفیں ہونے لگی تھیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس کے سامنے جب تحریری مجموعہ فیصلوں کا لوگوں نے پیش کیا تو اُس میں سے اُنھوں نے ایک حصہ کو جعلی بتایا اور کہا کہ اپنے عقل و ہوش کو بجا رکھنے کے ساتھ حضرت علی کبھی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے تھے (مقدمہ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۰)

فیصلوں کی کثیر تعداد کتب شافعیہ مثل تصانیف عبدالرزاق و ابوبکر ابن ابی شیبہ وغیرہ

میں ہیں۔ غرضکہ آپ کی ذات ستودہ صفات جیسی کچھ اقضی الامۃ واعلم بالسنۃ تھی اُس کو ناظرین بخوبی جان سکتے ہیں آپ کے اعلم بالسنۃ ہونے کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ محبوبہ رسول صؐ کے ارشادات بھی نذر ناظرین کرتے ہیں ابو عمر و لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے لوگوں سے عاشورا کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا کہ کس نے تم کو اس کا حکم دیا لوگوں نے حضرت علی کا نام لیا آپ فرمانے لگیں کہ وہ سنت نبوی کے بہت زیادہ جاننے والے تھے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

شریح بن ہانی نے حضرت عائشہؓ سے مسح علی الخفین کا مسئلہ پوچھا کہ آدمی ایک بار پاؤں دھونے کے بعد کب تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ علی سے جاکر پوچھو اُن کو معلوم ہوگا کیونکہ وہ سفر میں آنحضرت صؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے چنانچہ شریح نے آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ مسافر تین دن تک اور مقیم ایک رات دن تک (مسند احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ۹۲ و جلد ۶ صفحہ ۵۵)

علم بالفرائض

حضرت عبداللہ بن مسعود کہا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ کے لوگوں میں حضرت علی سب سے زیادہ علم فرائض کے جاننے والے تھے مغیرہ بن شعبہ جو خود صاحب فرائض تھے کہتے ہیں کہ صحابہ میں حضرت علی سے زائد قوی قول کا کوئی شخص نہیں تھا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ و استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)

محمد ابن طلحہ[۱] شافعی مطالب السؤل صفحہ ۹۷ میں لکھتے ہیں کہ ایک عورت حضرت علی سے

---

[۱] یہ کتاب مطبع انوار محمدی لکھنؤ میں طبع ہوئی اسکے آخر میں ان کا حال بھی ہے ان کا نام کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ بن محمد بن الحسن ہے یہ قریشی نصیبی شافعی تھے بہت بڑے عالم متورع زاہد تھے شام میں انکا قیام تھا ابوبکر اسدی نے طبقات فقہائے شافعیہ میں ان کا مفصل حال لکھا ہے اور ان کا فقیہ اور مشہور ین علماسے ہونا نیز مذہب اور اصول مذہب کا عارف ہونا بھی لکھا ہے۔ ان کی وفات ۲۷ رجب سنہ ۶۵۲ ہجری میں ہوئی انکے علاوہ علامہ ذہبی نے بھی کتاب العبر میں ان کا حال لکھا ہے اور امام یافعی نے مراۃ الجنان میں بھی ۱۲ مؤلف

پاس آئی آپ اوس وقت اپنے گھر سے نکلکر سوار ہو رہے تھے ایک پاؤں رکاب میں تھا وہ عورت بولی اے امیر المومنین میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے مگر لوگوں نے مجھکو ایک دینار دیا ہے میں آپ سے اپنا حق اور انصاف چاہتی ہوں حضرت علی نے فوراً جواب دیا کہ تیرے بھائی کے دو بیٹیاں ہوں گی اُس نے کہا ہاں۔ فرمایا دو ثلث یعنی چار سو دینار تو اُن کے ہوئے۔ پھر پوچھا کہ تیرے بھائی کی ماں بھی ہوگی جس کو سدس یعنی سو دینار ملے ہوں گے اور زوجہ بھی ہوگی جسکو ثمن یعنی پچھتر دینار ملے ہونگے پھر پوچھا تیرے بارہ بھائی ہونگے دو دو دینار انکو ملے ہونگے اُس نے تسلیم کیا پھر فرمایا ایک دینار تیرا حق ہوا وہ تجھکو مل چکا اب جا لوٹ جا۔ یہ مسئلہ دیناریہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی طرح سے ایک اور مسئلہ منبریہ بھی مشہور ہے جسکو بھی محمد ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول صفحہ ۹۷ میں لکھا ہے وہ یوں ہے کہ حضرت علی کوفہ میں منبر پر تشریف فرما تھے کہ ایک عورت نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیر المومنین میری لڑکی کا خاوند مر گیا ہے اور ترکہ میں اُس کا آٹھواں حصہ ہے اُس کے شوہر کے اعزا اُس کو نواں حصہ دیتے ہیں میں آپ سے انصاف کی خواہاں ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرا داماد دو لڑکیاں چھوڑ کر مرا ہے۔ اس نے اقرار کیا پھر آپ نے فرمایا کہ اُس کے والدین بھی زندہ ہیں اُس نے کہا ہاں پھر آپ نے فرمایا کہ تیری لڑکی کا آٹھواں حصہ اب نواں حصہ رہ گیا اس سے زیادہ نہ مانگ۔

نجم الدین فخر الاسلام ابو بکر بن محمد بن الحسین مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق سے مروی کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں لوگ ایک لڑکے کو لائے جس کے دو سر۔ دو پیٹ اور چار ہاتھ دو پاؤں تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس قسم کا آدمی نہ دیکھا تھا ترکہ دینے میں متامل ہوئے کہ اُس کو ایک ترکہ دیا جائے یا دوہرا آپ نے اُس کو حضرت علی کی خدمت میں فیصلہ کے لئے بھیجا حضرت علی نے دیکھکر فرمایا کہ یہ جب سو جائے تو تم سب چلاؤ اگر اس کے دونوں سر یکبارگی ہل جائیں تو سمجھ لینا کہ یہ دراصل ایک ہی ہے اور اگر ایک جنبش کرے اور دوسرا نہ کرے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دو ہیں۔ حضرت عمر کو جب یہ معلوم

ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۱)

علم بالحساب

زر بن حبیش سے مروی ہے کہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے۔ ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں اتنے میں ایک تیسرا شخص بھی آگیا اور وہ بھی ساتھ کھانے میں شریک ہوگیا جب سب روٹیاں ختم ہوگئیں تو تیسرا شخص اوٹھ کھڑا ہوا اور دونوں کو آٹھ درہم دیکر کہنے لگا یہ اُس کھانے کا عوض ہے جو میں نے بیٹھکر کھایا ہے۔ دونوں میں جھگڑا ہونے لگا پانچ روٹی والے نے کہا مجھکو پانچ درہم ملنا چاہیئے اور تجھکو تین دوسرے نے کہا کہ نہیں مجھکو مساوی حصہ ملنا چاہیئے یعنی چار چار درہم برابر دونوں میں تقسیم ہونا چاہیئے تصفیہ کے لئے دونوں حضرت علی کی خدمت میں آئے آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا کہ تیرا ساتھی جو کچھ تجھکو دیتا ہے وہ تو لے لے اُس کی روٹیاں تیری روٹیوں سے زائد تھیں وہ کہنے لگا جب تک مجھکو میرا حق نہ معلوم ہو جائیگا میں نہیں لونگا۔ حضرت علی نے فرمایا اچھا سن تیرا حق ایک درہم سے زائد نہیں ہے انصاف کی رو سے تجھکو یہی پانا چاہیئے۔ تیرا دوست عالی حوصلگی سے جو کچھ تجھکو دیتا ہے وہ بہت زیادہ ہے تو اُس پہ یہ کہہ رہا ہے کہ جب تک مجھکو میرا حق انصاف سے نہ معلوم ہو جائیگا نہ راضی ہوں گا اُس نے کہا اے امیر المومنین آپ بیان فرمایئے کہ مجھے ایک درہم ملنے کی کیا وجہ ہے تاکہ میں مان لوں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں ہوئیں تم تین آدمی کھانے والے تھے معلوم نہیں کس نے کم کھایا اور کس نے زائد کھایا بہر حال ہم تینوں کی خوراک برابر رکھتے ہیں ہر ایک کے حصہ میں آٹھ آٹھ تہائیاں آتی ہیں۔ تمہاری تین روٹیوں کے نو حصہ اور اس کے پانچ کے پندرہ تیسرے شخص نے اُس میں سے سات اور تیرے حصہ میں سے ایک کھایا۔ لہذا تجھکو ایک ٹکڑے کے عوض میں ایک درہم اور اُس کو سات درہم ملنا چاہیئے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا کہ اب ایک درہم لینے پر راضی ہوں (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ و تاریخ الخلفا للسیوطی صفحہ ۶۹)

(ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ وغیرہ)

علم اسرار و حکم

اہل حکمت و متکلمین کے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو اپنے عقل و فہم و علم کی بنا پر ہر شرعی حکم کی جزئی مصلحتوں پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں اور اُس کے اسرار و حکم کی تلاش میں رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ہر حکم کے جزئی مصالحہ سے دلچسپی نہیں رکھتے۔ بلکہ کلی طور پر پوری شریعت پر ایک مبصرانہ نگاہ ڈال کر ایک کلی اصول طے کر لیتے ہیں اور خدا کے اُن احکام میں جو جزئی مصلحتیں مضمر ہوتی ہیں اُن کی تلاش اور جستجو کی ضرورت نہیں سمجھتے صحابہ میں حضرت عائشہ صدیقہ کا مذاق علم پہلی قسم کا اور حضرت علیؓ کا ذوق فکر دوسری قسم کا معلوم ہوتا ہے ان کی نظر احکام کی نظری کیفیت پر اتنی نہیں پڑتی تھی کہ اُن کی عملی کیفیت پر پڑتی ہے اس لئے کسی حکم شرعی کا انسان کی ظاہری عقل کے خلاف ہونا آپ کے نزدیک چنداں اہم نہیں کیونکہ عقل انسانی خود ناقص ہے وہ کسی شرعی حکم کے صحت و ثواب کا معیار نہیں بن سکتی۔ صحیح بخاری کے تعلیقات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے فرمایا۔

حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب باللہ ورسولہ (بخاری کتاب العلم)	لوگوں سے وہی بات کہو جس کو وہ سمجھ سکتے ہوں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ خدا اور اُس کا رسول جھٹلایا جائے۔

اس سے مقصود یہ تھا کہ اگر اُن سے ایسی باتیں کہی جائیں جو اُن کی فہم سے بالاتر ہوں تو اپنی بیوقوفی سے وہ ان باتوں کو غلط سمجھیں گے اور جہالت سے خدا اور رسول کی تکذیب کے جرم کے مرتکب ہوں گے۔ اس لئے لوگوں سے اُن کی عقل کے مطابق گفتگو کرنا چاہیئے کیونکہ مصالح الٰہی ہر شخص کی سمجھ میں یکساں نہیں آسکتے۔ احکام اور روایات کے بعض الفاظ اگر متعدد معنوں پر محتمل ہوں تو آپ فرماتے ہیں کہ ان میں وہی معنی صحیح ہوں گے جو رسالت اور نبوت کی شان کے شایاں ہوں۔ مسند ابن حنبل کے مطابق اس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں آپ نے فرمایا

اذا حدثتم عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بحدیث فظنوا بہ الذی ھو اھدیٰ و الذی ھو اتقیٰ والذی ھو اھناء (صفحہ ۱۳۰)

جب تم سے رسول اللہ کی کوئی حدیث بیان کیجائے تو اُس کے معنی وہ سمجھو جو زیادہ راہ راست اور زیادہ پرہیزگارانہ اور زیادہ بہتر ہوں۔

مثلاً موزوں پر مسح کرنا سنت ہے لیکن یہ مسح نیچے تلوؤں پر نہیں بلکہ اوپر پاؤں کے کیا جاتا ہے حضرت علی فرماتے ہیں۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد باب کیف المسح میں ہے۔

لو کان الدین بالرای لکان باطن القدمین احق بالمسح من ظاھرھما وقد مسح النبی صلعم علی ظھر خفیہ

اگر احکام دین ظاہری عقل ورائے سے بنائے جاتے تو تلوی اوپر کے پاؤں سے زیادہ مسح کے مستحق ہوتے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کی پشت پا پر مسح فرمایا۔

حضرت علی کا مقصود یہ ہے کہ چلنے کی وجہ سے اگر گرد و غبار کے دور کرنے اور صفائی کی غرض سے یہ مسح ہوتا ہے تو نیچے تلووں پر مسح ہوتا لیکن آنحضرتؐ نے نیچے نہیں اوپر مسح فرمایا۔ اس لئے احکام الٰہی کے مصالح کی تعیین میں محض ظاہری عقل ورائے کو دخل نہیں ہے۔ یہی روایت مسند امام احمد بن حنبل (جلد اول صفحہ ۱۱۴) میں اسی طرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ کو نہیں دیکھتا تو سمجھتا کہ نیچے مسح کرنا اوپر مسح کرنے سے زیادہ بہتر ہے یعنی ظاہری قیاس کا مقتضٰی یہی تھا مگر حکم الٰہی صرف ظاہری قیاس پر مبنی نہیں (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰۰)

علم کلام

یہ علم جس کو علم الٰہی و علم عقائد و علم باصول الدین اور متاخرین کی اصطلاح میں علم کلام کہتے ہیں۔ بعد تفسیر و حدیث کے اس کا مرتبہ نہایت عالی ہے۔ کیونکہ اس میں توحید اور نبوت اور احوال معاد سے بحث ہوتی ہے اور قضا و قدر کے اسرار و غوامض بیان کئے جاتے ہیں اس کے نکات جس قدر حضرت علی کے خطبات میں موجود ہیں اُتنے اور کسی صحابی کے کلام میں نہیں ملتے۔ امام فخر الدین رازی اربعین فی اصول الدین میں لکھتے ہیں کہ متکلمین کے جتنے فرقے ہیں وہ سب حضرت علی پر منتہی ہوتے ہیں۔

پہلا فرقہ جس نے سب سے پہلے اس علم میں شہرت حاصل کی وہ معتزلہ کا ہے جسکی بانی مبانی واصل بن عطا ہوئے اُنہوں نے اس علم کی تعلیم ہاشم بن عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ سے پائی اور ابوہاشم نے اپنے والد عبداللہ سے اور اُنہوں نے اپنے والد محمد بن الحنفیہ سے اور اُنہوں نے اپنے والد حضرت علی سے حاصل کیا

دوسرا فرقہ جس نے معتزلہ کے بعد اس علم میں کمال حاصل کیا وہ اشعریہ کہلاتا ہے یہ امام ابوالحسن علی بن ابی بشر اشعری کی طرف منسوب ہے۔ امام ابوالحسن اشعری ابو علی جبائی کے شاگرد تھے جو مشائخ فرقہ معتزلہ سے تھے لہذا یہ بھی معتزلہ کی طرف منتہی ہوتا ہے جسکا انتساب حضرت علی کی طرف اس سے قبل بیان ہو چکا۔ تیسرا فرقہ متکلمین میں زیدیہ کا ہے جو در اصل امامیہ کی شاخ ہے اور امامیہ کا انتساب حضرت علی کی طرف ظاہر ہے۔

چوتھا فرقہ گروہ متکلمین سے خوارج کا فرقہ ہے جو حضرت علی کے سخت دشمن ہیں لیکن تاریخ کے دیکھنے سے صحیح طور پر واضح ہوتا ہے کہ خوارج کے اکابر وہی لوگ تھے جو ابتدا میں حضرت علی سے تعلیم پاتے رہے ہیں۔ ہم اس جگہ تیمناً حضرت علی مرتضیٰ کا ایک خطبہ مسائل توحید کے بیان میں مطالب السئول صفحہ ۹۴ سے لیکر نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ افلاطون و ارسطو نے بھی باوجود اس قدر علم و فضل کے کبھی توحید کے ایسے نازک اور پیچیدہ مسائل کو اس خوبی سے نہیں بیان کیا ملاحظہ ہو۔[1]

قولہ فی تمجید اللہ تبارک و تعالیٰ و تحمیدہ	حضرت علی کا ارشاد اللہ تبارک و تعالیٰ کی تحمید و توحید
و توحیدہ ھو الذی لا یبلغ مدحتہ القائلون	کے بیان میں یہ ہے کہ وہی وہ ذات ہے کہ جس کی مدح
ولا یحصی نعماءہ العادون ولا یودی حقہ	و ثنا کی حقیقت کو اچھی زبان والوں کی گویائی نہ پہنچ
المجتہدون الذی لا یدرکہ بُعد الھمم و	سکی اور نہ شمار کرنے والے اُس کی نعمتوں کو شمار
لا ینالہ غوص الفطن لیس لصفتہ حد	کر سکے اور نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکے
محدود ولا نعت موجود ولا وقت معدود	وہ ایسی ذات ہے جسے ہمتیں ارادے نہ پا سکے اور نہ

[1] مطالب السئول صفحہ ۹۴ و ارجح المطالب صفحہ ۱۳۲ سطر ۲ یہ خطبہ بہ ادنیٰ تغیر الفاظ کتاب نہج البلاغة جلد ۱ صفحہ ۱۵ میں بھی موجود ہے ۱۲

ولا اجل ممدود فطر الخلائق بقدرته
ونشر الرياح برحمته ووتد بالصخور
ميدان ارضه اول الدين معرفته
وكمال معرفته التصديق به وكمال
التصديق به توحيده وكمال توحيده
الاخلاص وكمال الاخلاص له نفي
الصفات المحدثة عنه فمن وصفه
بحادث فقد قرنه ومن قرنه فقد ثناه
ومن ثناه فقد جزاه ومن جزاه فقد
جهله ومن اشار اليه فقد حده ومن
حده فقد عده ومن قال فيم فقد ضمنه
ومن قال علام فقد اخلى منه كائن
لا عن حدث موجود لا عن عدم
مع كل شيء لا بمقارنة وغير
كل شيء لا بمفارقة ومزايلة
فاعل لا بمعنى الحركات
والآلات بصير اذ لا منظور
اليه من خلقه متوحد اذ لا سكن
يستانس به ولا يستوحش لفقده
انشاء الخلق انشاءً وابتداه
ابتداءً بلا روية اجالها ولا

عقلیں اُس کی تہ تک پہنچ سکیں اُس کی مدت کے لئے
کوئی حد معین نہیں اور نہ کوئی صفت موجود ہے اور نہ کوئی
وقت مقرر ہے اور نہ مدت دراز معین۔ اُس نے اپنی
قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی رحمت سے ہوا
کو پھیلایا اور متزلزل زمین کو پتھروں کی میخوں سے مضبوط
کیا دین کا پہلا زینہ اُس کی معرفت ہے اور معرفت کا
کمال یہ ہے کہ اُس کی تصدیق کی جائے توحید اُس کی
تصدیق پر یقین لانے سے کامل ہوتی ہے توحید کا کمال
یہ ہے کہ اخلاص حاصل ہو اور کمال اخلاص یہ ہے کہ
تمام صفات زائدہ سے اُس کو منزہ اور مبرا سمجھے جس شخص
نے اُس کی توصیف ان صفات زائدہ سے کی اُس نے
اُس کا مقارن ٹھہرا سمجھ لیا جس نے مقارن سمجھ لیا وہ
دوئی کا قائل ہوا اور جو دوئی کا قائل ہوا اُس نے اُس
کا تجزیہ کر دیا اور جس نے تجزیہ کر دیا وہ جاہل ہوا اور جس
نے اُس کی طرف اشارہ کیا اُس نے محدود کر دیا اور جس
نے محدود کر دیا اُس نے ایک حد معین کر دی اور جس
نے یہ سوال کیا کہ خدا کس چیز میں موجود ہے تو اُس نے
اُس کے لئے محل و مقام تجویز کیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ
کس چیز پر ہے تو اُس نے موجود سے خالی سمجھا۔ وہ
اپنے وجود میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے وہ موجود ہے کسی
وجہ سے موجود نہیں ہوا عدم سے وجود میں نہیں آیا ہے۔

تجربة استفادها ولا حركة
احدثها ولا همامة نفس
اضطرب فيها احال الاشياء
لاوقاتها ولاءم بين مختلفاتها
وغرز غرائزها والزم اشباحها
عالما بها قبل ابتدائها
محيطاً بحدودها وانتهائها
عارفاً بقرائنها واحنائها
ثم انشأ سبحانه فتق الاجوا
وشق الارجاء وسكائك الهوا فاجرى
فيها ماءً متلاطما تياره
متراكما زخاره وحمله
على متن الريح العاصفة
والزعزع القاصفة فامرها
برده وسلطها على شده و
قرنها الى حده الهواء من
تحتها فتيق والماء من فوقه
دفيق ثم انشاء سبحانه وتعالى
ريحا اعتقم مهبّها وادم
مربّها واعصف مجراها وابعد
منشاها فامرها بتصفيق الماء

ہر چیز کے ساتھ ہو مگر عارضی طریقہ سے نزدیکی نہیں ہر چیز سے ہے
مغایر ہو مگر بالکل علٰحدہ ہونیوالا نہیں (کیونکہ شئے کا قائم اگر
اُس سے علٰحدہ ہو جائے تو وہ شئی قایم کہاں رہسکتی ہے) وہ فاعل
ہے مگر نہ بمعنی حرکات اور آلات کے وہ اسوقت بھی بصیر ہے جبکہ
اُسکی خلق میں کوئی شے منظور الیہ موجود نہیں وہ یکتا ہے اُس کا
کوئی ایسا مسکن نہیں جس سے وہ مانوس ہو اور نہ کوئی
ایسی چیز جس کے گم ہو جانے سے وہ متوحش ہو اُس کا
حق تھا اُس نے مخلوقات کو پیدا کیا اور جس چیز کی
اُس نے ابتدا کرنا چاہی اُس کو بلا تکلف کر دیا کوئی
ایسا تجربہ نہیں جس سے دربارۂ خلقت مخلوق اُس نے
استفادہ کیا ہو اور نہ کوئی ایسی حرکت جس سے اُس نے مخلوق
کو پیدا کیا ہو نہ اُسے کوئی تردد لاحق ہوا جس سے وہ
مضطرب ہوا ہو وجود اشیا کو گردش دیدی جب اُس
کا وقت آگیا مختلف اشیا کو آپس میں ملا دیا اشیا کی
طبیعتوں کے آثار محکم کر دیئے اُن کی شناخت کے
آثار کو اُن کے ساتھ لازم کر دیا اشیا کی پیدائش سے
قبل اُن کو جانتا تھا اُن کے حدود اور انتہا کا احاطہ
کئے ہوئے تھا اُن کے قرائن و احوال و اقسام کا عارف
تھا پھر اللہ نے آسمان کی فضاؤں کی وسعت کو ایجاد
کیا اطراف ہوا اور ہوا کے بالائی حصہ کو شگافتہ کیا اور
اُس بالائی حصہ میں پانی کو جاری کر دیا جس کی آب

الزخار واثارة موج البحار
فمخضته مخض السقاء وعصفت
به عصفها بالفضاء ترد اوله
الی اخره وساجیه الی مائره
حتی عبّ عبابه ورمی بالزبد
رکامه فرفعه فی هواء
منفتق وجوّ منفهق فسوی منه
سبع سموات جعل سفلاهن
موجا مکفوفا و
علیاهنّ سقفا محفوظا
وسمکا مرفوعا بغیر
عمد یدعمها ولا دسار
ینتظمها ثم زیّنها بزینة
الکواکب وضیاء الثواقب
واجری فیها سراجا
مستطیرا وقمرا منیرا
فی فلک دائر وسقف
سائر ورقیم مائر ثم
فتق ما بین السموات العلی
فملأهن اطوارا من الملائکة
منهم سجود لا یرکعون ورکوع

میں ٹکرانے والی موجیں تلاطم خیز تھیں جس کی لہریں
ایک دوسرے پر چھائی ہوئی تھیں اُس پانی کو تیز
ہوا اور توڑ دینے والی آندھی کی پشت پر سوار کیا پھر اُس
ہوا کو حکم دیا کہ اس پانی کو موجزن کر دے اور اس
کے تھام لینے اور نگہبان رہنے پر اُس نے مسلط فرما دیا
اور اُسے اُس پانی کی حد و نہایت کے نزدیک کر دیا
درآنحالیکہ اس ہوا کا حصۂ زیریں کشادہ تھا اور پانی
اُس کے اوپر موجیں لے رہا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے
ریح عقیم کو پیدا کیا جس کے جھونکے نباتات و اشجار
اور اُن کی تازگیاں پیدا نہیں کرتے اس کے قیام کو
باقی رکھا اس کے جھونکوں کو تیز و تند کر دیا اس
کی نشو و نما کی جگہ کو دور تک پھیلا دیا اور اسے حکم دیا کہ
اس آب ذخار کی موجوں کو ٹکرا دے اور دریا کی لہروں
کو ہنکا لیجائے اس ہوا نے خدا کے حکم سے اس پانی کو
جنبش دی جیسے مشک کو جنبش دیا کرتے ہیں اور اُسی
فضائے آسمان میں ایسی جنبش دی جو جنبش دینے کا حق
ہوتا ہے۔ اس کے اول کو آخر اور سکون کو حرکت کیطرف
منتقل کر دیا یہاں تک کہ اس کا بڑا حصہ بلند ہو گیا اس
دریا سے اُس کے جمع ہو جانے والے کف کو پھینک
دیا پھر اس کف کو ہوائے کشادہ اور فضا کے ساتھ
مکان وسیع میں بلند کیا اور اُس سے نہایت عمدہ

لا ينتصبون وصافون
لا يتزايلون يسبحون
الليل والنهار لا يفترون
لا يغشاهم نوم العيون
ولا سنة العقول ولا فترة
الابدان ولا غفلة النسيان
ومنهم امناء على وحيه
والسنة الى رسله
مختلفون بقضائه
وامره ومنهم الحفظة
لعباده والسدنة لابواب
جنانه ومنهم الكرام
الكاتبون اعمال
خلقه الشاهدون على
بريته يوم يبعثون
ومنهم غلاظ شداد
لا يعصون الله ما امرهم
ويفعلون ما يؤمرون۔

طریقہ کے ساتھ سات آسمان ایجاد کئے اور اُن آسمانوں
کے طبقہ زیریں کو متحرک اور اپنی جگہ سے نہ ٹلنے والا
اور حصہ بالا کو ایک محفوظ اور نہایت ہی بلند بنا دیا اُسی
بغیر کسی ستون کے قائم کیا اور بغیر کسی میخ کے اُنہیں منظم
کر دیا پھر اُنہیں آسمانوں کو ستاروں کی آرائش اور
آنکھوں میں گھر کر جانے والی روشنی سے مزین کیا۔ ان
میں اس چراغ (آفتاب) کو روشن کیا جس کی روشنی
پھیلی ہوئی ہے اُس قمر کا اجرا فرمایا جو ضیا بخش دیدۂ
مردم ہے اور دورہ کرنے والے فلک اور سیر کرنیوالی
سقف (چھت) اور چلنے والی سطح آسمان میں ثابت اور
قائم ہے پھر اُن مخلوقات کو پیدا کیا جو بلند آسمانوں
کے درمیان میں واقع ہے اور اُن آسمانوں کو قسم
قسم کے ملائکہ سے لبریز کر دیا اُن ملائکہ میں بعض ایسے
ہیں جو ہمیشہ سے سر بسجود ہیں رکوع کرنے کی نوبت
ہی نہیں آتی بعض ایسے ہیں جو رکوع میں ہیں اور
کبھی سیدھے نہیں ہوتے بعض ایسے ہیں جو صف بستہ
ہیں اپنے مقام سے ہٹتے ہی نہیں بعض ایسے ہیں جو
تسبیح کرتے ہیں رات و دن اور کبھی اُس سے پریشان
نہیں ہوتے نہ ان کی آنکھوں میں کبھی نیند لاحق ہوتی
ہے اور نہ اُن کی عقلوں کو سہو ہوتا اور نہ بدنوں کو
تکان اور نہ اُن کو غفلت اور نسیان لاحق ہوتا ہے بعض

ان میں سے اُس کی وحی کے امین ہیں اور اُس کے
پیغمبروں کے ترجمان مختلف مقامات سے خدا کے فرمان
اور احکام لے کر اُن کے پاس آتے ہیں بعض ایسے ہیں
جو بندوں کے محافظ اور جنت کے مکانوں کے خادم
ہیں بعض ایسے ہیں جو کراماً کاتبین ہیں مخلوقات کے
اعمال کے گواہ ہیں اور قیامت کے دن اُن کو تمام
مخلوقات پر پیش کریں گے اور بعض ایسے ہیں جو سخت
دل اور زور آور ہیں نہیں نافرمانی کرتے ہیں اللہ کی
جو حکم کرے اُن کو اور کرتے ہیں جو حکم کیے جاویں۔

حضرت علی کے اس قسم کے ارشادات مطالب السئول و ینابیع المودۃ و نہج البلاغۃ وغیرہ میں کثرت سے موجود ہیں اس جگہ اتنی ہی پر اکتفا کی گئی۔ آپ کے خطب و مواعظ و ارشادات علیحدہ علیحدہ اسی کتاب السیرۃ العلویہ بذکر الماثر المرتضویہ کی کسی جلد میں انشاء اللہ تعالیٰ رونق افروز چشم بصیرت ہوں گے۔

علم الجفر والجامعہ

اس علم کو علم اسرار الحروف بھی کہتے ہیں شیخ سلیمان بلخی قندوزی ینابیع المودت باب ۷۶ صفحہ ۳۹۸ میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمن بن محمد بن علی بن احمد بسطامی رسالہ درۃ المعارف میں لکھتے ہیں۔

ثم ان الامام علیاً کرم اللہ وجھہ ورث علم الاسرار الحروف من سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والیہ الاشارۃ بقولہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔	حضرت امام الاولیا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ علم اسرار الحروف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وارث ہیں اسی طرح اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علی باب مدینہ علم ہیں۔

محمد بن طلحہ شافعی الدر المنظم میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں میں حضرت علی مرتضیٰ کے جفر کا تذکرہ کرتا ہوں جس میں مفاتیح علوم و مصابیح نجوم سے ایک ہزار سات سو مصدر ہیں علمائے حروف کے یہاں اس کو جفر جامع و نور لامع کہتے ہیں صوفیہ کے یہاں اس سے مراد لوح قضا و قدر ہے بعض اس کو مفتاح اللوح والقلم اور بعض سر القضا والقدر اور بعض مفتاح علم اللدنی بھی کہتے ہیں یہ دو عظیم الشان کتابیں ہیں ایک کو حضرت علی نے کوفہ میں ممبر پر بیان بھی فرمایا تھا اسی کا نام خطبہ البیان ہے۔

دوسرا وہ علم مکنون ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے بصیغۂ راز فرمایا اسی کی طرف آنحضرتؐ کا اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ آنحضرتؐ نے جب حضرت علی کو اس کی تدوین کا حکم دیا تو آپ نے حروف علیحدہ علیحدہ کر کے بطریق سفر حضرت آدم علیہ السلام لکھا اور یہ لوگوں میں الجفر والجامعہ کے نام سے مشہور ہوا (ینابیع المودہ باب ۶۹ صفحہ ۴۰۳)

شیخ محی الدین ابن العربی طائی حاتمی اندلسی کتاب الدر المکنون والجوہر المصئون میں صحیفات جفریہ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے علم الحروف کو بطریق وراثت حاصل کیا اور علم الاولین والآخرین کے وارث ہوئے میں نہیں جانتا کہ اور بھی کسی نے ایسے علوم جمع کئے ہوں گے آپ اُن سب میں اعلم ہیں آپ نے جفر جامع اسرار حروف میں تصنیف فرمائی جس میں وہ امور موجود ہیں جو اولین میں جاری ہو چکے اور آخرین میں جاری ہوں گے اس میں اسم اعظم۔ تاج آدم۔ خاتم سلیمان۔ حجاب آصف علیہما السلام ہے حضرت علی کی اولاد سے آئمہ راسخین ان اسرار کو جانتے تھے۔ جفر سے مراد درحقیقت تکسیر ہے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لیکر اب تک سوائے حضرت علی کے اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی یہ سب آنحضرتؐ کی تعلیم کی برکت سے تھا میں نے بعض ان اسرار کو اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں بھی لکھا ہے (ینابیع المودۃ باب ۶۹ صفحہ ۴۱۴)

علامہ کاتب چلپی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون جلد اول صفحہ ۳۹۵ میں لکھتے

ہیں کہ ایک گروہ کا قول ہے کہ حضرت علی نے جفر کی ایک جلد میں اٹھائیس حروف کو بطریق بسط اعظم وضع فرمایا تھا اس سے بطریق مخصوص و شرائط معینہ اسرار لوح اور قضا و قدر معلوم ہو سکتے تھے اور یہ ایسا علم ہے کہ جس سے اہلبیت ہی کو ورثہ پہونچا ہے۔

علم ریاضی و ہیئت

یونس بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ سے علم نجوم کے متعلق سوال کیا کہ اُسکی کیا اصلیت ہے اُنہوں نے کہا کہ یہ انبیاء کا علم ہے پھر میں نے پوچھا کہ علی ابن ابیطالب اس علم کو جانتے تھے وہ کہنے لگے ہاں سب لوگوں سے زیادہ اس علم کو جانتے تھے۔ اس قول میں اگرچہ علم نجوم کا ذکر ہے لیکن اس سے مراد علم ہئیت ہے کیونکہ احکام نجوم متعلق بہ سعادت و نحوست و اخبار عن المغیبات یعنی غیب کی خبریں بیان کرنا لوازم کہانت سے ہیں حضرت علی اس کو خلاف شریعت جانتے تھے چنانچہ ارشاد ہے۔

ایاکم و تعلم النجوم الا فیما یہتدی فی براو بحر فانہا تدعوا الی الکہانۃ

علم نجوم کے سیکھنے سے بچو مگر اس میں سے وہ امر جو تمکو صحرا اور دریا میں رہنمائی کر سکے کیونکہ اسکے سوا علم نجوم کہانت ہے

اس ارشاد سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ علم نجوم جس سے علم ہیئت الافلاک مراد ہے اُس کو سیکھنا مستحب ہے اس لئے کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطلاع اور قدرت کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں میں حضرت علی کے سامنے اہرام مصری کی تاریخ بنا کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کوئی صحیح بات بیان نہ کر پایا حضرت علی نے دریافت کیا کیا ان پر کوئی تصویر بنی ہوئی ہے ان میں سے کسی نے عرض کیا ہاں اُن پر ایک چیل کی تصویر ہے جس کے پنجہ میں بھی خرچنگ دبا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ مثلث نما مینار اُس وقت تعمیر ہوئے تھے جبکہ نسر طائر برج سرطان میں تھا۔ نسر دو ہزار برس میں ایک برج کو طے کرتا ہے آجکل وہ برج جدی میں ہے اس حساب سے بارہ ہزار سال اس کی تعمیر کو ہوئے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۹)

علم نحو

علم نحو کی بنیاد خاص حضرت علی کے دست مبارک سے رکھی گئی۔ ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سُنا اس سے خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے جس سے اعراب میں غلطی نہ واقع ہو سکے۔ چنانچہ ابوالاسود دُئلی کو چند قواعد بتلائے اور اس فن کی تدوین پر مامور کیا (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰۷)

ابوالاسود دُئلی سے مروی ہے کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ گردن جھکائے ہوئے متفکر بیٹھے ہیں میں نے پوچھا آپ کیا غور فرما رہے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے تمہارے شہر میں لوگوں کو اپنی زبان میں غلطی کرتے سُنا ہے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ کوئی ایسی کتاب لکھوں جس میں عربی زبان کے قاعدہ ہوں میں نے کہا اگر آپ ایسا کریں گے تو بہت بہتر ہو گا گویا ہم لوگوں کو آپ زندہ فرما دیں گے اور ہم میں عربی زبان باقی رہ جائے گی۔ پھر کئی دن کے بعد جب حاضر خدمت ہوا تو آپ نے مجھ کو ایک کاغذ دیا اُس میں بعد بسم اللہ کے لکھا ہوا تھا کہ کلمہ تین قسم پر ہے۔ اسم فعل۔ حرف۔ اسم وہ ہے جو اپنے مسمی سے خبر دے۔ فعل وہ ہے جو مسمیٰ کی حرکت سے خبر دے۔ حرف وہ ہے کہ جو ایسے معنی سے خبر دے کہ جو نہ اسم ہو اور نہ فعل پھر فرمایا کہ اس کا تتبع کرو اور جو کچھ مناسب معلوم ہو اس میں بڑھاؤ اور اس امر کو بھی سمجھ لو کہ یہ سب اشیا تین قسم پر ہیں ایک ظاہر۔ ایک مضمر اور ایک ایسی شے کہ جو نہ ظاہر ہے اور نہ مضمر اور علما کی فضیلت اسی شے کے دریافت کرنے میں معلوم ہوتی ہے۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے اس قاعدہ سے بہت سی باتیں نکال کر جمع کیں اور حضرت علی کو سنائیں جس میں حروف ناصبہ کا بھی بیان تھا ان میں سے اِنَّ اور اَنَّ اور لیت اور لعلّ اور کانّ کا میں نے ذکر کیا لکنّ کا ذکر میں نے نہیں کیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اس کو کیوں چھوڑ دیا میں نے عرض کیا کہ میں اس کو حروف ناصبہ میں نہیں سمجھتا تھا فرمایا یہ بھی انہیں میں سے ہے اس کو بھی بڑھا دو (تذکرۃ الخلفا للسیوطی

صفحہ ۷ وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۴۲ و روضۂ ندیہ صفحہ ۹۲)

ترجمہ مناجۃ الطرب فی تقدمات العرب صفحہ ۵۳۲ اور اجرومیہ کے حاشیہ میں ہے کہ حضرت علی نے جو کچھ علم نحو کے متعلق لکھا تھا وہ ابوالاسود کو دیکر فرمایا کہ انح بھذا النحو یعنی اس طریقہ پر لکھو چنانچہ یہ قواعد ابوالاسود کے پاس رہے جب زیاد بن سمیہ حاکم عراق ہوا تو ابوالاسود اس وقت زیاد کے لڑکوں کا معلم تھا لوگ اس سے پوچھتے مگر ابوالاسود اس قدر بخیل تھا کہ کسی کو نہ بتاتا خود زیاد نے اس سے درخواست کی تھی کہ ان قواعد کو جمع کرکے لکھو اور اس علم کو مشہور کرو تاکہ قرآن شریف پڑھنے والوں کو سہولت ہو جائے اور وہ غلطی سے محفوظ ہو جائیں ابوالاسود نے زیاد سے بھی انکار کر دیا۔ اتفاقاً ابوالاسود نے ایک روز کسی قاری کو یہ آیت اِنَّ اللّٰهَ بریءٌ مِنَ المشرکین و رسولُه پڑھتے سنا جو رسولُه میں بجائے لام کے ضمہ کے کسرہ پڑھ گیا جس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین اور اپنے رسول سے بیزار ہے۔ حالانکہ اصل معنی بحالت ضمہ لام یہ ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہے۔ ابوالاسود کو ایسی فاش غلطی سن کر بہت رنج ہوا اور کہنے لگے کہ میں یہ نہ جانتا تھا کہ عرب کی اب یہ حالت ہوگئی ہے اور اس طرح ان کی عقلیں گم ہوگئی ہیں فوراً وہاں سے واپس ہوئے اور آکر زیاد سے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ تم نے جو کچھ کہا تھا میں اب اوس کے لئے تیار ہوں مگر ایک کاتب لاؤ زیاد نے کاتب دیا ابوالاسود نے کاتب سے قواعد لکھوا کر ایک کتاب کی صورت میں جمع کرا دیئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا مآثر حضرت عمر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں اسود کو حکم دیا تھا کہ قواعد علم بناؤ مگر شاہ صاحب نے کوئی سند نہیں درج فرمائی معلوم نہیں کہ اُن کا ماخذ اس امر کے لئے کیا ہے۔ وہاں اسود نام ہے اور یہاں ابوالاسود۔ درحقیقت واضع علم نحو حضرت علی ہی ہیں اور ابوالاسود شاگرد اول اگر شاہ صاحب کی روایت بھی صحیح مانی جائے تو اس کی تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ شاید

قواعد مقرر کرنے کی تجویز عہد فاروقی میں پیش ہوئی ہوگی مگر اس کا اجرا نہ ہو سکا ہوگا پھر حضرت علی نے اُس کے قواعد منضبط کر کے ابو الاسود کو تعلیم فرمائے اور بعد ایک زمانہ کے ابو الاسود نے وہ قواعد بصورت کتاب مدون کئے۔ علاوہ اس کے حضرت عمر چونکہ ہر کام میں صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے حضرت علی کی علمی لیاقت تو ظاہر ہی ہے کہ کس درجہ کی تھی بہت ممکن ہے کہ تدوین قوانین نحو کا کام حضرت علی کے سپرد کیا گیا ہو اگر یہ کام عہد فاروقی میں حضرت علی نے شروع کیا ہو اور ابو الاسود کو قوانین نحو سکھلا دیئے ہوں تو کیا منافات ہے بہر حال اس علم کے موجد حضرت علی مرتضیٰ ہی ہیں (شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۹۲)

علم تصوف

علم تصوف خاصان امت کے لئے مذہب کی جان اور اسرار شریعت کی روح ہے علم اسرار و حکم کا بیان جو اوپر گذر چکا اُس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ حضرت علی کو علم اسرار شریعت پر عبور نہ تھا بلکہ آپ کا مسلک یہ تھا کہ یہ علم عوام کے لئے موزوں نہیں اور یہ بالکل سچ ہے کہ اس سے عوام کے طبائع میں احکام الٰہی کی اتباع اور پیروی کے بجائے عدم عمل کے لئے حیلہ گری اور فلسفیانہ بہانہ جوئی پیدا ہوتی ہے۔ خواص اس فرق کو سمجھتے ہیں اس واسطے اُنہیں کے لئے یہ علم موزوں ہے حضرت علی نے تصوف یعنی روح اسرار شریعت کے حقائق و معارف بہت سے بیان فرمائے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس علم کا ماخذ و منبع و سرچشمہ حضرت علی ہی ہیں چنانچہ خواجہ محمد پارسا نقشبندی فصل الخطاب میں لکھتے ہیں کہ

قال الجنید صاحبنا فی هذا الامر الذی	حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ ہمارے پیشرو اس امر
اشار الی ما تضمنه القلوب واومی الی	میں کہ جس میں اشارہ کیا گیا ہے اُس شے کی طرف
حقایق بعد نبینا صلی الله علیه وسلم	کہ جو قلوب میں آکر متضمن ہوتی ہے اور جس سے
علی ابن ابی طالب وان امیر المؤمنین	بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حقائق کی
لو یفرغ عن الحروب لوصل الینا عنه من	طرف ایما فرمایا وہ علی ابن ابی طالب ہیں اور اگر

هذا العلم ما لا يقوم له القلوب — حضرت امیر المومنین غزوات سے فارغ ہوتے تو آپ سے ہمارے لئے اس علم یعنی علم حقائق و تصوف کے متعلق وہ باتیں منقول ہوتیں کہ جس کے دل متحمل ہو سکتے۔

شرح تعرف میں ہے کہ حضرت علی بہ اتفاق امت کل عرفا کے سردار ہیں (ینابیع المودة صفحہ؟)

کشف المحجوب صفحہ ۲ میں ہے۔

قال سيد الطائفة الجنيد شيخنا في الاصول والبلاء على المرتضى يعني امامنا في علم الطريقة ومعاملاتها هو على المرتضى — سید الطائفہ جنید بغدادی کا قول ہے کہ ہمارے پیر اصول اور بلا میں علی مرتضیٰ ہیں یعنی ہمارے امام علم طریقت میں اور اس کے معاملات میں حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا صفحہ ۲۷۴ میں لکھتے ہیں کہ خلافت سے پہلے حضرت علی کو اس میں بیحد انہماک تھا مگر خلافت کے بعد اس کی مصروفیت نے اُن کو اس فن کی تفصیل بیان کرنے کی فرصت نہ دی۔ سلاسل طریقت حضرات اولیاء اللہ مثل قادریہ قلندریہ چشتیہ۔ قشیریہ۔ ہمرویہ۔ غزالیہ۔ شطاریہ۔ رفاعیہ۔ کبرویہ۔ سہروردیہ۔ فردوسیہ۔ مداریہ۔ شاذلیہ نقشبندیہ وغیرہ حضرت علی ہی کی ذات پر منتہی ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں ہر ایک سلسلہ سے ہزارہا شاخیں نکلی ہیں لیکن متقدمین کے نزدیک اصل میں دو طریقہ تھے جنیدیہ وطیفوریہ۔ جنیدیہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کی طرف منسوب ہے حضرت جنید کو حضرت سری سقطی سے اُن کو حضرت معروف کرخی سے اُن کو حضرت داؤد طائی سے اُن کو حضرت حبیب عجمی سے اُن کو حضرت حسن بصری سے اُن کو حضرت علی سے خلافت طریقت حاصل ہے حضرت معروف کرخی کا دوسرا سلسلہ بھی بذریعہ ائمہ اطہار حضرت علی پر منتہی ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ طیفوریہ ہے جو حضرت بایزید بسطامی کی طرف منسوب ہے اور وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مرید تھے۔ غرض یہ کہ جتنے طرق موجود ہیں سب کا خاتمہ حضرت علی کی ذات مقدس تک ہوتا ہے۔ امام فخر الدین رازی اربعین فی اصول الدین میں

لکھتے ہیں۔

ومنها علم تصفية الباطن ومعلوم ان — اور اُن میں سے علم تصفیۂ باطن ہے جس کے متعلق یہ تو
نسب جميع الصوفية ينتهي اليه (ارجح المطالب ص ۱۳۱) — معلوم ہی ہے کہ تمام صوفیہ کے نسب و فرق حضرت علی پر ختم ہوتے ہیں

سلاسل طریقت اور اُس کے اجرا اور شیوع کے متعلق میرے حضرت استاد و شیخ طریقت حضرت مولانا مولوی شاہ حبیب حیدر قلندر ادام اللہ فیضانہ و برکاتہ نے ایک بہت بسیط کتاب شجرات المشائخ تحریر فرمائی ہے جس میں سابق و حال کے تمام مجریہ و غیر مجریہ سلاسل کی تحقیق نہایت بسط سے فرمائی ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ناظرین اُس سے معلوم کر سکتے ہیں کیونکہ اُس کا موضوع لہ یہی مبحث ہے چونکہ اکثر سلاسل بذریعہ حضرت حسن بصری حضرت علی پر منتہی ہوتے ہیں اور بعض محدثین لقاء حسن بصری با جناب امیر کے قائل نہیں اس وجہ سے وہ اس سلسلہ کو معتبر نہیں سمجھتے۔ اس امر میں متشددین میں امام ترمذی اور اُن کے متبعین میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہوئے۔ ہمارے نزدیک عدم لقاء ثابت نہیں ہوتی۔ لقاء کے اثبات کرنے والے انکار کرنے والوں سے زیادہ ہیں اور حسب قاعدہ مثبت کے قول کو نافی پر ترجیح ہوا کرتی ہے لہٰذا اثبات ہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے نہ کہ نفی۔ اس کے مباحث بالتفصیل سیوطی کے مصنفات نیز فخر الحسن منشرح قول المستحسن و روض الازہر والدر المنظم و دیگر کتب حضرات صوفیہ علمائے باللہ میں بالتصریح موجود ہیں میں اُنہیں حضرات کا متبع ہوں نہ کہ متشددین محدثین کا۔ اس کے دلائل صفحات ماسبق میں گذر بھی چکے ہیں۔

علم الکتابت

حضرت علی حسن خط میں مہارت تام رکھتے تھے چنانچہ خود آپ کا قول ہے۔

عليكم بحسن الخط فانه من مفاتيح الرزق — تم پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو خوشخطی سکھاؤ کیونکہ وہ رزق کی کنجی
علموا اولادكم الكتابت فان في الكتابة همم — ہے اپنی اولاد کو کتابت سکھاؤ کیونکہ کتابت میں بادشاہوں کی

الملوك والسلاطين عليكم (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۶) ہمت اور توجہ تمہاری طرف ہوگی۔

اُس زمانہ میں عرب میں خط کوفی کا رواج تھا حضرت علی اس میں بڑے مشاق تھے ابتدا ہی میں آپ نے اُسے دیکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں عہود و مصالحت کی کتابت انہیں سے متعلق تھی اس کے علاوہ فرامین و وحی و قرآن شریف وغیرہ جو کچھ آنحضرتؐ کو لکھوانا ہوتا آپ سے لکھواتے بقول علامہ ابن عبدالبر کاتب عہود و صلح مخصوص طور پر آپ ہی ہوتے (استیعاب جلد ا صفحہ ۲۶)

حضرت علی مرتضیٰ کا لکھا ہوا کلام اللہ اکثر مقامات پر کہا جاتا ہے کہ موجود ہے۔ سید جمال الدین احمد حسنی نے کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں بھی اس کے متعلق لکھا ہے۔

قسم دوم فضائل ذہنی

اس سے مراد وہ فضائل ہیں جو جوہر نفس میں راسخ ہوتے ہیں اور وہ بوجہ کمال عقلی کے حاصل ہوتے ہیں۔ انسان کی جس قدر عقل کامل ہوتی ہے اور تزکیۂ نفس و تجلیۂ روح و تصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے۔ اسی قدر فیضان ملکوتی و مواہب ربانی کا اُس پر ورود ہوتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میں یہ تمام باتیں بوجہ تعلیم حضرت مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھیں۔ ہم ان فضائل ذہنی کے ماتحت امور فصاحت و بلاغت۔ تقریر و خطابت۔ سرعت فہم۔ اصابت رائے وغیرہ بیان کرتے ہیں جن کا تعلق تمام تر حدت طبع پر ہوتا ہے۔

فصاحت و بلاغت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی سید البلغاء و امام الفصحاء تھی جس طرح سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل مبعوث ہوئے تھے اسی طرح حضرت علی خاتم الفصحا پیدا ہوئے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت انا وعلی من نور واحد قبل ان یخلق ابونا ادم بالفی عام فلما خلق ادم صرنا فی صلبہ ثم نقلنا من کرام الاصلاب الی مطھرات الارحام حتی صرنا فی صلب عبد المطلب ثم انقسمنا نصفین فصیرنی فی صلب عبداللہ وصار علی فی صلب ابی طالب فاختارنی بالنبوۃ واختار علیا بالشجاعۃ والفصاحۃ واشتق اسمین من اسمائہ فاللہ محمود وانا محمد واللہ الاعلی وھذا علی اخرجہ ابن السبوع الاندلسی فی کتاب الشفاء	حضرت علی سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبل خلقت آدم دو ہزار سال پہلے ہم اور علی ایک نور سے پیدا ہو چکے تھے جب آدم پیدا ہوئے تو ہم اُن کے صلب میں تھے پھر اصلاب کرام وارحام طیبات میں منتقل ہوتے ہوئے صلب عبدالمطلب میں پہنچے وہاں سے دو حصہ ہو گئے میں صلب عبداللہ میں چلا گیا اور علی صلب ابوطالب میں اللہ نے مجھکو نبوت سے اور علی کو شجاعت وفصاحت سے ممتاز فرمایا اور ہمارے نام اپنے ناموں سے مشتق فرمائے پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اور وہ اعلیٰ ہے اور یہ علی۔ اس حدیث کی تخریج ابن السبوع اندلسی نے کتاب شفا میں کی۔

حضرت علی نے خطابت کے ایسے طریقے ایجاد فرمائے جن سے شعراء جاہلیت بالکل بے خبر تھے عبدالحمید ابن یحییٰ کا قول ہے کہ میں نے ستر خطبے حضرت علی کے حفظ کئے ہیں۔ ابن نباتہ جو بڑے خطیب تھے اور جن کی تقلید خطبات میں ابن تیمیہ نے کی ہے کہتے ہیں کہ میں نے مواعظ حضرت علی سے ایک خزانہ حاصل کیا۔

حضرت علی اتنے بڑے فصیح وبلیغ تھے کہ آپ کی فصاحت وبلاغت کے دوست اور دشمن سب ہی قائل تھے چنانچہ مروی ہے کہ جب محقن آپ کے پاس سے معاویہ ابن ابی سفیان کے پاس چلا گیا اور خوشامد سے کہنے لگا کہ میں تیرے پاس ایسے شخص کے یہاں سے آیا ہوں کہ جو بات کرنے سے عاجز ہے۔ معاویہ افسوس سے کہنے لگے کہ تو ایسے شخص کو بات کہنے سے عاجز کہتا ہے خدا کی قسم قریش کے لئے فصاحت میں اُن سے زیادہ با محاورہ بولنے والا کوئی نہیں ہے

(ارجح المطالب صفحہ ۱۳۵)

حضرت علی کے فصیح ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ کو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثیل ہارون فرمایا تھا حضرت ہارون کی فصاحت پر نص قرآنی ناطق ہے۔

علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی مطالب السئول صفحہ ۲۰۵ میں لکھتے ہیں کہ ایک جماعت فصحا حضرت علی کی خدمت میں حاضر تھی کہنے لگی کہ کوئی کلام ایسا نہیں ہو سکتا جس میں الف نہ آسکے۔ حضرت علی نے اُسی وقت بلا غور و فکر خطبہ دینا شروع کیا جس میں ایک بھی الف نہیں

ذیل میں ہم خطبۂ بے الف کو تبرکاً نیز اپنے دعویٰ کی سند میں نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

حمدت من عظمت منته وسبغت نعمته
تمت كلمته ونفذت مشيته وبلغت حجته
وعدلت قضيته وسبقت غضبه رحمته
حمدته حمد مقر بربوبيته متخضع لعبوديته
متنصل من خطيئته معترف بتوحيده
مستعيذ من وعيده مؤمل من ربه
مغفرة تنجيه يوم يشغل عن كل فصيلته
وبنيه ونستعينه ونسترشده ونؤمن
به ونتوكل عليه وشهدت له شهود
عبد موقن وفردته تفريد مؤمن متقن
ووحدته توحيد عبد مذعن ليس له
شريك في ملكه ولم يكن له ولي في
صنعه جل عن مشير ووزير و
عون ومعين ونظير علم فستر و
بطن فخبر وملك فقهر وعصي

اُس ذات کی تعریف کرتا ہوں جس کا احسان بہت عظیم ہے جس کی نعمت بھرپور ہے جس کا کلمہ تمام ہو گیا ہے جس کی مشیت نافذ ہوئی ہے اور حجت سب کو پہنچی ہے جس کے احکام انصاف سے ظاہر ہوئے ہیں جس کی غضب پر رحمت نے سبقت کی ہے اُس کی ایسی حمد بیان کرتا ہوں جو ربوبیت کی اقرار کرنے والی ہے اور عبودیت میں خضوع پیدا کرنے والی ہے اور گناہوں سے علٰحدہ کرنیوالی ہے اور اقرار توحید کرانیوالی ہے اور وعید سے ڈرانیوالی ہے اور اپنے رب سے مغفرت کی اُس دن امید دلانیوالی ہے جس روز ہر شخص اپنی ماں اور اولاد سے باز رکھا جائیگا اُسی ذات سے ہم مدد چاہتے ہیں اور اُسی سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور اُسی پر ایمان لاتے ہیں اور اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں یقین کرنیوالے بندہ کی طرح اور اُس کو یکتا مانتے ہیں مطیع بندہ کی طرح اور اُس کی توحید بیان کرتے ہیں سچے مومن کی طرح اُس کے

فغفر وعبد فشكر وحكم فعدل
وتكرم وتفضل لن يزول ولم
يزل ليس كمثله شيء وهو قبل
كل شيء وبعد كل شيء رب متفرد
بعزته متمكن بقوته متقدس
بعلوه متكبر بسموه ليس يدركه
بصر ولم يحط به نظر قوي منيع
بصير سميع رؤف رحيم عجز عن
وصفه من وصفه وضل عن
نعته من عرفه قرب فبعد و
بعد فقرب يجيب دعوة من
يدعوه ويرزقه ويحبوه ذو لطف
خفي وبطش قوي ورحمة موسعة
وعقوبة موجعة رحمته جنة
عريضة مونقة وعقوبته جحيم
ممدودة موبقة وشهدت
ببعث محمد عبده ورسوله
ونبيه وصفيه وحبيبه وخليله
بعثه في خير عصر وحين
فترة وكفر رحمة لعبيده
ومنة لمزيده ختم به نبوته

ملک میں کوئی اُس کا شریک نہیں اُس کی قدرت میں
کوئی اُس کا مالک نہیں وہ مشیر اور وزیر اور مدد اور مددگار
اور اپنی نظیر سے بے نیاز ہے جان بوجھ کر چھپ گیا اور
چھپ کر معلوم ہو گیا مالک ہو کر غلبہ حاصل کیا جس نے
نافرمانی کی اُس کو اپنے کرم سے بخشا جس نے عبودیت
ظاہر کی وہ مشکور ہوا جس کو حکم دیا عدل سے حکم دیا بزرگی
دی اور فضیلت دی وہ ہرگز نہ زائل ہوگا ہمیشہ رہے گا
کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز
کے بعد رہیگا ایسا پروردگار ہے کہ اپنی عزت سے متفرد ہے
اور اپنی قوت سے متمکن ہے اپنے علو سے متقدس ہے اور اپنے
جلال سے متکبر ہے بینائی اُس کو نہیں پا سکتی اور نہ نظر
اُس پر محیط ہو سکتی ہے وہ قوی اور بلند ہے دیکھنے والا ہے
سننے والا ہے مہربان اور مہربانی کرنیوالا ہے جس نے اُس
کی تعریف کی یا اُس کو پہچانا وہ اس کی صفت بیان
کرنے سے عاجز ہوا قریب ہونے سے بعید ہوا اور بعید
ہونے سے قریب ہوا جو شخص اُس سے دعا مانگتا ہے
وہ اُس کی دعا قبول کرتا ہے اور اُس کو رزق دیتا ہے
اور محبوب رکھتا ہے وہ صاحب لطف خفی و قہر قوی ہے رحمت
اُس کی وسیع ہے اور عذاب دردناک ہے رحمت اُس
کی بہت بڑی جنت اور عذاب اُس کا جہنم بے پایاں
اور باقی رہنے والا ہے اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

ووضحت به حجته فوعظ ونصح
وبلغ وكدح رءوف بكل مؤمن
رحيم قريب مجيب حليم سخي
ولي رضي زكي عليه رحمة و
تسليم وبركة وتعظيم من رب
غفور رحيم۔ وصيتكم معشر
من حضر بوصية ربكم
وذكرتكم سنة نبيكم فعليكم
برهبة تسكن قلوبكم وخشية تذري
دموعكم وتقية تنجيكم قبل
يوم يذهلكم ويبتليكم يوم
يفوز فيه من ثقل وزن حسنته
وخف وزن سيئته وعليكم
بمسئلة ذل وخضوع وتملق
وخشوع وتوبة ونزوع و
ليغتنم كل منكم صحته قبل
سقمه وشبيبته قبل هرمه
وسعته قبل فقره وفراغته
قبل شغله وحضره قبل
سفره وحيوته قبل موته
قبل يهن ويهرم ويمرض

مبعوث ہونے کی گواہی دیتا ہوں جو اُسکے بندے اور
رسول اور نبی اور برگزیدہ اور حبیب اور دوست ہیں
اللہ نے اُن کو ایسے زمانہ میں بھیجا جبکہ کفر پھیلا ہوا تھا
وہ اپنے غلاموں کے لئے رحمت اور اپنے متبعین پر احسان
کرنے والے ہیں نبوت اُن پر ختم ہوئی اور حجت۔ اُن
کی واضح ہوئی اُنھوں نے وعظ کہا اور نصیحت کی اور تبلیغ
فرمائی اور اچھا کام کیا وہ ہر مومن پر مہربان اور رحیم اور
خدا سے قریب بردبار سخی مالک پسندیدہ و پاکیزہ ہیں
اُن پر پروردگار صاحب۔۔۔۔ بخشش ورحمت سے سلام
رحمت و برکت نازل ہووے لوگو میں تم سے وصیت کرتا
ہوں تم پروردگار کی وصیت کے وقت حاضر تھے اور
میں تمہارے نبی کے طریقہ کو تمہیں یاد دلاتا ہوں تم پر
خوف لازم ہے تاکہ تمہارے قلوب سکون پاویں اور
دہشت لازم ہے تاکہ تمہاری آنکھیں آنسو بہادیں اور
پرہیزگاری لازم ہے تاکہ تم کو نجات دلادے اُس روز
سے پہلے کہ تم غفلت میں ڈالے جاؤ اور مبتلا کئے جاؤ
اُس دن وہ شخص فائز ہوگا جس کے اعمال حسنہ کا وزن
بھاری ہو اور اعمال سیئہ کا وزن ہلکا ہو اور تم پر ذلت
اور خضوع اور خشوع اور توبہ اور کام میں مشغولی لازم ہے
تاکہ ہر چیز تم کو بطور غنیمت حاصل ہو صحت کے ساتھ
بیماری اور جوانی کے ساتھ بڑھاپا اور وسعت کے ساتھ

ويسقم ويمل طبيبه و	فقر اور امارت کے ساتھ مشغولی اور حضر کے ساتھ سفر اور
يعرض عنه حبيبه وينقطع	زندگی کے ساتھ موت ہے اسی سے نعمت اور بیماری دی
عمره ويتغير عقله ثم	جاتی ہے اور طبیب کی طرف توجہ ہوتی ہے اُس کا محبوب
قيل هو موعوك وجسمه منهوك	اُس سے علیحدہ ہوتا ہے اور عمر منقطع اور عقل متغیر ہو جاتی
ثم جدّ في نزع شديد و	ہے پھر کہا جاتا ہے وہ ضعیف ہے اور جسم اُس کا لاغر ہے پھر سختی سے
حضره كل قريب وبعيد	علیحدہ ہونے کی کوشش کرتا ہے اور ہر قریب و بعید کے
فشخص ببصره وطمح بنظره	پاس حاضر ہوتا ہے پھر آنکھ سے گھورتا ہے اور اپنی نظر کو
ورشح جبينه وخطف عرنينه	گڑو دیتا ہے اُس کی پیشانی سے قطرہ ٹپکتے ہیں ناک
وجذبت نفسه وبكت عرسه	اُس کی پست ہو جاتی ہے اور جان اُس کی لے لیجاتی
وحفر رمسه ويتم منه	ہے اور عورت اُس کی روتی ہے اور قبر اُس کی
ولده وتفرق عنه عدده	کھودی جاتی ہے اور اولاد اُس کی یتیم ہو جاتی ہے۔
وقصم جمعه وذهب بصره	اور اعضا اُس کے سخت ہو جاتے ہیں اور جوڑ اُس
وسمعه وجرد وغسل و	کے ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور بصارت و سماعت جاتی رہتی
نشف وسجي وبسط له وهيأ	ہے اور برہنہ کیا جاتا ہے اور ہلایا جاتا ہے اور اُس کا
ونشر عليه كفنه وشد منه	لباس اتارا جاتا ہے پھر کفن سیا جاتا ہے اور پھیلایا جاتا ہے
ذقنه وحمل فوق سرير	پھر وہی کفن اُس پر ڈالا جاتا ہے اور باندھا جاتا ہے
وصلّي عليه بتكبير بغير	اور وہ تخت پر اوٹھایا جاتا ہے اور اُس پر نماز تکبیر کے
سجود وتعفير ونقل من دور	ساتھ بغیر سجدہ کے قبل دفن کے پڑھی جاتی ہے اور
مزخرفة وقصور مشيدة و	آراستہ اور مضبوط مکان اور عمدہ فرش سے وہ ہٹایا
فرش منجدة فجعل في ضريح ملحود	جاتا ہے اور کھودی ہوئی تنگ اور مضبوط قبر میں اُس
ضيق مرصود بلبن منضود	کو رکھتے ہیں پھر وہ سخت مٹی سے پاٹ دی جاتی ہے اور

مسقف بجلمود وهيل عليه
عفره وحثي مدره وتحقق و
نسي خبره ورجع عنه وليه ونديمه
ونسيبه وحميمه وتبدل به قريبه
وحبيبه فهو حشو قبر ورهين
حشر يدب في جسمه دود قبره ويسيل
صديده من منخره وتسحق تربته لحمه
وينشف دمه ويرم عظمه حتى يوم
حشره فينشره من قبره وينفخ في
صور ويدعى لحشر ونشور فثم
بعثرت قبور وحصلت سريرة
صدور وجيء بكل نبي وشهيد ونطيق
وقعد لفصل حكمه قدير بعبيده
خبير بصير فكم زفرة تغنيه
وحسرة تضنيه في موقف مهيل
ومشهد جليل بين يدي ملك
بكل صغيرة وكبيرة عليم فحينئذ
يلجمه عرقه ويحفزه قلقه فعبرته
غير مرحومة وصرخته غير مسموعة و
برزت صحيفته وتبينت جريرته فنظر
في سوء عمله وشهدت عينه بنظره

ہاتھ سے مٹی ڈالی جاتی ہے اُس کی قبر پر اور ڈھیلے رکھے
جاتے ہیں اور پھر بیدار کیا جانا اُس کا ثابت ہے اعزا
اور دوست اور اولاد سب پلٹتے ہیں اور اقربا اور احباب
سب بدل جاتے ہیں دیکھو یہی قبر کی حالت ہے اور حشر
کی کیفیت قبر کی تاریکی اُس کے جسم میں سرایت کرتی
ہے اُس کی ناک سے زرد پانی بہتا ہے اور اُس کے
گوشت کو مٹی کھا لیتی ہے اُس کا خون خشک ہو جاتا ہے
اور ہڈیاں خاک ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ حشر کا دن برپا
ہوتا ہے اور اُس کی ہڈیاں قبر میں جمع کی جاتی ہیں اور
نفخ صور ہوتا ہے اور عذاب و ثواب کے لئے بلایا جاتا ہے
اور قبر سے اوٹھتا ہے اور ہر نبی اور شہید کے پاس جاتا
ہے اور اس امر کا متمنی ہوتا ہے کہ کون اُس کو اس سختی
سے بے نیاز کرے گا اور کون حسرت ہے جو اُس کو روکے
گی سخت جگہ پر خدا کے حضور میں حاضر ہونے سے جو ہر
گناہ صغیرہ و کبیرہ کا عالم ہے اُس وقت اوس کا گوشت
پسینہ ہو کر بہتا ہے اور قلق کو زیادہ کرتا ہے عبرت اُس
کی غیر پسندیدہ ہے اور چیخنا اوس کا نامسموع ہے اُس
کا صحیفہ اعمال کھولا جاتا ہے اور اُس کے گناہ بیان کئے
جاتے ہیں وہ اپنے اعمال کی برائیوں کو دیکھتا ہے اور
اُس کی آنکھیں نظر بد کی اور ہاتھ سختی کرنے کی اور پیر
چلنے کی اور جسم چھونے کی اور شرمگاہ مس کئے جانے کی

ويده ببطشه ورجله بخطوه وجلده
بلمسه وفرجه بمسه وتهدده منكر ونكير
وكشف له حيث يصير فسلسل جيده
وغلت يده وسيق ليسحب وحده
فورد جهنم بكرب شديد وضل يعذب في
جحيم ويسقى شربة من حميم تشوي وجهه
وتسلخ جلده يستغيث فيعرض عنه خزنة
جهنم ويستصرخ خفية بندم نعوذ برب قدير
من شر كل مصير ونسئل عفو من رضي عنه
ومغفرة من قبل منه وهو ولي مسئلتي
ومنجح طلبتي فمن زحزح عن تعذيب
ربه جعل في جنته بقربه وخلد في
قصور ونعمة وملك بحور عين وتقلب في
نعيم وسقي من تسنيم مختوم بمسك عبير
يشرب من خمر معذ وذب
شربة ليس تنزف لبه هذه
منزلة من خشي ربه وحذر
نفسه وتلك عقوبة من عصى
منشيه وسولت له نفسه
معصية لهو قول فصل خير
قصص قص ووعظ به ونص

گواہی دیں گی اور منکر و نکیر سختی کریں گے اور جو کچھ ہونیوالا
ہے اُس پر کھلجائیگا پھر ہاتھ اور پیر باندھے جائیں گے
اور سختی سے ہنکایا جائیگا اور کوڑے مار کر داخل جہنم کیا جائیگا
سخت عذاب کے ساتھ اور گرم پانی پلایا جائیگا اور منہ
جلایا جائے گا اور کھال کاٹی جائے گی جب پناہ مانگے گا
تو اُس پر جہنم کے آگ کا خزانہ پیش کیا جائیگا اور وہ
چیخے گا اور ندامت ظاہر کریگا اور کہے گا کہ میں پناہ مانگتا
ہوں خدائے رب قدیر سے ہر شر اور عذاب قیامت
سے اور اُس سے وہ عافیت چاہتا ہوں جس سے کہ
وہ راضی ہے اور اُس کی مغفرت سے کہ جو اُس کی
طرف سے ہے وہی میرے سوال کو پورا کرنے والا ہے۔
اور میرے مطالبات پورا کرنیوالا ہے پس جو شخص اپنے
پروردگار کے عذاب سے دور رہا اُس نے جنت میں
قرب حاصل کیا اور وہ ہمیشہ قصور جنت میں متنعم رہا اور
حورعین کا مالک ہوا اور اُن نعمتوں میں تصرف کیا
اور جنت کے اُس چشمہ سے سیراب ہوا جس پر مشک و
عنبر سے مہر کی گئی ہو اُسے ایسی میٹھی شراب پلائی جائیگی
جس سے ہونٹ چپکیں گے یہ مرتبہ اُس شخص کا ہے
جو اپنے پروردگار سے ڈرا اور اپنے نفس کو بچایا اور عذاب
اُس کے لئے ہے جس نے احکام کی نافرمانی کی اور اپنے
نفس کی آراستگی اور معصیت میں مشغول ہے یہ حکم فیصل بہترین

تنزیل من حکیم حمید۔ قصص سے ہے قصہ بھی ہے اور نصیحت بھی جس میں ترغیب دینے کی تصریح ہے حکمت والے ستودہ شخص سے۔

یہ خطبہ کنزالعمال جلد ۸ صفحہ ۲۲۱ میں بہ اسناد و بہ ادنیٰ تغیر الفاظ مرقوم ہے۔

تقریر و خطابت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو تقریر و خطابت میں خداداد ملکہ حاصل تھا مشکل سے مشکل مسئلوں پر بڑے بڑے مجمعوں میں تقریر فرماتے تھے۔ تقریریں عموماً مدلل اور موثر ہوتی تھیں ۳۹ھ میں جب معاویہ ابن ابی سفیان نے مدافعت کے بجائے جارحانہ طریق عمل اختیار کیا تو جمعہ کے روز اپنی جماعت کو اُبھارنے کے لئے جو خطبہ دیا تھا اُس سے زور تقریر اور حسن خطابت کا کافی اندازہ ہوگا۔

اما بعد فان الجهاد باب من ابواب الجنة	حمد و نعت کے بعد جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک
من ترکه البسه الله الذلة وشمله بالصغار	دروازہ ہے جس نے اُس کو چھوڑا خدا اُس کو ذلت کا
وسيم الخسف وسيل الضيم وانی قد	لباس پہناتا ہے اور رسوائی کو شامل حال کرتا ہے
دعوتکم الی جهاد هولاء القوم ليلاً ونهاراً	اور ذلت کا مزہ چکھاتا ہے اور دشمنوں کی دست درازی
وسراً وجهاراً وقلت لکم اغزوهم قبل	میں گرفتار ہوتا ہے میں نے تم کو شب و روز علانیہ اور
ان يغزوکم فما غزی قوم فی عقر دارهم	پوشیدہ اُن لوگوں سے لڑنے کی دعوت دی اور میں
الا ذلوا واجترء عليهم عدوهم هذا	نے کہا کہ اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ کریں تم اُن پر حملہ
اخو بنو عامر قد ورد الانبار وقتل	کردو کوئی قوم جس پر اس کے گھر میں آکر حملہ کیا جائے
ابن حسان البکری وازال مسالحکم	وہ ذلیل و رسوا ہوتی ہے اُس کا دشمن اُس پر جری
عن مواضعها وقتل رجالاً منکم	ہو جاتا ہے دیکھو کہ عامری نے انبار میں آکر ابن حسان
صالحين وقد بلغنی انهم	بکری کو قتل کیا یا تمہارے مورچوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا
کانوا يدخلون بيت المرأة	تمہاری فوج کے چند نیکو کار بہادروں کو قتل کر ڈالا اور

المسلمة والاخرى المعاهدة فينزع حجلها
من رجلها وقلائدها من عنقها يا عجبا
من امر يميت القلوب ويجلب الغم ويسعر
الاحزان من اجتماع القوم على باطلهم
وتفرقكم عن حقكم فبعدا لكم وسحقا
قد صرتم غرضا ترمون ولا ترمون ويغار
عليكم ولا تغيرون ويعصى الله فترضون
اذا قلت لكم سيروا فى الشتاء قلتم
كيف نغزوا فى هذا القر والصر
وان قلت لكم سيروا فى الصيف قلتم
حتى ينصرم عنا حرارة القيظ كل هذا
فرار من الموت فاذا كنتم من الحر والقر
تفرون فانتم والله من السيف افر
والذى نفسى بيده ما من ذلك ولكن
من السيف تحيدون يا اشباه الرجال
ولا رجال ويا احلام الاطفال وعقول
ربات الحجال اما والله لوددت ان الله
اخرجنى من بين اظهركم وقبضنى الى
رحمته من بينكم ووددت انى
لم اركم ولم اعرفكم والله ملأتم
صدرى غيظا وجرعتمونى

اور مجھے یہ خبر معلوم ہوئی کہ وہ مسلمان اور ذمی عورتوں کے
گھروں میں گھسے اور اُن کے پاؤں سے اُن کے پازیب
اور اُن کے گلے سے اُن کے ہار اتار لئے (ایک قوم کا
باطل پر اجتماع اور تمہارا امر حق سے برگشتہ ہونا کس قدر
تعجب انگیز ہے جو دلوں کو مردہ کرتا ہے اور غم و رنج کو بڑھاتا
ہے تمہارے لئے دوری و ہلاکت ہو تم نشانہ بن گئے اور تم پر
تیر برسایا جاتا ہے لیکن تم خود تیر نہیں چلا سکتے تم پر غارتگری
کی جاتی ہے لیکن تم خود غارت گری نہیں کرتے خدا کی
نافرمانی کی جاتی ہے اور تم اُس کو پسند کرتے ہو جب تم
سے کہتا ہوں کہ موسم سرما میں فوج کشی کرو تو تم کہتے ہو کہ
اس قدر سردی اور پالے میں کس طرح لڑ سکتے ہیں
اور اگر کہتا ہوں کہ موسم گرما میں چلو تو کہتے ہو کہ گرمی کی شدت
کم ہو جائے تب حالانکہ یہ سب موت سے بھاگنے کا حیلہ ہے
پس جب تم گرمی اور سردی سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار
سے اور بھی بھاگو گے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ
میں میری جان ہے تم اُس سے نہیں بھاگتے بلکہ تلوار
سے جان چراتے ہو اے مرد نہیں بلکہ مرد کی تصویر و اور
اے بچوں اور عورتوں کی سی عقل اور سمجھ رکھنے والو خدا
کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ خدا تمہاری جماعت سے مجھے
نکال لے جائے اور موت دیکر اپنی رحمت نصیب کرے میری
تمنا تھی کہ تم سے جان پہچان نہ ہوتی خدا کی قسم تم نے میرا سینہ

الاَمرین انفاساً وافسدتم علیّ رائی بالعصیان والخذلان۔ | غیظ و غضب سے بھر دیا ہے تم نے مجھے دو تلخیوں کے گھونٹ پلائے ہیں اور عصیاں اور نافرمانی کرکے میری رائے کو برباد کر دیا ہے۔

حضرت علی کے طرفداروں کے قلوب اگرچہ پژمردہ ہو چکے تھے اور قوائے عملی نے جواب دیدیا تھا تاہم اس غیرت انگیز تقریر نے تھوڑی دیر کے لئے ہلچل پیدا کر دی اور ہر طرف سے پرجوش صداؤں نے لبیک کہا۔

علامہ شریف رضی نے حضرت علی کے تمام خطبوں کو نہج البلاغتہ کے نام سے چار جلدوں میں جمع کر دیا ہے اور اُن پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے یہ نہایت صحیح لکھا ہے کہ ان خطبوں نے ہزاروں اور لاکھوں آدمیوں کو فصیح و بلیغ و مقرر بنا دیا ہے (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰۴)۔

شاعری

عرب میں شاعری بہتر چیز سمجھی جاتی تھی زمان جاہلیت میں اہل عرب شاعری کے بہت دلدادہ تھے اسلام میں بھی شاعری بہت پسند کی جاتی رہی زبان نبوت سے حضرت حسان ابن ثابت شاعر کے متعلق ارشاد تو مشہور ہی ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کی شاعری بھی کتب احادیث و سیر و تاریخ میں موجود ہے احادیث میں اکثر رجزیہ اشعار موجود ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم باب غزوہ ذی قرد وغیرہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں ہے کہ معرکہ خیبر میں آپ نے یہ شعر پڑھا تھا ؎

انا الذی سمتنی امی حیدرہ | کلیث غابات کریہ المنظرہ

میں وہ ہوں کہ میرا نام میری ماں نے حیدر رکھا | میں شل جنگلی شیر کے مہیب ہوں

شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲ میں بروایت ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے معاویہ کا فخر سن کر یہ اشعار فرمائے ؎

محمد النبی اخی وصہری | وحمزۃ سید الشہداء عمی

محمد صلعم میرے بھائی اور میرے خسر ہیں — اور سید الشہدا حمزہ میرے چچا ہیں

وجعفر الذی یمسی و یضحی — یطیر مع الملائکۃ ابن امی

اور جعفر طیار جو صبح و شام فرشتوں کیساتھ — اڑتے ہیں وہ میرے بھائی ہیں

وبنت محمد سکنی وعرسی — منوط لحمھا بدمی ولحمی

آنحضرتؐ کی بیٹی فاطمہ میری بیوی ہیں — اون کا گوشت میرے گوشت و خون سے ملایا گیا ہے

وسبطا احمد ولدای منھا — فایکم لہ سہم کسہمی

اور آنحضرتؐ کے دونوں نواسے انہیں بیوی سے میرے — بیٹے ہیں تم میں سے کون ایسا ہے جو میرا سہیم و شریک ہے

سبقتکم الی الاسلام طرا — صغیرا ما بلغت اوان حلمی

میں نے تم سب کو اسلام لانے میں ایسی حالت میں سبقت کی — میں کم سن تھا قریب بہ بلوغ نہیں پہنچا تھا

کتب سیر مثل مطالب السؤل و تذکرہ خواص الامت و مناقب اخطب خوارزم و وسیلۃ النجاۃ وغیرہ میں کثرت سے آپ کے اشعار موجود ہیں۔ ملا محمد مبین فرنگی محلی وسیلۃ النجات صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں۔

دیوانیکہ منسوب است بوے علیہ السلام مشہور و معروف است مشتمل فوائد عظیمہ و منافع جسیمہ

اور جو دیوان کہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف نسبت کیا جاتا ہے مشہور و معروف ہے بڑے بڑے فائدہ اور منافع اُس میں شامل ہیں۔

اشعار

اذا اشتملت علی الیاس القلوب — وضاق لما بہ الصدر الرحیب

جب دل ناامیدی سے بھر جاتے ہیں — اور کشادہ سینہ اُس سے تنگ ہو جاتے ہیں

واوطنت المکارہ واطمانت — وارست فی اماکنھا الخطوب

اور مکروہ باتیں اپنا وطن کرکے رہ جاتی ہیں — اور اپنے مکانوں میں مقاصد استوار ہو جاتے ہیں

ولم یر لانکشاف الضر وجہ — ولا اغنی بحیلتہ الاریب

اور نہیں دکھائی دیتی کوئی وجہ ضرر کی انکشاف کی | کوئی عقلمند اپنے حیلہ سے بے نیاز نہیں کرتا

اتاك علی قنوط منك عون | یجیٔ بہ القریب المستجیب

آتی ہوٴ اسکو ناامیدی پر تیری طرف سے مدد | آتا ہے اُس کے ساتھ لطف قبول کرنیوالا اور دعا قبول کرنیوالی

وکل الحادثات اذا تناهت | فمقرون بها فرج قریب

اور تمام حوادث جب اپنی حد کو پہنچتے ہیں | نزدیک ہوتی ہو اُس کے ساتھ فرحت قریب نیوالی

(ترجمہ وسیلۃ النجات صفحہ ۱۵۸)

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا صفحہ ۶۷ میں لکھتے ہیں کہ امام شعبی کہتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق شعر کہا کرتے اور حضرت عمر فاروق رض بھی شعر کہتے اور حضرت عثمان غنی رض بھی شاعری کرتے حضرت علی رض ان تینوں حضرات میں اشعر یعنی بڑے شاعر تھے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ہم حضرات خلفائے اربعہ کے چار اشعار بھی نقل کردیں جس سے علاوہ فصاحت وبلاغت کے ناظرین کو ہر ایک کے مذاق سخن کا بھی پتہ چل جائے ایک ہی مضمون کو ان چاروں حضرات نے اپنے اپنے مذاق کے موافق نظم فرمایا ہے۔

شعر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ؎

الموت باب وکل الناس داخلہ | فیالیت شعری بعد الموت ما الدار

موت ایک دروازہ ہے جس میں سب داخل ہوں گے | کاش معلوم ہوتا کہ مرنے کے بعد کون گھر ملے گا

شعر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ؎

الدار دار نعیم ان عملت | یرضی لالہ وان خالفت فالنار

اے نفس اگر تو اعمال صالح کریگا اور خدا خوش ہوجائیگا تو بعد موت تجھکو جنت میں گھر ملیگا اور اگر مخالفت کریگا تو پھر دوزخ میں گھر ملیگا

شعر حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ ؎

هما محلان ما للمرء غیرهما | فاختر لنفسك ای الدار تختار

یہی دونوں گھر جنت اور دوزخ ہیں آدمی کیلئے انکے سوا کوئی گھر نہیں تجھکو اختیار ہے بذریعہ عمل نیک و بد جسکو چاہے اختیار کر

شعر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ؎

لیس للعباد سوی الفردوس ان عملوا — وان هفوه هفوة فالرب الغفار

اگر اعمال صالح کریں پھر فردوس تو بندوں کا گھر ہی ہے — اور اگر لغزش بھی ہو جائے تو بھی اللہ بخشنے والا ہے

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عقیل نے بذریعہ خط حضرت علی سے اون کا حال دریافت کیا تھا آپ نے جواب میں یہ دو شعر تحریر فرمائے ؎

فان تسئلنی کیف انت فاننی — جلید علی عض الزمان صلیب

اگر تم میرا حال دریافت کرتے ہو تو میں مصائب — زمانہ پر متحمل اور مضبوط ہوں

عزیز علی ان یری بی کابة — فیفرح واش او لیساء حبیب

مجھ پر یہ سخت گذرتا ہے کہ دنیا کی تکلیف — میری چہرہ سے ظاہر ہو جسے دیکھکر میرا دشمن خوش اور دوست غمگین ہو

حضرت علی کا دیوان مشہور خاص و عام ہے انداز دلنشین و پُر تاثیر ہے جو فصاحت و بلاغت کلام منثور میں ہے وہی نظم میں بھی ہے۔

حاضر جوابی

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حاضر جوابی میں بھی فرد تھے ایک ہی مضمون مختلف طریقوں سے ادا کر دینے میں خداداد مہارت اور لیاقت رکھتے تھے حاضر جوابی کا یہ قصہ بہت مشہور ہے۔

ایکمرتبہ آنحضرت صلعم اور حضرت علی اور چند صحابہ کرام کھجوریں نوش فرما رہے تھے آنحضرت صلعم خوش طبعی کے طور پر خرمہ نوش فرماکے گٹھلیاں حضرت علی کے سامنے رکھتے جاتے اور صحابہ بھی آپکے تتبع میں ایسا ہی کرتے جب کھجوریں ختم ہو گئیں تو آنحضرت صلعم فرمانے لگے سب سے زائد کس نے کھائیں صحابہ نے عرض کیا من کثر نواته فهو اکول (جسکے سامنے سب سے زائد گٹھلیاں ہیں وہی سب سے زائد کھانیوالا ہے) حضرت علی نے برجستہ فرمایا (۹) بل اکل مع النواة فهو اکول (نہیں بلکہ جو کھجوروں کو معہ گٹھلیوں کے کھا گیا وہ سب سے زائد کھانیوالا ہے) آنحضرت صلعم اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوئے۔ (مناقب مرتضوی صفحہ ۲۵۵ و المرتضیٰ صفحہ ۱۰۴)

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر کسی آدمی کو ایک مکان کے اندر داخل کر کے اسکے

دروازہ چاروں طرف سے بند کر دیئے جائیں تو رزق معہود اُس کو کس طرح پہنچے گا آپ نے فرمایا من حیث یاتی اجلہ (یعنی جس طرف سے اوس کی موت آئے گی)، اسی طرح ایک شخص نے پوچھا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے آپ نے فرمایا مسیرۃ یوم للشمس (یعنی بقدر آفتاب کے ایک یوم کی رفتار کے (المرتضیٰ صفحہ ۱۰۱)

محمد بن قیس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ چند یہودی حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ لوگوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پچیس سال بھی صبر نہ کیا آپس میں لڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ صبر درحقیقت بہتر تھا لیکن تمہارے قدم ابھی دریا سے باہر نکلکر خشک بھی نہیں ہوئے کہ تم نے کہنا شروع کیا یا موسیٰ اجعل لنا الٰھاً کما لھم اٰلہہ یعنی اے موسیٰ جیسے مصر والوں کے خدا تھے ویسے ہی خدا ہم کو بھی بنا دو (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۶)

اس سے مقصد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے نیل مصر عبور کر کے تم کو فرعون کے شر سے بچایا تھا تم نے خدا کو بھلا کر گوسالہ پرستی شروع کر دی تھی تم ہم پر کیا طعن کرتے ہو وہ لوگ جواب میں کچھ نہ کہہ سکے۔

علامہ جاراللہ زمخشری اربعین میں لکھتے ہیں کہ مروی ہے خوارج نے جب حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابہا سنی تو اُن میں سے دس لکھے پڑھے شخص حضرت علی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے علی ہم سب تم سے ایک سوال کریں گے اگر تم نے ہم سب کو علیحدہ علیحدہ جواب دیدیا تب ہم سمجھیں گے کہ تم باب مدینۂ علم رسول ہو۔ آپ نے فرمایا اچھا پوچھو اونھوں نے پوچھا "علم بہتر ہے یا مال"۔ آپ نے نمبروار جواب دینا شروع کیا۔

پہلے سے فرمایا۔ علم بہتر ہے۔ اُن لوگوں نے کہا کیوں آپ نے فرمایا علم اس لئے بہتر ہے کہ وہ انبیا کی میراث سے ہے اور مال قارون وہامان و فرعون کی میراث سے ہے۔

دوسرے سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ وہ تمہارا نگہبان ہے مال کی نگہبانی تم کو کرنا پڑتی ہے۔

تیسرے سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ مالدار کے دشمن بہت ہوتے ہیں اور صاحب علم کو سب دوست رکھتے ہیں۔

چوتھے سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم تعلیم دینے سے زیادہ ہوتا ہے۔

پانچویں سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ صاحب مال اکثر بخیل ہوتا ہے اور صاحب علم ہمیشہ کریم کہلاتا ہے۔

چھٹے سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ مال کے لئے چور وڈاکو اور ہزار آفتیں ہیں علم ان سب سے بے خوف ہے۔

ساتویں سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ مالداروں سے قیامت کے روز حساب لیا جائیگا اور صاحب علم سے نہیں۔

آٹھویں سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ مال عرصہ تک رکھنے سے کہنہ و فرسودہ ہو جاتا ہے علم کو امتداد زمانہ سے نقصان نہیں ہوتا۔

نویں سے فرمایا علم اسلئے بہتر ہے کہ اس سے قلب نور حاصل کرتا ہے اور مال سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

دسویں سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ کثرت مال سے فرعون وغیرہ نے خدائی کا دعویٰ کیا اور صاحب علم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما عبدناک حق عبادتک ہم نے تیری عبادت جیسی چاہئے تھی نہیں کی فرمایا۔ پھر حضرت علی نے خوارج سے فرمایا خدا کی قسم اگر موت کے وقت تک تم مجھ سے یہی سوال کئے جاؤ گے تب بھی میں برابر جواب دیتا رہوں گا اور ہرگز ایک بات مکرر نہ کہونگا یہ سن کر اُن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی مخالفت سے باز آئے (مناقب مرتضوی صفحہ ۱۳۹ و مرتضیٰ صفحہ ۱۰۱)

تعبیر رویا

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خواب کی تعبیر کا بھی خاص علم دیا گیا تھا جو آپ کی اولاد میں متوارث رہا حضرت امام جعفر صادق علیہ و علیٰ آبائہ السلام کی شہرت تعبیر محتاج بیان نہیں

ابن سیرینؒ مشہور معبر انہیں کے شاگرد ہیں۔ عبداللہؓ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علی سے ملاقات کر کے پوچھا کہ کیا وجہ ہے آدمی خواب دیکھتا ہے بعض خواب سچا ہوتا ہے اور بعض جھوٹا آپ نے فرمایا کہ کوئی مرد یا عورت ایسی نہیں کہ جو سو دی اور اُس کی روح عرش کی طرف نہ پرواز کرتی ہو۔ جو عرش کے نیچے نہیں بیدار ہوتا ہے اُس کا خواب سچا ہوتا ہے اور جو بیدار ہوتا ہے اُس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے (مستدرک جلد ۴ صفحہ ۳۹۷ کتاب تعبیر رویا)

فراست

حضرت علی کے فراست کی یہ کیفیت تھی کہ صورت دیکھکر آپ فوراً سمجھ جاتے کہ آیندہ اس پر کیا گذرنے والا ہے۔ ذرا سی بات اور اشارہ سے آپ وہ سمجھتے جو کوئی باوجود شرح و بسط نہ سمجھ پاتا۔ فراست کا تعلق عقل سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل کامل عطا فرمائی تھی لہذا اس میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ حدیث میں ہے۔

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ میں بروایت ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے اہل کوفہ سے فرمایا کہ عنقریب تم میں کے سات نہایت برگزیدہ شخص قتل کئے جائیں گے جو مثل اصحاب اُخدود کے ہوں گے (اصحاب اخدود کا قصہ کلام مجید میں موجود ہے) ان میں حجر ابن عدی صحابی اور دوسرے اصحاب ہوں گے اور یہ سب اہل کوفہ سے ہوں گے۔ چنانچہ ان کو معاویہ نے دمشق میں بعد شہادت حضرت علی قتل کیا۔ حجر ابن عدی کی شہادت کی خبر سے حضرت علی نے بنور فراست مطلع فرمایا تھا۔

حافظہ

حضرت علی کا حافظہ بہت زبردست اور غیر معمولی تھا وقائع و احادیث کے یاد رکھنے اور ضرورت کے وقت اُن پر عمل کرنے اور موقع سے کام میں لانے میں آپ کو کمال حاصل تھا اس فضیلت میں آپ سب سے ممتاز تھے۔

عبداللہ بن امام حسن سے منقول ہے اور نیز مکحول خود حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیۂ کریمۂ وتعیہا اذن واعیہ (یاد رکھیں گے اوس کو یاد رکھنے والے کان) نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی میں نے تیرے لئے خدا سے دعا کی ہے کہ تیرے کان ایسے ہو جائیں خدا نے دعا قبول فرمائی چنانچہ اس کے بعد سے میں نے ایسی کوئی بات آنحضرتؐ سے نہیں سنی جو مجھکو یاد نہ ہو اُس وقت سے میں کسی بات کو بھولا نہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے خدا سے دعا کی ہے کہ تمہارے کان ایسے ہی ہو جائیں حضرت علی نے فرمایا کہ اس کے بعد سے پھر مجھکو نسیان نہیں ہوا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ بروایت ابن مردویہ وابونعیم ارجح المطالب صفحہ ۱۶۱ بروایت دیلمی وحلیۃ الاولیا ومناقب ابن المغازلی)

امام ثعلبی تفسیر میں اور واحدی اسباب النزول میں لکھتے ہیں کہ بریدہ اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی سے فرماتے سنا کہ اللہ تعالی نے مجھکو حکم دیا ہے کہ تم کو تعلیم دوں کہ تمہارے ذہن میں محفوظ رہے اور خدا پر حق ہے اس بات کا کہ وہ تمہارے ذہن میں محفوظ رکھے پھر یہ آیت نازل ہوئی وتعیہا اذن واعیہ (مطالب السئول صفحہ ۱۹۹ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹ بروایت ابن عساکر)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں کہ نکتہ تخصیص یہ ہے کہ حضرات اہل بیت کا بغیر حضرت علی کے کشتی نجات ہونا متصور نہ تھا کیونکہ اُس وقت میں اہل بیت رسول اس طریقہ سے قابل امامت نہ تھے صغیر السن تھے اُن کی تعلیم و تربیت دوسرے پر محول فرمانا آنحضرتؐ کی شان کے خلاف تھا حضرت علی کو تعلیم فرماکر اُن کو ان کا امام قرار دینا اور اپنے کمال علمی کو اُن کی صورت میں متصور کرنا اس لئے ضروری ہوا کہ آپ بحکم اُبوت ہیں کمال کو اپنے صاحبزادوں (حضرات حسنین) کو پہنچادیں تاکہ یہ سلسلہ قیامت تک اُن کے توسط سے جاری رہے اس لئے حضرت علی کو یعسوب المؤمنین کا خطاب دیا اور چونکہ آپ علاقہ

دادا دی بھی آنحضرتؐ سے رکھتے تھے اور بچپن سے آپ نے آنحضرتؐ کی گود میں پرورش بھی پائی تھی ہر امر میں رفیق و شریک بھی تھے اسی وجہ سے حکم فرزندی بھی آپ پر صادق آتا تھا اور بسبب قرابت قریبہ کے مناسبت کلیہ قوائے روحانیہ آنحضرتؐ سے بھی حاصل تھی لہٰذا آپ گویا پرتو اور صورت کمال علمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے جس کو ولایت و طریقت کہتے ہیں آپ کی یہ استعداد آنحضرتؐ کی دعا سے روز بروز دوچند ہوتی رہی اور غایت مرتبہ کمال کو پہنچی یہاں تک کہ اُس کے آثار تمام سلاسل اولیا میں پیدا اور ہویدا ہیں (روض الازھر صفحہ ۱۱۱ وشہادت نامہ صفحہ ۱)

سرعت فہم

حضرت علی اس درجہ ذکی الطبع اور ذہین اور نکتہ رس تھے کہ مشکل سے مشکل مسائل میں فوراً آپ کا ذہن کنہ پر پہنچ جاتا سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق کے پاس لایا گیا لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تو نے آج کس حالت میں صبح کی اور تیرا کیا حال ہے اُس نے کہا میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میرا یہ حال ہے میں فتنہ کو دوست رکھتا ہوں اور حق سے کراہت کرتا ہوں اور یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہوں اور جس کو میں نے نہیں دیکھا ہے اُس پر ایمان لاتا ہوں اور جو چیز پیدا نہیں ہوئی ہے اُس کا اقرار کرتا ہوں حضرت عمر نے یہ سن کر حضرت علی کو بُلوایا اور اُن کو یہ قول سُنوایا آپ نے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے فتنہ کو دوست کہتا ہے فتنہ مال اور اولاد ہے کلام مجید میں ہے انما اموالکم واولادکم فتنۃ (حقیقتاً تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے) حق کو مکروہ جانتا ہے اس سے مراد موت ہے کلام مجید میں ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق (آئی موت کی بیہوشی حق کے ساتھ) یہود و نصاریٰ کی جو تصدیق کرتا ہے تو کلام مجید میں ہے وقالت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شیءٍ وقالت النصاریٰ لیست الیھود علیٰ شیءٍ (یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی بات پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کسی بات پر نہیں) نہ دیکھنے والی شئے پر ایمان لانے سے یہ مطلب ہے کہ خدا پر ایمان لایا ہے اور نہ پیدا کی ہوئی چیز پر اقرار کرنے سے یہ مطلب ہے

کہ قیامت کا اقرار کرتا ہے حضرت عمر یہ سن کر فرمانے لگے کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں ایسی مشکل کے آپڑنے سے جس کے دفع کرنے کے لئے ابوالحسن (حضرت علی) موجود نہ ہوں (نورالابصار صفحہ ۱۱)

اصابت رائے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اصابت رائے پر عہد نبوت ہی سے اعتماد کیا جاتا تھا اس لئے تمام مہمات امور میں شریک مشورہ کئے جاتے تھے واقعہ افک میں آنحضرتؐ نے آپ سے مشورہ لیا آپ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ حضرت عائشہ والے معاملہ میں بریرہ کنیز سے پوچھئے اوس نے حضرت عائشہ کے فضائل بیان کئے۔ غزوہ طائف میں آنحضرتؐ نے آپ سے اتنی دیر تک سرگوشی فرمائی کہ لوگوں کو اس پر رشک ہونے لگا۔ علم وفضل اور وسعت نظر کے ساتھ اصابت رائے کی سب سے زیادہ ضرورت انفصال مقدمات میں ہوتی ہے۔ اسی اصابت رائے کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سب سے پہلے یمن کا قاضی مقرر کر کے روانہ فرمایا تمام صحابہ میں آپ سب سے بڑے قاضی تسلیم کئے گئے آنحضرتؐ نے آپ کی رائے کو جو آپ نے ایک مقدمہ کے فیصلہ میں ظاہر فرمائی تھی معلوم کر کے فرمایا تھا۔

ما اجد فیہا الا ما قال علی۔ میرے نزدیک اس کا فیصلہ وہی ہے جو علی نے کہا

یا ایک مرتبہ آپ کے فیصلے سے بہت خوش ہونے کے بعد فرمایا تھا

الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت اوس خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت کو حکمت سکھائی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام خلفا آپ سے اہم معاملات میں مشورہ لیتے تھے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق نے مہاجرین وانصار کی جو مجلس شوریٰ قائم کی اُس کے ایک رکن آپ بھی تھے۔

حضرت عمر فاروق کے متعلق تو تمام مورخ اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت عمر سے زیادہ مدبر کوئی خلیفہ نہیں ہوا اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر ہر امر میں حضرت علی سے مشورہ کرتے تھے مثلاً جنگ عراق عرب میں جب لوگوں نے حضرت عمر کو جانے کا مشورہ دیا اور اکابر صحابہ نے

اس سے اختلاف کیا تو حضرت علی سے بھی پوچھا گیا اور جب انھوں نے بھی اختلاف کیا تب حضرت سعد بن ابی وقاص بھیجے گئے۔ فتح قادسیہ کے بعد حضرت علی ہی کی رائے پر حضرت عمر نے نوشیرواں کا سامان تقسیم کیا۔ فتح بیت المقدس میں حضرت علی ہی کی رائے کے موافق تشریف لے گئے۔ مدینہ میں حضرت علی کو اپنا نائب مقرر کر کے کاروبار خلافت اُن کے سپرد کر دیا۔ ملک شام جب تشریف لیجانے لگے تو اُس وقت بھی حضرت علی کو مدینہ کی حکومت سپرد فرمائی ۲۱ھ میں جنگ عراق عجم میں جب حضرت عثمان نے جانے کی رائے دی تو اُس وقت بھی حضرت علی نے اختلاف کیا اور حضرت عمر نے آپ ہی کی رائے پسند کی اور تشریف نہیں لے گئے۔ حضرت عمر حضرت علی کو سب سے بہتر جانتے تھے آپ کی اصابت رائے کی سب سے اعلیٰ دلیل حضرت عمر کا یہ مقولہ ہے لولا علی لھلک عمر اصابت رائے کے تفصیلی واقعات سیرت "الفاروق" مصنفہ مولوی شبلی نعمانی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

مولوی معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفحہ ۳۱ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے مخصوص مجلس شوریٰ جو قائم کی تھی اُس کے ارکین کے نام اگرچہ ہم کو معلوم نہیں ہیں لیکن حضرت علی لازمی طور پر اُس کے ایک رکن رہے ہوں گے کیونکہ حضرت عمر کو ان کی رائے پر اسقدر اعتماد تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تھا تو حضرت علی کے مشورہ کے بغیر اس کے فیصل کرنے سے پناہ مانگتے تھے مذہبی اور تمدنی معاملات کے علاوہ بہت سے سیاسی واقعات مذکور ہیں جن میں حضرت عمر نے حضرت علی کی رائے کو ترجیح دی چنانچہ معرکہ نہاوند میں جب ایرانیوں کی کثرت نے حضرت عمر کو بیحد مشوش کر دیا تو اونھوں نے مسجد نبوی میں تمام صحابہ کو جمع کر کے رائے طلب کی حضرت طلحہ نے کہا امیر المومنین آپ خود ہم سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں البتہ ہم لوگ تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں حضرت عثمان نے مشورہ دیا کہ شام و یمن وغیرہ سے فوجیں جمع کی جائیں اور آپ خود سپہ سالار ہو کر میدان جنگ تشریف لیجائیں اب تک حضرت علی خاموش تھے لیکن حضرت عمر نے آپ کی طرف دیکھا تو بولے کہ شام سے اگر فوجیں ہٹیں تو مفتوحہ مقامات پر دشمنوں کا تسلط ہو جائے گا اور اگر آپ نے

مدینہ چھوڑا تو عرب میں ہر طرف قیامت برپا ہو جائے گی اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں اور شام و یمن وغیرہ میں فرمان بھیج دیئے جائیں کہ جہاں جہاں جسقدر فوجیں ہوں ایک ایک ثلث اُدھر روانہ کر دی جائیں حضرت عمر نے اس رائے کو پسند کیا اور کہا کہ میرا بھی یہی خیال تھا

ارجح المطالب صفحہ ۱۷ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے خود بنفس نفیس حرب روم میں شریک ہونیکا ارادہ کیا حضرت علی نے اُن کو منع کیا کہ آپ بذات خاص حرب میں شریک نہ ہوں اگر آپ شہید ہو جائیں گے تو کسر شان اسلام ہوگی اور اشاعت اسلام میں فتور آ جائے گا حضرت عمر نے آپ کے فرمانے کے مطابق عمل کیا حضرت عثمان نے بھی آپ سے اہم معاملات میں مشورہ لئے اگر آپ کے مشوروں پر عمل کیا جاتا تو اُن کا عہد نہ صرف فتنہ و فساد سے محفوظ رہتا بلکہ قبائل عرب میں ایک ایسا توازن ہو جاتا کہ آیندہ جھگڑے کی کوئی صورت ہی نہ پیدا ہوتی۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵ میں ہے کہ حضرت علی رائے اور تدبیر میں بہت بہتر تھے اپنی رائے میں بہت سخت اور تدبیر میں اصح تھے آپ کے دشمن کہتے کہ آپ صرف رائے سے اس لئے کام نہیں لیتے کہ اس کو شریعت سے مقید کرتے شرع کے خلاف ہوتا تو کچھ نہیں کرتے اس لئے ارشاد کیا کہ لولا الدین والتقی لکنت ادھی العرب اگر دین اور تقویٰ نہ ہوتا تو میں عرب میں بہت بڑا مدبر ہوتا اور فرماتے کہ خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زائد مدبر نہیں مگر وہ بے وفائی اور فجور کرتا ہے اگر میں بے وفائی کو مکروہ نہ جانوں تو میں لوگوں میں سب سے بڑا مدبر ہوں ہر بے وفائی سبب فجور ہے اور ہر فجور سبب کفر ہے اور ہر بے وفا کے لئے ایک نشان ہوگا جس سے وہ قیامت میں پہچانا جائیگا خدا کی قسم کسی دھوکے سے میں غفلت میں۔۔۔ نہیں پڑا اور نہ کسی سختی سے میں نے چشم پوشی کی اور آپ نے فرمایا کہ امام ہدایت اور امام ضلالت اور ولی نبی اور عدو نبی برابر نہیں ہوتا۔

فضائل عملی

عملی فضائل جن سے مراد اخلاق حمیدہ و خصائل پسندیدہ ہیں دو قسم پر مشتمل ہیں (۱) صوری اس سے مراد اوصاف بشری ہیں (۲) معنوی اس سے مراد اوصاف ملکی ہیں ان کے بیانات آیندہ آینگے

حضرت علی کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے جو کمالات ودیعت فرمائے تھے وہ خواص افراد بنی آدم واشرف رجال نوع انسان میں اس سے زیادہ نہیں ہو سکتے اسی لئے حضرت علی جامع اخلاق کہے جانے کے مستحق ہیں۔ زمانہ طفولیت ہی سے آپ نے آنحضرتؐ کے دامن عاطفت میں تربیت حاصل کی تھی اس لئے آپ قدرۃً حسن اخلاق وحسن تربیت کا نمونہ تھے کبھی زبان کفر و شرک سے آلودہ نہ ہوئی اور نہ غیر خدا کے سامنے پیشانی جھکی جاہلیت کی برائیوں سے پاک وصاف رہی شراب جو عرب کی گھٹی میں پڑی تھی اسلام سے پہلے بھی حضرت علی نے کبھی نہیں پی۔

فائدہ حضرت علی کے ایک مخالف نے محض بلحاظ اظہار تخالف اس امر کو مشہور کر دیا کہ شراب حرام ہونے سے قبل حضرت علی نے ایک مرتبہ مجمع میں شراب پی کر نماز پڑھائی اور سورۂ کافرون میں کچھ کا کچھ پڑھ گئے جس پر آیت حرمت شراب نازل ہوئی۔ اس واقعہ کو ترمذی وابوداؤد نے بھی روایت کر دیا ہے۔ متاخرین میں مولوی شبلی نعمانی نے بھی سیرت النبی جلد دوم میں حرمت شراب کی سند میں اس غیر محقق واقعہ کو لکھ دیا ہے اگرچہ حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے شراب پینا مذہباً گناہ نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن کمال تقویٰ کے خلاف ضرور تھا حالات وواقعات سے کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی کا دہن مبارک کبھی اس سے آلودہ ہوا ہوگا۔ حاکم نے مستدرک جلد ۲ کتاب الاشربہ صفحہ ۱۴۲ میں تین حدیثیں اس بارہ میں درج کی ہیں جس سے اصل قصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے یہ واقعہ حضرت عبدالرحمن ابن عوف کا جو قبل تحریم خمر واقع ہوا تھا بسبیل تذکرہ ایک روز بیان فرمایا تھا۔ مولوی معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت (ترمذی وابوداؤد) کے قبول کرنے میں ہمیں تردد ہے اصل یہ ہے کہ اس کا اخیر راوی گو پہلے علوی تھا یعنی ابو عبدالرحمن سلمی) مگر آخر میں حضرت علی کا مخالف (عثمانی) ہو گیا اس لئے حضرت علی کی شان میں اس کی مخالف شہادت معتبر نہیں ہو سکتی۔ اب حاکم کی مستدرک چھپ چکی ہے اس کی روایت سے اصلی واقعہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی نے یہ واقعہ ایک اور شخص کا بیان کیا تھا عثمانی راوی نے خود حضرت علی

مرتضیٰ کا نام رکھدیا حاکم نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ بحمد اللہ اس روایت سے حضرت علی کے مخالفین جو آپ پر اعتراض کرتے تھے وہ اُٹھ گیا۔ حدیث ابو داؤد کی شرح میں مولانا ابو عبد الرحمن شرف الحق محمد اشرف صدیقی عظیم آبادی اپنی کتاب عون المعبود شرح سنن ابو داؤد جلد ۳ کتاب الاشربہ صفحہ ۳۶۵ میں بعد روایت حاکم لکھتے ہیں۔

قال وفی ھذا الحدیث فائدۃ کبیرۃ وھی ان الخوارج تنسب ھذا السکر وھذہ القرأۃ الی امیر المومنین علی ابن ابی طالب دون غیرہ وقد براءہ اللہ منہا فانہ راوی الحدیث قال المنذری واخرجہ الترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن غریب صحیح ھذا اخر کلامہ وفی اسنادہ عطاء ابن السائب لا نعرفہ الا من حدیثہ وقد قال یحیی بن معین لا یحتج بحدیثہ وفرق مرۃ بین حدیثہ القدیم وحدیثہ الحدیث ووافقہ علی التفرقہ الامام احمد وقال ابو بکر البزار ھذا الحدیث لا نعلمہ یروی عن علی متصل الاسناد الا من حدیث عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن یعنی السلمی وانما کان ذلك قبل ان یحرم الخمر فحرمت من اجل ذلك ھذا اخر

کہا حاکم نے بعد حدیث کے اس حدیث میں بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ خوارج اس شراب کو اور اس قرات کو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کیطرف منسوب کرتے ہیں اُنکے علاوہ اور کسی کو نہیں کہتے در حقیقت اللہ نے اُس سے آپکو بری رکھا پس وہی بیشک حدیث کے راوی ہیں منذری کا قول ہے کہ اس حدیث کی تخریج ترمذی اور نسائی نے بھی کی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے یہی اُن کے کلام کا آخری کلمہ ہے اس حدیث کی سندوں میں ایک راوی عطا ابن السائب ہیں جو بجز اس حدیث کے اور کسی حدیث میں پہچانے نہیں جاتے ہیں یحیی ابن معین کا قول ہے کہ اُسکی حدیث قابل حجت نہیں اُنہوں نے اُنکی حدیث قدیم و حدیث جدید میں تفریق بھی کی اور اس تفریق کی موافقت امام احمد بن حنبل نے کی ابو بکر بزار کا قول ہے کہ اس حدیث کو ہم نہیں جانتے کہ حضرت علی سے متصل الاسناد مروی ہوئی ہو مگر حدیث عطا ابن السائب کی کہ جو ابو عبد الرحمن سلمی سے مروی ہے اور یہ قبل تحریم خمر ہے اور یہی سبب حرمت خمر ہوئی ہے یہ اُن کے کلام کا آخری کلمہ ہے اس حدیث کے اسناد اور متن میں اختلاف کیا گیا ہے اسناد میں تو اختلاف یہ ہے کہ

کلامہ وقد اختلف فی اسنادہ ومتنہ فالاختلاف فی اسنادہ فرواہ سفیان الثوری ابو جعفر الرازی عن عطاء ابن السائب فارسلوہ و اما الاختلاف فی متنہ ففی کتاب ابوداؤد و الترمذی ما قد مناہ و فی کتاب النسائی و ابو جعفر النحاس ان المصلی بھم عبد الرحمن بن عوف و فی کتاب ابی بکر البزار امر وا رجلا فصلی بھم ولم یسم۔ و فی حدیث غیرہ فتقدم بعض القوم انتھی کلام المنذری

اس کو سفیان ثوری اور ابو جعفر رازی نے عطا ابن السائب سے روایت کیا ہے اور اسکو بطریق ارسال بیان کیا ہے یعنی حدیث مرسل ہے اور متن میں اختلاف یہ ہے کہ ابوداؤد اور ترمذی کی روایت کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں نسائی کی کتاب میں اور ابو جعفر نحاس کی روایت میں ہے کہ پیش امام عبد الرحمن ابن عوف تھے اور ابوبکر بزار کی کتاب میں ہے کہ ایک شخص کو اُن لوگوں نے حکم دیا تب اُس نے امامت کی نام کی اُس میں تصریح نہیں ہے اس کے علاوہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ قوم سے بعض شخص نے تقدیم کی۔ منذری کا کلام ختم ہوا۔

(۱) صوری

حُسن خُلق

حضرت علی نہایت خندہ پیشانی تھے کبھی کسی بات پر چین بجبیں نہ ہوتے تھے ہر وقت تبسم رہتے بعض لوگوں نے اس پر بھی نکتہ چینی شروع کی قیس ابن سعد بن عبادہ سے معاویہ نے تعریضاً کہا کہ خدا ابوالحسن پر رحم کرے وہ نہایت کشادہ رو ہنسنے والے اور خوش طبع تھے قیس کہنے لگے ہاں آنحضرتؐ بھی مزاح کرتے اور صحابہ سے ہنستے تھے (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۱)

ینابیع المودۃ صفحہ ۱۳۹ میں ہے کہ حضرت علی کا خلق خندہ روئی طلاقت لسانی تبسم ضرب المثل ہے صعصعہ بن صوحان اور دیگر محبین اور اصحاب کا قول ہے کہ آپ ہم میں بہت نرم دل اور متواضع تھے ہم لوگوں کے قلوب میں اتنی ہیبت تھی جیسے قیدی کو اُس وقت ہوتی ہے کہ جب کوئی تلوار لئے اُس کے سر پر کھڑا ہو۔

شفقت علی الخلق

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

یاایها الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقہ
اے ایمان والو جب تم رسول کو مشورہ کے لیئے بلاؤ تو مشورہ لینے سے پہلے صدقہ دو۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تم جاکر لوگوں کو صدقہ دینے کا حکم دو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کسقدر صدقہ کا حکم دوں آنحضرت نے فرمایا ایک دینار میں نے عرض کیا لوگ اسقدر ادا کرنیکی طاقت نہیں رکھتے آنحضرت نے فرمایا اچھا نصف دینار میں نے پھر عرض کیا کہ اُن میں اتنی کی بھی طاقت نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اچھا ایک جو کے برابر میں نے عرض کیا کہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے تب آنحضرت نے فرمایا کہ تم بہت ڈرنے والے ہو اور یہ آیت نازل ہوئی۔

ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقٰت
کیا تم ڈرتے ہو اس امر سے کہ مشورہ کرنے سے پہلے صدقہ دو

حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ صرف میری ہی وجہ سے اس حکم میں امت کو تخفیف ہوئی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ باب رابع فصل تاسع بروایت ابوحاتم وارجح المطالب صفحہ ۱۵۲ بروایت امام احمد و نسائی وغیرہ)

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنازہ پر تشریف لیجاتے تو اُس کے کسی عمل کے دریافت فرمانے کے بجائے یہ دریافت فرماتے کہ متوفی کسی کا قرضدار تو نہیں ہے اگر معلوم ہوتا کہ قرضدار ہے تو نماز جنازہ نہ پڑھتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ قرضدار نہیں تو نماز جنازہ پڑھتے۔ ایک مرتبہ ایک جنازہ پر تشریف لے گئے جب نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بڑھے تو حسب معمول دریافت فرمایا کہ اس پر قرض تو نہیں ہے لوگوں نے عرض کیا کہ دو دینار ہیں آنحضرت ہٹ کر بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت علی نے بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ قرض میرے ذمہ ہے اور متوفی اس سے بری ہے تب آنحضرت نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد نماز حضرت علی سے فرمایا کہ

جزاک اللہ خیراً فک اللہ رھانک کما فککت رھان اخیک (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)
خدا تجھے نیکی کی جزائے خیر دے اور تیرا قرض ادا کرائے جسطرح کہ تو نے ایک بھائی مسلمان کا قرض ادا کیا۔

اس حدیث کو دار قطنی نے بروایت حضرت علی اور حاکمی نے بروایت ابن عباس بھی لکھا ہے۔

تفقد بر حال رعایا

ابی الصہبا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو نہر کلا یعنی بصرہ کے لنگر گاہ کے کنارہ اجناس کا نرخ پوچھتے ہوئے دیکھا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۳) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ یہ جانچ کرتے ہوں گے کہ بیجا نرخ سے فروخت تو نہیں ہوتی ہے۔

عامر شعبی ناقل ہیں کہ سودہ بنت عمارہ ابن اشتر ہمدانیہ کہتی ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں ایک شخص کی شکایت لیکر گئی جس کو آپ نے ہم لوگوں سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے بعد نماز آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم کو کوئی ضرورت ہے میں نے اس شخص کا حال بیان کیا آپ سن کر رونے لگے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے پروردگار تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے عاملوں کو مخلوق پر ظلم کرنے کے لئے نہیں حکم دیا ہے اور نہ ان سے تیرا حق چھوڑنے کو کہا ہے پھر اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر لکھا کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم قد جاءتکم بینۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ذلکم خیر لکم ان کنتم مومنین اذا اتاک کتابی ھذا فاحفظ بما فی یدیک حتی یاتی من یقبضہ منک والسلام

سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے بیشک تمہارے رب کے یہاں سے تمہارے پاس کھلا ہوا نشان آیا ہے پس تم پیمانے اور ترازو کو پورا کرو اور چیزوں کو جو لوگوں کے پاس ہوں مت گھٹاؤ اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت پیدا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مومن ہو اور جب میرا یہ خط تم کو ملے تو جو کچھ تمہارے پاس ہو اسکو بطور امانت حفاظت کے ساتھ رکھو اسوقت تک جبتک کہ اسکا لینے والا تمہارے پاس پہونچے والسلام

پھر حضرت علی نے اسکو معزول کر دیا (عقد الفرید و مطالب السئول صفحہ ۱۱۱ وارجح المطالب صفحہ ۱۵۲)

قیدیوں کے ساتھ رعایت

حضرت علی قیدیوں کے ساتھ بہت رعایت فرماتے تھے چنانچہ علامہ نجم الدین فخر الاسلام

ابوبکر بن محمد بن الحسین عزندی مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی جیل خانہ کی کنجیاں اپنے پاس رکھتے نماز کے اوقات میں جیلخانہ کھلواتے اور قیدیوں کو بیت المال سے اُن کی خوراک دلواتے اور فرماتے ۔ ۔ ۔ ۔ کہ ہمارا کام اُن کو صرف مقید رکھنا ہے اُن کو تکلیف نہ دینا چاہیئے تاکہ وہ بھاگیں نہیں (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۵)

رعایت حقوق ناس

ابورافع موئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وخازن حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی گھر میں تشریف رکھتے تھے میں نے اُن کی صاحبزادی کے کان میں موتی ڈال دیئے حضرت علی ان موتیوں کو بیت المال میں دیکھ چکے تھے اس وقت آپ نے جب اُن موتیوں کو پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اس نے یہ موتی کہاں سے پائے اگر اس نے چوری کی ہے تو میں اس کے ہاتھ کاٹوں گا۔ ابورافع نے عرض کیا امیر المومنین میں نے ان کو یہ موتی پہنائے ہیں مجھ سے یہ خطا ہوئی ہے پھر فرمایا کہ جب میرا نکاح حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ کے ساتھ ہوا تھا تو میرے پاس صرف ایک مینڈھے کی کھال تھی جس پر ہم رات کو سوتے اور دن کو ہمارے اونٹ کیلئے اُس پر دانہ رکھا جاتا (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۷ و جلد ۳۔ ابن اثیر صفحہ ۲۰۲ و شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۱۲۹)

یحییٰ ابن سلمہ سے مروی کہ حضرت علی نے عمرو ابن سلمہ کو اصفہان پر عامل کر کے بھیجا جب وہ وہاں سے آئے تو اپنے ساتھ گھی اور شہد کی مشکیں بھر کر لائے۔ حضرت علی کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے عمرو ابن سلمہ سے تھوڑا سا گھی اور شہد طلب فرمایا اُنھوں نے ایک برتن شہد اور گھی کا اُن کی خدمت میں بھیجدیا۔ دوسرے روز تقسیم کے وقت جب شہد اور گھی پیش کیا گیا اور آپ نے جب مشکیں شمار کیں تو دو مشکیں ٹوٹی ہوئی ملیں آپ نے عمرو بن سلمہ سے اس کے متعلق پوچھا اُنھوں نے کہا کہ حضرت ام کلثوم نے گھی اور شہد منگوایا تھا میں نے اُن کو تھوڑا سا بھیجدیا تھا حضرت علی نے وہ مشکیں جانچ کرنے والوں کے پاس نقصان کی جانچ کے لئے بھیجدیں اُن لوگوں نے جانچ کے بعد پانچ درہم کا نقصان بتلایا۔ آپ نے حضرت ام کلثوم کے پاس آدمی

بھیجکر پانچ درہم منگوا لئے تب مال مسلمانوں میں تقسیم کیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۷ و جلد ۳ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۱۲
و ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد ۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۳۶)

اسی طرح ایک مرتبہ اور شہد سے بھری مشکیں یمن سے آئی تھیں اُسی وقت اتفاق سے حضرت امام حسنؑ کے یہاں مہمان آ گئے حضرت امام حسنؑ نے اُن کے لئے بازار سے روٹیاں منگوائیں اور قنبر سے فرمایا کہ ایک مشک کھول کر تھوڑا سا شہد دے دو قنبر نے ایک رطل شہد بھیجدیا حضرت علی جب مشکوں کو تقسیم کرنے بیٹھے تو قنبر سے فرمایا کہ مشکوں میں کچھ فتور معلوم ہوتا ہے قنبر نے عرض کیا کہ حضرت امام حسن نے اس میں سے تھوڑا سا شہد منگوا لیا تھا حضرت علی کو غصہ آ گیا فرمایا حسن کو بلاؤ جب حضرت امام حسن آئے تو حضرت علی دُرّہ لیکر مارنے کے لئے اُٹھے حضرت امام حسنؑ نے حضرت جعفر طیارؓ کی قسم دیکر اصل واقعہ پوچھا حضرت علی کو حضرت جعفر طیار سے اس قدر محبت تھی کہ شدت غصہ میں جب ان کی قسم دلائی جاتی تو غصہ فرو ہو جاتا حضرت علی نے فرمایا کہ تقسیم سے قبل تم نے شہد کیوں لے لیا اس کا جواب دو حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا چونکہ ہمارا حق اس میں معین ہے لہذا میں نے یہ خیال کیا کہ جب وہ حق ملیگا تو جتنا لیا گیا ہو واپس کر دیا جائیگا حضرت علی نے فرمایا یہ صحیح ہے لیکن تم کو یہ حق حاصل نہیں کہ اور لوگوں سے پہلے اس سے نفع اٹھاؤ۔ پھر قنبر کو ایک درہم دیکر حکم دیا کہ خالص شہد اسی مقدار بھر مول لاکر اس میں ملا دو۔ راوی کا قول ہے کہ اب تک میری نگاہوں کے سامنے وہ منظر ہے کہ حضرت علی کے سامنے مشک کا منہ کھلا ہوا ہے قنبر اُس میں شہد ڈال رہے ہیں اور حضرت علی روتے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ الٰہ العالمین حسن کو بخشدے اُس نے بوجہ لاعلمی ایسا کیا (ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۲۷۱)

حُسن سلوک

حسن سلوک کی یہ کیفیت تھی کہ جنگ جمل میں جب آپ فتحیاب ہوئے تو مروان جو آپ کا سخت ترین دشمن اور بدگو تھا اُس پر قابو پانے کے بعد آپ نے اُس سے درگذر فرمایا عبد اللہ بن زبیرؓ جو علی رؤس الاشہاد آپ کی بدگوئی کرتے ایسا کہ بصرہ میں خطبہ دیکر اُنھوں نے سخت

سخت کہا حضرت علیؑ کے پاس جب اسیر کر کے لائے گئے تو آپ نے چھوڑ دیا اور کہا جاؤ میں ادھر متوجہ نہ ہوں گا ان کے باپ زبیرؓ اہلبیت سے تھے اُن کے یہ بیٹے ہیں جن کی یہ کیفیت ہے سعیدؓ ابن العاص کا بھی شمار انہیں میں تھا بعد واقعہ جمل ان سے بھی آپ نے تعرض نہیں کیا اسی طرح جب جنگ جمل میں حضرت عائشہ پر آپ ظفریاب ہوئے تو اُن کی نہایت تعظیم و تکریم کی اور اُن کو نہایت عزت کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کیا قبیلہ عبدالقیس کی بیس عورتیں ساتھ میں کر دیں اور اُن کے سر پر عمامے اور کمر پر تلواریں بندھوائیں ان عورتوں نے مدینہ منورہ پہنچکر حضرت عائشہؓ سے یہ ظاہر کیا کہ ہم عورتیں ہیں بغرض حفاظت ہم کو مردانہ لباس پہنا کر آپ کے ساتھ کر دیا تھا (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۷ و ارجح المطالب صفحہ ۱۷۱)

حفظ حقوق

حضرت علیؓ کی اس معاملہ میں یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی معمولی آدمی بھی آپ سے کسی آپکے عامل کی شکایت کرتا تو آپ تدارک فرماتے اگر زیادتی معلوم ہوتی تو معزول کر دیتے چنانچہ ایک مرتبہ آپ ہمدان تشریف لے گئے واپسی پر اچانک آپ کے کان میں ہائے فریاد ہائے فریاد کی آواز آئی آپ اُدھر متوجہ ہوئے قریب پہنچکر دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں ایک اُن میں سے کہنے لگا میں نے اس شخص کے ہاتھ سات درہم کو ایک کپڑا فروخت کیا تھا اور شرط کر لی تھی کہ درہم کھرے دینا یہ مجھکو کھوٹے درہم دینے لگا میں نے لینے سے انکار کیا اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا حضرت علی نے مارنے والے سے جواب طلب کیا اُس نے اقرار کیا آپ نے فرمایا کہ موافق شرط اس کو درہم دو اُس نے بلا عذر و حیلہ درہم حوالہ... کر دیئے پھر آپ نے بائع کو حکم دیا کہ مشتری سے بدلہ لو مگر اُس نے معاف کر دیا حضرت علی نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ طمانچہ مارنے والے کو میرے ساتھ لے چلو جائے اقامت پر پہنچکر آپ نے اس شخص کے پندرہ درہ لگوائے اور فرمایا کہ یہ سزا اُس شخص کی آبروریزی کی ہے (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۱ و شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۱۲۹۹)

معاملت و خشیت الٰہی

حضرت علیؑ نے اپنے بڑے بھائی حضرت عقیلؓ اور اُن کی اولاد کا روزینہ بقدر کفاف بیت المال سے مقرر فرما دیا تھا جو اُن کو ہر روز ملتا تھا۔ ایک روز حضرت عقیلؓ کے بال بچوں کو حریرہ کھانے کی خواہش ہوئی چونکہ بجز معمولی مقدار جو کے نقد ملتا نہ تھا لہٰذا بچوں کی خاطر سے روزانہ کے مقررہ جو میں سے تھوڑا تھوڑا نکال کر جمع کرتے رہے جب کافی جو جمع ہوگئے تو اُن کو فروخت کر کے بازار سے گھی اور کھجور خرید لائے اور حریرہ تیار کیا کھانے کے وقت حضرت علی بھی بلائے گئے برسبیل تذکرہ یہ قصہ بھی بیان میں آگیا آپ نے پوچھا کہ روزینہ میں سے جب اتنے جو روز نکالے جاتے رہے تو بقیہ کھانے کے لئے کافی ہوجاتا تھا سب نے کہا ہاں کافی ہوجاتا تھا حضرت علی نے اُسی روز سے روزینہ میں کمی کر دی اور فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ مجھکو دینا حلال نہیں حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اس پر ناخوش ہوئے حضرت علیؑ نے لوہا گرم کر کے اُن کے رخسارے کے پاس کیا تو وہ اُس کی حدت سے بیتاب ہو کر اُف اُف کرنے لگے حضرت علیؑ نے فرمایا آپ دنیاوی آگ سے اسقدر گھبراتے ہیں اور مجھکو دوزخ میں ڈالنا چاہتے ہیں حضرت عقیلؓ نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا اور جا کر ایسے شخص کے پاس رہوں گا جو مجھکو سونا اور کھجور دیگا۔ ایک مرتبہ حضرت عقیلؓ نے حضرت علیؑ سے کہا مجھکو حاجت ہے کچھ دو آپنے فرمایا ذرا صبر کیجئے جب اور مسلمانوں کو وظائف تقسیم کر دوں گا تب آپ کو بھی دونگا چونکہ حضرت عقیلؓ عیالدار اور حاجتمند تھے صبر نہ کر سکے مکرر سہ کرر سوال کیا حضرت علیؑ نے ایک شخص سے فرمایا کہ ان کو بازار میں لیجاؤ کہ یہ دو کانوں کا قفل توڑ کر جسقدر نقد جنس کی اُن کو ضرورت ہو لے لیں حضرت عقیلؓ نے کہا کیا تم مجھکو چوری کی علت میں گرفتار کرانا چاہتے ہو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ آپ بھی تو مجھکو چور بنانا چاہتے ہیں کیونکہ خواہ مخواہ آپ کا اصرار ہے کہ مسلمانوں کا حق میں آپ کے حوالہ کر دوں اور خود چور بنجاؤں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عقیلؓ کی طلب پر آپنے فرمایا کہ بازار جا کر کسی دوکان کا قفل توڑ لیجئے اُنھوں نے کہا تم مجھے چوری سکھاتے ہو حضرت علیؑ نے

فرمایا کہ آپ بھی تو مجھے چوری سکھاتے ہیں بغیر مسلمانوں کی موجودگی کے مال لینا بھی تو چوری ہے حضرت عقیلؓ نے فرمایا اگر اتنی ہی سختی ہوگی تو میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں گا حضرت علیؑ نے فرمایا آپ کو اختیار ہے چنانچہ وہ معاویہ کے پاس چلے گئے اور وہیں رہے۔ معاویہ نے ان کی بہت خاطر کی اور ایک لاکھ درہم دیئے اور کہا کہ منبر پر آکر آپ اپنے بھائی کا سلوک اور میری قدردانی کو بیان کر دیجئے حضرت عقیلؓ نے منبر پر آکر بعد حمد و ثنا کے فرمایا اے لوگو میں اپنا حال کہتا ہوں میں نے علی مرتضیٰؑ سے بہت کہا اور زور ڈالا اور اپنے مصارف روزانہ کی شکایت کی اور چاہا کہ معمول سے زیادہ وظیفہ معین ہو جائے مگر انھوں نے میری درخواست اور میری اخوت کا کچھ لحاظ نہ کیا اور اپنے دین کو مجھ پر مقدم کیا پھر میں معاویہ کے پاس آیا انھوں نے مجھکو ایک لاکھ درہم دیئے اور اپنے دین پر مجھ کو ترجیح دی (صواعق محرقہ لابن حجر بحوالہ ابن عساکر و ینابیع المودۃ صفحہ ۲۹۰ و وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۲۶ و مناقب مرتضوی صفحہ ۲۹۴ بروایت حبیب السیر جلد ۱)

حضرت عقیلؓ سے ایک روز معاویہ نے کہا اے عقیلؓ اگر تم مجھکو اپنے بھائی سے بہتر نہ سمجھتے تو ان کو چھوڑ کر کبھی میرے پاس نہ آتے حضرت عقیلؓ نے سن کر ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ میرے لئے دین میں اچھے ہیں اور تم میرے حق میں دنیا کے اعتبار سے بہتر ہو۔ افسوس کہ میں نے دنیا کو اختیار کر لیا جو تمہارے پاس چلا آیا اب خاتمہ بخیر ہونے کی دعا ہے (عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۹)

مخالفین سے معاملت اور سلوک

بہادر شخص وہ نہیں ہے جو دشمن پر غلبہ پائے بلکہ بہادر وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے حضرت علیؑ اس بہادری میں بھی نمایاں حیثیت رکھتے تھے آپ کی زندگی کا اکثر حصہ مخالفین سے معرکہ آرائی میں صرف ہوا لیکن بایں ہمہ آپ نے ہمیشہ مخالفین سے عمدہ برتاؤ کیا۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ آپ کی حریف تھیں لیکن جب ایک ضبی نے ان کے اونٹ کو زخمی کر کے گرایا تو خود حضرت علیؑ نے آگے بڑھکر ان کی خیریت دریافت کی اور ان کو ان کے ایلطر فدا بصری کے گھر میں اتارا حضرت عائشہؓ کی فوج کے زخمیوں نے بھی اسی گھر میں پناہ لی تھی حضرت علیؑ

ملاقات کو تشریف لے گئے مگر اُن کے زخمی ہمراہیوں سے جو اُسی گھر میں پناہ گزیں تھی کوئی تعرض نہیں کیا اور بحرمت تمام حضرت محمدؐ ابن ابی بکرؓ کی معیت میں چالیس معزز عورتوں کیساتھ اُن کو حجاز کی طرف رخصت کیا خود حضرت علیؑ نے دور تک اُن کی مشایعت کی اس موقعہ پر جو لوگ شریک جنگ تھے اُن کی نسبت بھی عام منادی کرادی کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے زخمیوں کے اوپر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں۔ مال غنیمت نہ لوٹا جائے۔ جو ہتھیار ڈالدے اُس کو امان ہے۔

حضرت زبیرؓ نے جنگ جمل میں ایک حریف کی حیثیت سے مقابلہ کیا تھا سپہ سالار جنگ تھے ان کا قاتل ابن جرموز جب تلوار اور سر لیکر آیا تو آپ آبدیدہ ہوکر فرمانے لگے کہ فرزند صفیہؓ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دیدو پھر تلوار ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ یہ وہی تلوار ہے کہ جس نے کئی مرتبہ آنحضرتؐ کے چہرہ سے مشکلات کے بادل ہٹائے تھے (خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۵)

مستدرک حاکم میں تو یوں ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس جب حضرت زبیرؓ کا سر آیا تو فرمانے لگے کہ فرزند صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دیدو میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں میرے حواری زبیر ہیں (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۶۷)

جنگ جمل میں حضرت علیؑ جب نعشوں کا معائنہ فرما رہے تھے تو ہر وقت ایک ایک نعش کو دیکھکر افسوس فرماتے۔ محمد بن طلحہ کی نعش پر جب نظر پڑی تو آہ سرد بھر کر فرمایا "اے قریش کا شکرہ"

جنگ صفین میں جب آپ کا حریف گر کر برہنہ ہوگیا آپ اُس کو چھوڑکر الگ کھڑے ہوگئے کہ اسکو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے اسی جنگ میں جب معاویہ کے لشکر نے فرات پر۔۔ قبضہ کیا تو امرار شام نے معاویہ سے کہا کہ یہ لوگ پیاسے قتل کئے جائیں جسطرح سے حضرت عثمانؓ پیاسے قتل ہوئے تھے معاویہ نے اس رائے کو پسند کیا اور حکم دیدیا جب حضرت علیؑ کے اصحاب نے پانی لینا چاہا تو اُن کو سخت مخالفت ہوئی پھر آپنے فوج کشی کر کے فرات پر قبضہ پالیا تو آپنے بلا تکلف اجازت دیدی آپ کی حمیت انسانی نے کسی کو تشنہ کام رکھنا گوارا نہ کیا (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۹)

دشمن کیساتھ حُسن سلوک کی اس سے اعلیٰ اور کیا مثال ہوسکتی ہے کہ معاویہ جنہوں نے سب سے پہلے آپ کی مخالفت کی آپ سے سرکشی کی آپ کے تمام تجاویز کو برباد کیا اور آپ کے عہد خلافت کو بدنام کیا اور آپ کے خلاف بار بار فوجیں لائے آپنے اُن کے متعلق کوئی ناسزا کلمہ نہ فرمایا اگر آپ چاہتے تو بہت سی صحیح اور درست باتیں فرما سکتے تھے آپ کا سب سے بڑا دشمن آپکا قاتل ابن ملجم ہوسکتا تھا لیکن اُس کے متعلق جو آخری وصیت آپنے کی وہ یہ تھی کہ اس سے معمولی طور پر قصاص لینا مثلہ نہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں اور ناک کان نہ کاٹنا۔ طبقات ابن سعد میں تو یوں ہے کہ جب ابن ملجم آپکے سامنے لایا گیا تو آپنے فرمایا کہ اس کو اچھا کھانا کھلاؤ اور اسکو نرم بستر پر سلاؤ اگر میں زندہ بچ گیا تو اُس کو معاف کر دینے یا قصاص لینے کا مجھکو اختیار حاصل ہوگا اگر میں مرگیا تو اُس کو مجھ سے ملا دینا میں خدا کے سامنے اس سے جھگڑلوں گا (خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۶)

اس قسم کے مزید واقعات ناظرین حصۂ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ یا حسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب سے معلوم کرسکتے ہیں۔

حمایت قوم

حضرت علیؑ کے محاسن اخلاق میں اپنی قوم اور اپنے ابنِ عم کی حمایت بھی تھی آپ آنحضرتؐ کے منصب کی تکمیل میں اہتمام کرتے تھے اور اُن کی مدد میں نہایت ہمت سے کام لیتے تھے فیض ربانی نے جب اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ آپ کے دل میں پیدا کیا تو آپنے اس صفت سے ایسا کام لیا اور اسطرح اُس کو ثابت کر دکھایا جس سے اخی رسول وصی رسول اور ولی وغیرہ کے القاب سے مشرف ہوئے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے جب فرمایا کہ دنیا و آخرت میں تم میں سے کون میرا ولی ہوگا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپکی موالات کروں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم دنیا و آخرت میں میرے ولی ہو۔ حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کی حیات میں فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم — اگر وہ مرگئے یا مارے گئے تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

تو خدا کی قسم جب ہم کو اللہ نے ہدایت دیدی تو اُس کے بعد ہم پیٹھ نہ پھیریں گے اگر رسول اللہ کا وصال ہو یا آپ شہید ہوئے تو جس چیز کے لئے آپ جنگ کرتے تھے ہم بھی اسی کے لئے لڑینگے یہانتک کہ موت آجائے میں آپ کا بھائی اور ولی اور ابن عم اور علم کا وارث ہوں (خلفائے راشدین صفحہ ۳۲۰ و ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۱۲)

وفا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی خصائل حمیدہ میں بہترین چیز وفا تھی جب فیض ربانی نے اُسکو مہذب کیا تو مقام محبت آپکے لئے ایک مسلمہ چیز بنگیا۔ آنحضرتؐ نے جیساکہ متواتر طور پر ثابت ہے فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو علم دونگا جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اُس کے رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں بالآخر آنحضرتؐ نے علم حضرت علی کو دیا۔

(خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۹ و ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۱۳)

امانت و دیانت

حضرت علیؑ اس خوبی میں بھی اپنے اقران و معاصرین میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے چنانچہ آنحضرتؐ نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو قریش کی امانتیں واپس کرنے کے لئے آپ ہی کو منتخب فرمایا آپنے اس منصب امانت کی جانشینی علی وجہ الکمال فرمائی۔ عہد خلافت میں دیانت و امانت کیساتھ بیت المال کی دیکھ بھال بھی کچھ کم اہم فرض نہ تھا آپ نے اس فرض کو اسطرح ادا کیا کہ مال غنیمت جب تقسیم فرماتے تو برابر کے حصہ لگا کر قرعہ ڈالتے تاکہ اگر کچھ کمی بیشی ہو تو وہ اس سے بری ہو جائیں۔

عاصم ابن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اصفہان سے مال آیا اس میں ایک روٹی بھی تھی آپنے تمام مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کئے اور قرعہ ڈال کر تقسیم فرمادیا (ریاض النضرہ للطبری بروایت احمد و قلعی جلد ۲ صفحہ ۱۳۶) تدین کی سختی میں اپنے بڑے بھائی حضرت عقیلؓ کے ساتھ جو برتاؤ کیا اُس کا ذکر ابھی گذر چکا ہے۔

حضرت اُم کلثوم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کے پاس نارنگیاں آئیں حضرت امام حسینؑ نے ایک نارنگی اُٹھائی آپنے دیکھا تو اُنکے ہاتھ سے لیکر لوگوں میں تقسیم کر دی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

ایکمرتبہ تمام اندوختہ بیت المال کا تقسیم کرکے اُس میں جھاڑو دی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی تاکہ وہ اُن کی امانت و دیانت کی شاہد رہے (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰ و ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۷)

بذل و سخا و ایثار

حضرت علیؑ میں یہ اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے علامہ واحدی اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے ناقل ہیں کہ ایکبار حضرت علیؑ کے پاس چار درہم کے علاوہ کچھ نہ تھا آپنے ایک درہم رات کو دوسرا دن کو تیسرا پوشیدہ طور پر اور چوتھا ظاہر میں خیرات کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسکے صلہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنہار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون
جو لوگ اپنے مال کو رات اور دن میں پوشیدہ اور ظاہر طور پر خیرات کرتے ہیں اُنکا خدا کے پاس اجر ہے نہ اُنپر کوئی خوف ہے اور نہ وہ اندوہگین ہونگے

اس واقعہ کو موفق بن احمد اور حموینی اور ثعلبی اور رازی اور حافظ ابو نعیم اور طبرانی اور صاحب جمع الفوائد نے لکھا ہے (ینابیع المودۃ صفحہ ۹۲ وارجح المطالب صفحہ ۱۹۵ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ و مطالب السئول صفحہ ۱۱)

امام ثعلبی اپنی تفسیر میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضرتؐ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ ایک سائل نے مسجد میں آکر سوال کیا کسی نے اُس کو کچھ نہ دیا سائل نے آسمان کیطرف ہاتھ اُٹھا کر کہا اے پروردگار گواہ رہنا میں نے تیرے نبی کی مسجد میں سوال کیا مگر کسی نے مجھکو کچھ نہ دیا حضرت علی نماز میں تھے آپ نے داہنے ہاتھ کی چھنگلیا... سے اشارہ کرکے انگوٹھی اُس کو عطا فرمائی جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون۔
تمہارا ولی اللہ ہے اور اُس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نماز ادا کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں

مطالب السئول صفحہ ۱۰۵ اور ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ بروایت عبداللہ بن سلام و حضرت امام جعفر صادق بہ تخریج واحدی والو الفرج والفضائلی وابن السمان و مناقب مرتضوی صفحہ ۱۹ وروائح المصطفیٰ صفحہ ۱۱)

علامہ رافعی تاریخ قزدین میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سائل مسجد میں آکر سوال کرنے لگا اُس نے کہنا شروع کیا کہ کون ہے جو خدا کی راہ میں قرض دے حضرت علیؑ اُسوقت رکوع میں تھے

آپ نے اشارہ کیا سائل نے انگوٹھی آتار لی آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا واجب ہوگئی حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا واجب ہوگئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جنت واجب ہوگئی سائل نے ان کے ہاتھ سے انگوٹھی نہیں آتاری بلکہ اُن کے ہر ایک گناہ کو آتار ڈالا (ارجح المطالب صفہ ۱۲۹)

فائدہ اس واقعہ میں لوگوں نے سخت اختلاف کیا ہے اکثر لوگ موضوعیت کے قائل ہوئے سائل کو نماز میں انگوٹھی دیدینے کو فعل کثیر میں جو مفسد نماز ہوا کرتا ہے شمار کرتے ہیں اور اس امر پہ استعجاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی ذات مبارک سے ایسے فعل کثیر کا صدور قابل قبول نہیں ہوسکتا فعل کثیر وہ ہے کہ جسے وہ شخص جو خارج از نماز ہے دیکھکر نمازی کو نماز پڑھتا ہوا نہ سمجھے یہاں یہ صورت پائی نہیں جاتی احادیث سے واقعہ تو صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے سوال پر حضرت علی نے انگلی سے اشارہ کیا نہ خود آتار کر سائل کو دی اُنگلی سے آتار کر سائل کو دیدینا البتہ فعل کثیر میں آسکتا ہے نہ کہ اشارہ سے اس لیئے کہ نفس اشارہ مفسد نماز نہیں تشہد میں کلمہ کی اُنگلی سے اشارہ مسنون ہے مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے اپنے ہشت بند میں اس واقعہ کو لکھا ہے ؎

گر معز زگشت انفاس مسیحا در کلام	در یقیمون الصلوٰۃ آمد ترا اعزاز ہا
گر بہ عزت مصطفیٰ را دید اللہ برکشید	گشت منزل بہر اعزاز تو نص انما
در بطاعت گفت عیسیٰ را او صاف ترا	در یقیمون الصلوٰۃ آمد ولایت از خدا

حکیم سنائی علیہ الرحمۃ حدیقہ میں لکھتے ہیں ؎

در قیام و قعود جود او کرد	در رکوع و سجود جود او کرد

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

پاک و منزہ از صفات محسوس گشتہ او بذات	دادہ زکوٰۃ اندر صلوٰۃ اللہ مولانا علی

حکیم ناصر خسرو کہتے ہیں ؎

آنچہ علی داد در رکوع فرو نست	زانچہ ہمہ عمر داد حاتم طائی

اس واقعہ کو فردوسی[۱] نے خوب لکھا ہے ؎

[۱] فردوسی کو بعض لوگوں نے شیعہ لکھا ہے مگر چونکہ اس مضمون کی بہت سی اسناد موجود ہیں لہٰذا اُن کے شعر کا بھی نقل کر دینا خالی از لطافت نہ معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ شعر بھی بہت اچھا ہے لاتنظر الی من قال وانظر الی ما قال یعنی اس امر کو نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے بلکہ اس امر کو دیکھو کہ کیا کہا ہے حضرت علی کا ارشاد

شہا تراست مسلم کرم کہ گاہ رکوع ۔۔۔ کند برائے حق انگشتری نثار انگشت

مولانا قاسم کہتے ہیں ؎

بہ سائل داد خاتم در نماز آں معدنِ احسان ۔۔۔ دل پاکیزہ اش چوں بود فارغ از زر و زیور

(مناقب مرتضوی للشیخ محمد صالح کشفی در بیان آیۂ انما ولیکم اللہ صفحہ ۲)

حضرت علی مرتضیٰ کی سخاوت مخالفین کے یہاں بھی مسلمہ تھی منقول ہے کہ محقن ابن ابی محقن نے جب معاویہ ابن ابی سفیان سے آکر کہا کہ میں بخیل ترین خلائق سے ملکر تیرے پاس آیا ہوں تو معاویہ نے کہا تجھ پر سخت افسوس ہے کہ تو اُن کو بخیل کہتا ہے اگر اُن کو ایک گھر سونیکا اور ایک انجیر کا دیا جائے تو قبل اس کے کہ انجیر کا گھر ختم ہو سونیکا گھر اُن کے پاس ختم ہو جائے گا

(ارجح المطالب صفحہ ۱۶۹ وینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۸)

امام شعبی بوقت تذکرہ سخاوت حضرت علیؑ کہا کرتے تھے کہ تمام مخلوقات میں وہ سخی ترین شخص تھے اور للہیت کے ساتھ جود اور سخاوت کو محبوب رکھتے تھے کبھی سائل سے لفظ لا (نہیں) نہیں کہا خود اپنے ہاتھ سے مدینہ کے یہودیوں کے نخلستان سیراب کرتے تھے یہانتک کہ ہاتھوں میں آبلہ پڑ جاتے اُجرت جو کچھ ملتی وہ خیرات کر دیتے اور اپنے پیٹ پر بھوک روکنے کیلئے پتھر باندھ لیتے تھے (ارجح المطالب صفحہ ۱ وینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۸)

ایثار کی یہ کیفیت تھی کہ علامہ کفوی طبقات میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی ایک کافر سے لڑ رہے تھے دونوں طرف کے لوگ صف باندھے کھڑے تھے مسلمان تھوڑے سے تھے اور کفار بہت یعنی اُن کی جماعت دس ہزار کے قریب تھی ان میں سے ایک کافر نے کہا ذرا تلوار مجھ کو دیکھنے کو دیجئے حضرت علیؑ نے اپنی تلوار اُس کو دیدی۔ کافر نے تلوار لیکر کہا کہ آپ تلوار مجھکو دے چکے ہیں مجھ سے اب آپ کیونکر بچینگے حضرت علیؑ فرمانے لگے تم نے حاجتمندوں کیطرح سے میرے سامنے ہاتھ بڑھایا میری مروت اسکی متقاضی نہ ہوئی کہ میں سوال کرنیوالوں کا سوال رد کروں اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو یہ سنکر وہ مسلمان ہو گیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۶۰)

ابو بکر بن محمد فخر الاسلام مرندی مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو اُن لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو اپنا مال غلاموں کے مول لینے میں صرف کرتے ہیں اور

اپنے احسان سے آزاد لوگوں کو مول لیکر غلام نہیں بناتے (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۶)

انفاق فی سبیل اللہ کی یہ کیفیت تھی کہ حضرت علیؓ اگرچہ دولت دنیاوی سے متمتع نہ تھے مگر دل اسقدر غنی تھا کہ کوئی سائل یا اہل حاجت نظر آتا تو قوت لایموت بھی دیدیتے بروایت حضرت ابن عباسؓ مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ رات بھر باغ سینچکر تھوڑے سے جو مزدوری میں حاصل کئے صبح کے وقت گھر تشریف لائے تو ایک ثلث پسوا کر حریرہ پکوانیکا انتظام کیا۔ ابھی تیار ہی ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا بلند کی حضرت علیؓ نے سب اٹھا کر اُس کو دیدیا پھر بقیہ میں سے دوسرے ثلث کے پکنے کا انتظام کیا جب وہ پک کر تیار ہوا تو ایک مسکین یتیم نے دست سوال بڑھایا اُس کو بھی اٹھا کر دیدیا اسی طرح تیسرا حصہ پکنے کے بعد ایک مشرک قیدی کے نذر ہو گیا۔ حضرت علیؓ رات بھر کی مشقت کے باوجود دن بھر فاقہ سے رہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ایثار و انفاق کچھ ایسا بھایا کہ بطور ستائش اس کے متعلق خاص آیت نازل فرمائی۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا	اور کھانا کھلاتا ہے اپنی محبت سے مسکین اور یتیم اور اسیر کو

(ریاض النضرہ جلد ۲ باب ۴ فصل تاسع ذکر صدقہ صفحہ ۲۲۷ و مطالب السؤل صفحہ ۱۰ و خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۲)

اس آیت کا شان نزول مفسرین نے بروایت ابن عباسؓ جداگانہ بھی لکھا ہے یعنی حضرت حسینؑ کی علالت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و شیخین رضی اللہ عنہما کی عیادت حضرت علی و حضرت فاطمہ زہرا سے منت کے روزہ رکھنے کا حکم وغیرہ وغیرہ جس کا بیان جلد اول السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشتہ سیدنا ابی تراب بیان فضائل اہلبیت صفحہ ۱۳ میں لکھا جا چکا ہے

مولوی سید صدرالدین احمد موسوی روائح المصطفیٰ صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں۔

در روضۃ الاحباب گفتہ کہ بہ سبب اطعام سہ روز متواتر مسکین و یتیم و اسیر را آیت در حق حضرت مرتضیٰ نازل شدہ و در تفسیر فتح العزیز از واحدی و از دیگر تفاسیر آوردہ کہ ایں سورہ در حق حضرت	روضۃ الاحباب میں ہے کہ تین روز تک مسلسل مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانے کی وجہ سے یہ آیت حضرت علیؓ کے حق میں نازل ہوئی تفسیر فتح العزیز میں واحدی اور دیگر تفاسیر سے منقول ہے کہ یہ حضرت علی کے حق میں نازل

مرتضیٰؑ نازل گشتہ وقصہ آن بتفصیل تمام بیان نمودہ حکیم سنائی می گوید ؎ از پئے سائلی بیک دو رغیف سورۂ ہل اتیٰ وا تشریف وفی الکشاف وتفسیر الکبیر انہا نزلت فی علیؑ ابن ابی طالب وفی المعالم عن مجاھد و عطا عن ابن عباسؓ انہا نزلت فی علی ابن ابی طالب	ہوئی تفصیلاً اس کا قصہ بھی بیان ہوا ہے حکیم سنائی کے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ سائل کو ایک دو روٹی دیکر خلعت ہل اتیٰ سے مشرف ہوئے کشاف اور تفسیر کبیر میں ہو کہ یہ حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی اور معالم میں بروایت مجاہد و عطا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت مولانا فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں ؎

مسکین نانے از بہر خدا داد	خداوند جہانش ہل اتیٰ داد

خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں ؎

آں شنیدی کہ حیدر کرار	کافراں کشت قلعہا بکشاد
تا نداد آں سہ قرص نان جویں	ہفدہ آیت خداش نفرستاد

مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں ؎

نوح را عبداً شکورا گفت در اسرٰی	سعیکم مشکورا آمد سر ترا در ہل اتیٰ
با ملائک تر اندر تخافوں یاد کرد	باز درا نا نخافت حمد میگوید خدا

(مناقب مرتضوی صفحہ ۳۶)

مہمان نوازی

ارجح المطالب صفحہ ۱۷ میں بروایت ابن حجر مکی اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب سے منقول ہو کہ ایک روز حضرت علیؓ رونے لگے لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی آپ فرمانے لگے کہ سات روز ہو چکے ہیں کہ کوئی مہمان میرے یہاں نہیں آیا مجھے اس امر کا خوف ہو کہ خدا نے کہیں مجھکو حقیر نہ کر دیا ہو۔

کرم

علامہ فضائلی ابو اسحاق سبیعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کے اصحاب

میں چالیس سے زائد لوگوں سے پوچھا کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں کون بزرگ زیادہ ترضا جب کرم تھے سب نے حضرت علیؓ و حضرت زبیرؓ کا نام لیا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ و ارجح المطالب صفحہ ۱۷۱)

سلمان ساوُجی نے کیا خوب کہا ہے

اے برابر کردہ ایزد با خلیلؑ در وفا | آیۂ یوفون بالنذر است بر قولم گوا
بود با ایوبؑ ہمسر در گہ صبر و شکیب | گشتہ با جبرئیلؑ ہمرہ در رہ خوف و رجا
نوح را در شکر گر عبداً شکورا گفت | از برایت سعیکم مشکور اندر ہل اتیٰ

۲۔ معنوی

زہد

زہد کے معنی ہیں خواہشات نفسانی کو حقیر اور ذلیل سمجھکر اُس کے خلاف کرتے رہنا یہ صفت اپنی نوعیت میں بہت اعلیٰ ہے امام فخر الدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے عہد میں ایک گروہ صحابہ کا زہد و ورع میں مشہور تھا جیسے حضرات ابوذر غفاریؓ سلمانؓ فارسی۔ ابوالدرداؓ وغیرہ یہ سب ترک و تجرید میں حضرت علیؓ کے مقلد تھے قبیصہ کا قول ہے کہ ہم نے کسی کو حضرت علیؓ سے بڑھکر زاہد نہیں دیکھا حسین ابن صالح بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ بن عبد العزیز کہا کرتے کہ دنیا والوں میں سب سے بڑے زاہد حضرت علیؓ تھے (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۷ بروایت ابن عساکر و ابن اثیر)

سبط ابن الجوزی خواص الامہ صفحہ ۱۳۲ میں بہ اسناد احمد بن حنبل سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عبد العزیزؓ کا قول ہے کہ ہم اس امت میں آنحضرتؐ کے بعد حضرت علیؓ سے زاہد کسی کو زاہد نہیں پاتے نہ اُنھوں نے کبھی اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس رکھا (یعنی آپ نے مکان نہیں بنایا)

حضرت عمار ابن یاسر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ حضرت علیؓ سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی زینت سے مزین کیا کہ بندوں میں سے کسی کو اُس سے بہتر زینت نہیں دی گئی وہ زینت زہد فی الدنیا ہے جو خدا کے نیک بندوں کی زینت ہے اے علیؓ خدا نے تمہیں ایسے

ایسا بنایا ہے کہ تم کو دنیا سے اور دنیا کو تم سے کچھ نہ ملا تم کو مسکینوں کی محبت دی گئی اُن کی پیروی سے تم خوش کئے گئے اور وہ لوگ تمہاری امامت سے خوش رہیں گے (ریاض النضرہ للطبری بروایت حاکمی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ وارجح المطالب بروایت اسد الغابہ صفحہ ۱۴۰)

خود حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی جب لوگ دنیا کی طرف رغبت کریں گے اور آخرت کو چھوڑ دیں گے اور لوگوں کی میراث کھا جائیں گے اور دین کو خرابی میں ڈالیں گے اور خدا کا مال لوٹ لیں گے تو تمہارا کیا حال ہوگا میں نے عرض کیا کہ میں اُن کو چھوڑ دوں گا اور وہ جس بات کو اختیار کر لیں گے میں اُس کو ترک کر دوں گا اور اللہ اور اُس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو اختیار کر لوں گا اور دنیا کی مصیبتوں پر صبر کروں گا یہانتک کہ آپ سے ملوں آنحضرتؐ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو پھر آپ نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ اس کے ساتھ ایسا ہی کرنا (ریاض النضرہ بروایت حافظ ثقفی جلد ۲ صفحہ ۲۲۹)

علی ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے ابن النباح موذن نے کہا اے امیر المومنین آپنے بیت المال کو روپیہ اور اشرفی سے بھر دیا حضرت علیؓ ابن النباح پر ٹیک دیکر اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھے اور بیت المال میں تشریف لاکر جو کچھ موجود تھا سب تقسیم کر دیا اور فرمایا۔

یا صفراء یا بیضاء غرّی غیری — اے اشرفی اور روپیہ تو میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے

پھر آپنے پانی چھڑکوا کر بیت المال میں دو رکعت نماز پڑھی۔ مجمع تیمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو بیت المال میں جاتے ہوئے دیکھا اوس میں مال بھرا ہوا تھا آپنے فرمایا کہ میں اس کو یہاں نہیں دیکھنا چاہتا لوگوں کو اس کی ضرورت ہے پھر تقسیم کا حکم دیا بعد تقسیم وہیں صاف کرا کر اس امید پر نماز پڑھی کہ قیامت کے روز گواہی دے کہ میں نے مسلمانوں سے بچا کر اس مال کو بند نہیں رکھا (تذکرہ خواص الامہ بسبط ابن الجوزی صفحہ ۶۴ وریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ بروایت امام احمد و قلعی و صاحب الصفوۃ وغیرہ اس روایت میں مجمع تیمی نہیں وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۹ بروایت حضرت امام جعفر صادقؑ و مجمع فیہ تخریج ابو عبید و حلیۃ الاولیا لابی نعیم وابن عساکر و امام احمد و مسدد وغیرہ)

حضرت امام حسنؓ کا ارشاد ہے کہ حضرت علیؓ نے نہ کبھی مال جمع کیا اور نہ کچھ چھوڑا اور نہ مکان بنایا اگر وہ چاہتے تو مدینہ سے حواب تک عمارتیں بنوا دیتے (ارجح المطالب صفحہ ۴۴۱ بروایت ابن اثیر و اسد الغابہ و ابو نعیم)

مولوی شاہ معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفحہ ۲۰۳ میں لکھتے ہیں کہ دنیا کی چھوٹی نمائش اور اس کے چند روزہ عیش کو حضرت علی مرتضیٰؓ نے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا کوفہ تشریف لائے تو دارالامارت کے بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے اور فرمایا کہ عمر ابن الخطابؓ نے ہمیشہ ان عالیشان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا مجھے بھی اس کی حاجت نہیں میدان میرے لئے کافی ہے۔

حضرت علی نے شروع سے آخر تک زاہدانہ زندگی بسر کی پچیس چھبیس برس کی عمر تک آنحضرت کے ساتھ رہے ظاہر ہے کہ شہنشاہ اقلیم زہد و قناعت کے ساتھ عیش دنیاوی کا کہاں موقع میسر ہوگا حضرت فاطمہ کے ساتھ جب شادی ہوئی تو علیحدہ مکان میں رہنے لگے لیکن زہد کا اس سے اندازہ ہوگا کہ سیدہ جنت جو ساز و سامان اپنے میکے سے لائی تھیں اُس میں ایک چیز کا بھی اضافہ نہ ہوسکا چکی پیستے پیستے حضرت فاطمہ کے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے گھر میں اوڑھنے کی صرف ایک چادر تھی وہ بھی اس قدر مختصر کہ پاؤں چھپاتے تو سر برہنہ ہو جاتا اور سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتا۔ معاش کی یہ کیفیت تھی کہ ہفتوں گھر سے دھواں نہ اُٹھتا بھوک کی شدت ہوتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ ایک دفعہ شدت گرسنگی میں کاشانہ اقدس سے باہر نکلے کہ مزدوری کر کے کچھ حاصل کر لائیں۔ عوالی[1] مدینہ میں دیکھا کہ ایک ضعیفہ کچھ اینٹ پتھر جمع کر رہی ہے خیال ہوا کہ شاید اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے اُس کے پاس پہنچکر اجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے یہانتک کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ غرض اس محنت و مشقت کے بعد ایک مٹھی کھجور اُجرت میں ملی لیکن تنہا خوری کی عادت نہ تھی بجنسہ لئے ہوئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کیفیت سن کر نہایت شوق کے ساتھ کھانے میں ساتھ دیا (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۳۵)

در دولت پر نہ کوئی حاجب تھا نہ دربان نہ امیرانہ کر و فر نہ شاہانہ تزک و احتشام غرض عین

---

[1] مدینہ کے قرب و جوار کی آبادی کا نام عوالی تھا ۱۲

اس وقت جب کسریٰ کی شہنشاہی مسلمانوں کے لئے زر و جواہر اگل رہی تھی اسلام کا خلیفہ ایک معمولی غریب کی طرح زندگی بسر کرتا تھا اور داد و دہش کی بدولت کبھی فقر و فاقہ کی نوبت بھی آجاتی تھی ایک دفعہ ممبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "میری تلوار کا کون خریدار ہے خدا کی قسم اگر میرے پاس ایک تہ بند کی قیمت ہوتی تو اس کو فروخت نہ کرتا" ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا "امیر المومنین میں تہ بند کی قیمت قرض دیتا ہوں" (ازالۃ الخفا و استیعاب)

حضرت علی کی خانگی زندگی یعنی لباس و طعام وغیرہ کے کیفیات فضائل خارجی کے بعد ہم لکھینگے حکیم سنائی حدیقۃ الحقائق میں لکھتے ہیں ؎

سوار دین پسر عم پیمبر — شجاع شرع و صاحب حوض کوثر
زجودش ابر دریا پرتوے بود — بہ بخشش دہر کمتر از جوے بود
نہ ہرگز آرزوئے سیم و زر داشت — نہ ہرگز سوئے سیم و زر نظر داشت
چناں در راہ معنی سرخ رو بود — کہ سیم و زر ببخشش خاک کو بود
تو اے زر زرد گرد از ناامیدی — تو نیز اے سیم میکش ایں سپیدی
چو دنیا آتش و او شیر بودہ — ازیں معنی ز دنیا سیر بودہ
اگرچہ کم نشیند گرسنہ شیر — نخورد او نان دنیا یک شکم سیر
ازاں جستہ بدنیا فقر و فاقہ — کہ دنیا بود پیشش سہ طلاقہ

(مناقب مرتضوی تالیف محمد صالح کشفی صفحہ ۱۹۴)

تقوی

اس سے مراد شبہات سے اجتناب و احتراز ہے حضرت علی کو اس صفت کے ساتھ خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس آیہ وافی ہدایہ میں متقی بیان فرمایا۔

والذی جاء بالصدق وصدق بہ — اور وہ شخص جو آیا سچائی کے ساتھ اور اس نے
اولئک هم المتقون (پ ۲۳ زمر) — تصدیق کی وہ لوگ متقین میں سے ہیں۔

ارجح المطالب صفحہ ۱۵ میں ہے کہ جلال الدین سیوطی درمنثور میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے

ہیں کہ ابن عساکر نے بروایت مجاہد لکھا ہے کہ والذی جاء بالصدق سے آنحضرتؐ اور وصدق بہٖ سے حضرت علیؑ مراد ہیں بیہقی نے بھی بہ اسناد آنحضرتؐ سے روایت کی فرمایا کہ جو شخص حضرت آدمؑ کا علم اور نوح کا تقوی اور حضرت ابراہیم کی خلت اور حضرت موسیٰ کی ہیبت اور حضرت عیسیٰ کی عبادت دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو وہ علی ابن ابی طالبؑ کو دیکھے۔ اس حدیث کو حدیث تشبیہ کہتے ہیں اس کا تفصیلی بیان آئندہ آئیگا۔

دیلمی فردوس الاخبار میں اور ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں بروایت حضرت علیؑ و انس ابن مالکؓ و جابر ابن عبداللہؓ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی تم سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین و یعسوب المومنین ہو حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی سے مرحبا سید المسلمین و امام المتقین فرمایا حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا شب معراج میں مجھکو علی کے متعلق سید المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین ہونیکا الہام ہوا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ بادنی تغیر الفاظ) ان القاب کی تشریح جلد سوم کتاب السیرۃ العلویہ بذکر الآثار المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں ناظرین ملاحظہ کریں گے۔

تقویٰ کے متعلق حسب ذیل واقعات مروی ہیں۔ ابو عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ مال غنیمت میں حضرت ابو بکرؓ کے مثل عمل کرتے جب آپ کے پاس مال آتا سب تقسیم کر دیتے اور بیت المال میں کچھ نہ باقی رکھتے البتہ جس کی تقسیم کسی وجہ سے اُس روز نہ کر پاتے تو وہ رہ جاتا بیت المال سے اپنے لئے قبل تقسیم کچھ نہ نکالتے اور نہ اپنے کسی عزیز قریب کو خصوصیت سے کچھ دیتے۔ فرماتے کہ مجھکو تمہارے اموال غنیمت سے بجز ایک شیشہ کے کچھ نہ ملا یہ بھی ایک دہقان نے ہدیۃً بھیجا تھا بعد تقسیم مال غنیمت ارشاد فرمایا کہ بڑا کامیاب وہ شخص ہے جس کے پاس تھوڑی سی کھجور ہو اور وہ دن میں اوس میں سے ایک کھجور نکال کر کھا لیا کرے (ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۱۶)

ورع

اس سے مراد غیر مشتبہ چیزوں سے اجتناب ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں عید اضحیٰ

کے دن حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھکو حریرہ کھلایا میں نے عرض کیا ای امیر المومنین خدا آپ کو نیکی دے اگر آپ ہمارے لئے بطخ ذبح کراتے تو بہت اچھا ہوتا اللہ تعالےٰ نے آپ کو مال و متاع وافر عطا فرمایا ہے۔

حضرت علیؑ فرمانے لگے میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ خلیفہ کے لئے دو پیالوں سے زائد خدا کا مال لینا حلال نہیں ایک خود اُس کے اور اُس کے گھر والوں کیلئے اور دوسرا مہمان کیلئے (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۷۸ و تذکرہ خواص الامہ سبط ابن الجوزی صفحہ ۶۵ (اس روایت میں عبداللہ ابن زرین کا نام ہے) و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ (اس روایت میں عبداللہ بن زریرؓ کا نام ہے) و ارجح المطالب صفحہ ۱۵۶ و غیرہا من کتب المناقب و السیر و التاریخ و الحدیث)

ابی مطرف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو تہ بند باندھے اور ایک چادر اوڑھے دُرّہ ہاتھ میں لئے بازار میں پھرتے دیکھا ہے بالکل ایک دیہاتی معلوم ہوتے تھے کپڑا بیچنے والوں کے بازار میں جب تشریف لائے تو ایک دوکاندار سے فرمانے لگے کہ تین درہم کا ایک کرتہ ہم کو دیدو اُس نے آپ کو پہچان لیا آپ دوسرے دوکاندار کے پاس چلے گئے جب اُس نے بھی پہچان لیا تو وہاں سے بھی چلے گئے اور کچھ نہ مول لیا پھر ایک کمسن بچہ کی دوکان پر گئے اُس سے تین درہم کا کرتہ مول لیا۔ اسی اثنا میں اُس لڑکے کا باپ آگیا لڑکے نے باپ سے واقعہ بیان کیا وہ ایک درہم لیکر حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ قمیص کی قیمت دو درہم ہے آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے نے ہماری اور ہم نے اُس کی رضا حاصل کرلی لہذا درہم واپس ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ بروایت امام احمد فی المناقب و صاحب الصفوہ و خواص الامہ سبط ابن الجوزی صفحہ ۶۹)

تواضع

حضرت علیؑ کی دستار فضیلت کا سب سے خوشنما طرہ سادگی اور تواضع ہے آپ کو اپنے ہاتھ سے محنت و مزدوری کرنے میں کچھ عار نہ تھا۔ لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کو کبھی جوتا ٹانکتے کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے پاتے۔ مزاج میں سادگی اسقدر تھی کہ فرش خاک پر سو جاتے۔ ایکمرتبہ آنحضرتؐ آپ کو ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ آپ بے تکلفی سے زمین پر

سو رہے ہیں چادر پیٹھ سے نیچے سرک گئی ہے اور جسم گرد آلود ہو گیا ہے آنحضرت کو یہ سادگی بہت پسند آئی خود دست اقدس سے آپ کا بدن صاف کر کے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا اجلس یا ابا تراب حضرت علی کو یہ کنیت اتنی پسند تھی کہ جب کوئی اس سے مخاطب کرتا تو خوشی سے ہونٹوں پر تبسم کی لہر دوڑ جاتی (بخاری کتاب المناقب باب مناقب علی و خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۲)

زمانِ خلافت میں بھی یہ سادگی قائم رہی عموماً چھوٹی آستین اونچے دامن کا کرتہ اور معمولی کپڑے کا تہ بند باندھے بازار میں گشت فرماتے اگر کوئی تعظیماً ساتھ ہو لیتا تو منع فرماتے اور کہتے کہ اس میں والی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت ہے۔ (تاریخ طبری و خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۲)

زادان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی کو بازاروں میں اس حال میں دیکھا کہ آپ درّہ لئے ہوئے ٹہل رہے ہیں اور لوگوں کو درّہ سے ہٹاتے جاتے ہیں اور بھولے ہوؤں کو راستہ بتاتے ہیں اور بوجھ اٹھانے والوں کی مدد فرما رہے ہیں اور یہ آیت ورد زبان ہے کہ۔

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين — یہ آخرت کا گھر ہے اسکو ہم نے اُن لوگوں کیلئے بنایا ہے جو زمین میں غرور اور فساد نہیں کرتے اور ڈرنے والوں کا انجام بخیر ہے۔ صفحہ ۶۸

پھر فرماتے کہ یہ آیت صاحبانِ قدرت کے حق میں نازل ہوئی ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ و تذکرہ خواص الامہ سبط ابن الجوزی)

انکسار

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میں یہ صفت بھی بدرجہ اتم تھی محی السنہ بغوی اپنی معجم میں بروایت ابو صالح لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا آپ نے ایک درہم کی کھجوریں خرید فرمائیں اور کپڑے میں باندھ کر اٹھانے لگے لوگوں نے آپ سے عرض کیا اے امیر المومنین ہم اس کو اٹھا کر گھر تک پہنچا دیں آپ نے فرمایا کہ لڑکوں کا باپ ہی اس کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ و ارجح المطالب صفحہ ۱۵۰)

عفو عن المکافات

حضرت علی میں یہ وصف بھی کمال کے ساتھ موجود تھا۔ ابی مطر بصری سے مروی ہے کہ

ایکمرتبہ حضرت علی بازار سے گذر رہے تھے خرمہ فروش کی دوکان پر کچھ خریدنے کی غرض سے کھڑے ہوگئے اُس دوکان پر ایک لونڈی رو رہی تھی آپنے وجہ دریافت کی اُس نے بیان کیا میں اس دوکاندار سے ایک درہم کی کھجور لے گئی تھی میرے مالک نے اسے واپس کردیا اب اسکو واپس لینے سے انکار رہے ہیں اسواسطے روتی ہوں کہ میرا مالک اگر مجھ سے پوچھے گا تو میں اُس کو کیا جواب دوں گی حضرت علی نے اس دوکاندار سے فرمایا یہ جاریہ ہے اس کا اختیار ہی کیا یہ اپنے مالک کے لیئے لے گئی تھی اُس نے نہیں لیا مناسب ہے تم کھجور لیکر قیمت اُس کو واپس کردو دوکاندار آپ کو پہچانتا نہ تھا اُس نے سخت کلامی کی اور ہٹانا چاہا لوگوں نے اُس سے کہا تو نہیں جانتا یہ امیرالمومنین ہیں اُس نے یہ سُنکر کھجوریں اور درہم دونوں واپس کردیں اور آپ سے عذر و معذرت کرکے کہنے لگا کہ آپ مجھ سے خوش ہو جایئے حضرت علی نے فرمایا کہ میں تم سے خوش ہونگا اگر تم لوگوں کا پورا حق ادا کرتے رہوگے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ بروایت امام احمد فی المناقب)

ایک مرتبہ بحالت جہاد حضرت علی نے ایک شخص پر غلبہ حاصل کیا اُس نے آپکے روئے مبارک پر تھوک دیا آپ فوراً ہٹ آئے اُس نے اس کا سبب پوچھا فرمایا تمہارا قتل اب خالصاً للہ نہیں رہا مکافات ایذائے نفس اُس میں شامل ہوگئی یہ سن کر وہ مسلمان ہوگیا۔ اس واقعہ کو حضرت مولانا جلال الدین رومی نے دفتر اول مثنوی شریف میں یوں نظم فرمایا ہے ؎

او خدو انداخت بر روئے علی ۔۔۔ افتخار ہر نبی و ہر ولی
او خدو انداخت بر روئے کہ ماہ ۔۔۔ سجدہ آرد پیش او شام و پگاہ
در زماں انداخت شمشیر آں علی ۔۔۔ کرد او اندر غزایش کاہلی
گشت حیران آں مبارز زیں عمل ۔۔۔ از نمودن عفو و رحم بے محل
گفت بر من تیغ تیز افراشتی ۔۔۔ از چہ افگندی مرا بگذاشتی
اے علی کہ جملہ عقل و دیدۂ ۔۔۔ شمۂ واگو از آنچہ دیدۂ
راز بکشا اے علی مرتضیٰ ۔۔۔ اے پس سوء القضا حسن القضا

چوں تو بابی آں مدینہ علم را | چوں شعاعی آفتاب حلم را
کہ بفرما یا امیر المومنین | تا بجنبد جاں بہ تن ہمچو جنیں
در محل قہر این رحمت ز چیست | اژدہا را دست دادن کار کیست
گفت تیغے از پئے حق میزنم | بندہ حقم نہ مامور تنم
شیر حقم نیستم شیر ہوا | فعل من بر دین من باشد گوا

حلم

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حلیم و بردبار ایسے تھے کہ آنحضرتؐ کا مخصوص ارشاد ہے واعظمہم حلما یعنی از روئے حلم عظیم ترین شخص تھے (یہ حدیث حضرت فاطمہ کے نکاح کے موقعہ پر ارشاد ہوئی تھی جس میں سبقت اسلام کثرت علم وغیرہ کا بیان ہے بروایت معقل ابن یسار وغیرہ بیان ثبوت اعلمیت حضرت علی میں گذر چکی ہے)

محمد بن یوسف گنجی شافعی کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب میں لکھتے ہیں کہ معاویہ نے خالد بن یعمر سے پوچھا کہ علی تمہیں کس وجہ سے محبوب ہیں انھوں نے کہا تین وجہ سے (۱) غصہ کے وقت حلم اختیار کرنے سے (۲) گفتگو میں سچائی اختیار کرنے سے (۳) عدل سے حکم کرنے سے (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۲)

امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے اپنے غلام کو پکارا اُس نے کچھ جواب نہ دیا مکرر سہ کرر پکارا پھر بھی نہ بولا تب آپ نے ڈھونڈ کر دیکھا کہ وہ سو رہا ہے پھر آپ نے اُس سے پوچھا کیا تو نے میری آواز نہیں سنی اُس نے جواب دیا سنی تھی دریافت کیا کہ پھر جواب کیوں نہیں دیا کہنے لگا کہ آپ کی عقوبت سے بے خوف تھا اس لیے کاہلی کی آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۲)

حکیم سنائی لکھتے ہیں ؎

نائب کردگار حیدر بود | صاحب ذوالفقار حیدر بود
مہر و کینش دلیل منبر و دار | حلم و خشمش قسیم جنت و نار

(ینابیع المودۃ صفحہ ۹۴)

صبر

حضرت علی تنگی معاش پر بہت بڑے صابر تھے۔ خود آپ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے بدر کے

مال غنیمت میں سے ایک اونٹ عطا فرمایا تھا وہ ایک انصاری کے یہاں رہتا تھا میں اوس پر اذخر (گھانس) لادکر فروخت کرتا ایک مرتبہ حضرت حمزہ نے اوس کو ذبح کر کے کباب نوش فرمائے میں نے صبر کیا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۳)

ایک روز آپ نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ درد کرنے لگا رسول اللہ کے پاس لونڈی غلام آتے رہتے ہیں تم جاؤ رسول اللہ سے ایک خادم طلب کرو حضرت فاطمہ فرمانے لگیں کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں بھی آبلے پڑگئے ہیں چنانچہ وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں فرمایا کیسے آئیں بولیں سلام کرنے مگر سوال کرتے شرم آئی بغیر سوال کئے واپس گئیں حضرت علی نے پوچھا تم نے کیا کیا کہنے لگیں مجھکو آنحضرت سے سوال کرتے شرم معلوم ہوئی پھر دونوں ایک ساتھ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ درد کرنے لگا حضرت فاطمہ نے عرض کیا چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑگئے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس لونڈی غلام اور مال بھیجا ہے ایک خادم ہم کو بھی عطا فرما آنحضرت نے فرمایا یہ مجھ سے نہ ہوگا کہ میں تم کو تو دوں اور اہل صفہ کو فاقہ میں چھوڑ دوں میں ان لونڈی غلاموں کو فروخت کر کے اصحاب صفہ پر ان کی قیمت کو صرف کروں گا یہ سنکر دونوں واپس آئے پھر خود آنحضرت ان کے یہاں تشریف لے گئے حضرت علی اور حضرت فاطمہ چادر اوڑھکر سو چکے تھے چادر اس حیثیت کی تھی کہ اگر سر ڈھکا جاتا تو پاؤں کھلجاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ آنحضرت کے تشریف لانے سے دفعۃً دونوں اٹھنے لگے آنحضرت نے روک دیا اور فرمایا میں تم کو ایسی چیز بتلادوں جو اس چیز سے بہتر ہے جس کو تم مجھ سے مانگتے ہو دونوں نے کہا ہاں پھر فرمایا مجھکو حضرت جبرئیل نے چند کلمہ سکھائے ہیں تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح۔ دس بار تحمید۔ دس بار تکبیر کہہ لیا کرو اور سوتے وقت تسبیح ۳۳ بار تحمید ۳۳ بار تکبیر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔ حضرت علی کا ارشاد ہے کہ جب سے آنحضرت نے مجھکو یہ کلمات سکھائے اُس وقت سے میں نے ان کو نہیں چھوڑا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ شب صفین میں بھی کیا آپ نے

نہیں ترک کیا آپ نے کہا نہیں (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ بروایت امام احمد)

یہ حدیث تسبیح مختلف طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔ قریب قریب تمام محدثین نے اس کو روایت کیا سب سے اول و مشہور روایت امام بخاری کی ہے جو اپنی صحیح میں حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ کو خادمہ کے لئے آنحضرت ؐ کے پاس بھیجا تھا آنحضرت ؐ تشریف فرما نہ تھے وہ حضرت عائشہ سے ملکر واپس آئیں جب آنحضرت ؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ کی تشریف آوری بیان کی پھر آپ حضرت فاطمہ کے یہاں تشریف لائے اور آپ نے تسبیح تعلیم فرمائی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ بروایت بخاری)

ابو بشر دولابی صاحب الکنی بروایت حضرت ام سلمہ ؓ لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ ؑ نے آکر گھر کے کام کاج کی شکایت کی کہ میرے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں مجھے ایک خادمہ دیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رزق تمہارے مقسوم میں ہے وہ پہنچ رہیگا میں تم کو تسبیح تعلیم کرتا ہوں اس کا ورد رکھو خادم سے یہ زیادہ بہتر ہے۔

دولابی بروایت اسماء بنت عمیس لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ ایک روز آنحضرت ؐ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ میرے دونوں بیٹے حسن و حسین کہاں ہیں میں نے عرض کیا کہ وہ دونوں بھوکے تھے حضرت علی کہنے لگے کہ میں ان دونوں کو اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں یہاں تمہارے پاس رہیں گے تو روئیں گے ان کے بہلانے کے لئے تمہارے پاس کچھ موجود بھی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے وہ ان کو ایک یہودی کے یہاں لے گئے ہیں۔ آنحضرت ؐ یہ سن کر خود وہیں تشریف لے گئے دیکھا کہ دونوں صاحبزادے کھیل رہے ہیں اور سامنے کھجور کی گٹھلیاں رکھی ہیں آنحضرت ؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ قبل اس کے کہ دھوپ تیز ہو ان کو گھر واپس لے چلو حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے یہاں کچھ کھانے کو نہیں اگر آپ توقف فرمائیں تو میں گھر کے لئے تھوڑی سی کھجوریں جمع کر لوں آنحضرت ؐ بیٹھ گئے حضرت علی نے اوس یہودی کا حوض بھرنا شروع کیا فی ڈول ایک کھجور ملی۔ جب تھوڑی سی کھجوریں جمع ہو گئیں تو حضرت علی نے اُن کو اپنے تہبند کے کونے میں باندھ لیا

پھر آنحضرتؐ نے ایک صاحبزادے کو اپنی گود میں لیا اور دوسرے کو حضرت علی نے اور مکان واپس تشریف لائے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ بروایت دولابی در ذریت طاہرہ وصفحہ ۲۳۳ وارجح المطالب صفحہ ۱۲۸)

تحمل

مصائب پر صبر اور تکالیف کا تحمل جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کیا دوسرا کوئی شخص نہیں کر سکتا واقعات زندگی اس کے شاہد عادل ہیں۔ خود آپ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ جب ہمارے گھر آئیں تو ہمارے بچھانے کیلئے صرف مینڈھے کی ایک کھال تھی ضمرہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے گھر کا کام کاج اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے متعلق کیا تھا اور بیرونی انتظامات حضرت علی سے متعلق فرمائے تھے شدت تکلیف و محنت و مشقت میں خادم کی درخواست پر بارگاہ نبوت سے تحمل کی جو تعلیم فرمائی گئی اُن کا بجز آپ حضرات کے اور کون متحمل ہو سکتا تھا۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۱۴۱ میں لکھتے ہیں ؎

علی آمد دلیّ ہر مومن — اقتدا کن چو مومنان بولی

سرور انبیا چنیں فرمود — کہ علی از من است و من ز علی

عدل

حضرت علی مرتضیٰ کے عدل کی یہ کیفیت تھی کہ مال سب کو مساوی تقسیم فرماتے آنحضرتؐ کا ارشاد آپ کے حق میں ہے واقسمھم بالسویۃ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۱) سب سے زیادہ برابر کی تقسیم کرنے والے تفصیل کتب احادیث و مناقب میں موجود ہیں ملاحظہ ہو مطالب السئول صفحہ ۱۱۵)

امام شعبی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی آپ اُس کو قاضی شریح کے پاس لے گئے اور خود فرش کے کنارہ پر بیٹھ گئے فرمایا کہ اگر میرا مدعا علیہ مسلمان ہوتا تو میں بھی اُس کے برابر کھڑا ہوتا یہ کہکر آپ نے فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے یہودی نے اس سے انکار کیا۔ قاضی شریح نے گواہ طلب کئے آپ نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور قنبر کو پیش کیا مگر قاضی شریح نے نہ مانا اور دلیل طلب کی حضرت علی نے فرمایا کوئی دلیل نہیں قاضی شریح

نے یہودی کے موافق فیصلہ کردیا حضرت علی ساکت ہوگئے یہودی زرہ لیکر کچھ دور گیا تھا کہ پھر واپس آیا اور کہنے لگا میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ یہ انبیا کے احکام ہیں کہ امیرالمومنین ایسا شخص مجھکو قاضی کے سامنے لائے اور قاضی اُس پر قضا کا حکم جاری کرے میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ زرہ جنگ صفین میں حضرت علی سے گر پڑی تھی حضرت علی اُس یہودی کے مسلمان ہو جانے سے بہت خوش ہوئے وہ زرہ اُس کو بخشدی اور ایک گھوڑا اور عنایت کیا وہ یہودی حضرت علی کے ساتھ رہ کر جنگ نہروان میں شہید ہوا (مطالب السئول صفحہ ۱۰۲ وارجح المطالب صفحہ ۵۹ اِن دونوں روایتوں میں قلیل اختلاف ہے مطالب السئول میں شعبی کا نام نہیں) (ینابیع المودۃ صفحہ ۲۹ منقول از صواعق محرقہ)

حیا و شرم

حضرت علی مرتضیٰ میں حیا و شرم کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی یہانتک کہ خود آنحضرتؐ سے ضروری مسائل دریافت کرنے میں بھی حیا دامنگیر ہوتی تھی۔

صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ یہ دریافت کرنا تھا کہ خروج مذی سے غسل لازم آتا ہے یا نہیں آپ بوجہ قرابت و شرم و حیاء فطری خود بالمشافہ نہ دریافت فرماسکے بذریعہ حضرت مقداد ابن الاسود دریافت فرمایا آنحضرتؐ نے وضو کا حکم دیا (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ وارجح المطالب صفحہ ۱۵۹)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ غزوہ احد میں ابوسعد کافر سے مقابلہ ہوا ایک ہی حملہ میں وہ ایسا گرا کہ برہنہ ہوگیا حضرت علی شرم سے الگ کھڑے ہوگئے (خلفائے راشدین صفحہ ۲۱۲)

غیرت

حضرت علی کی غیرت کا یہ حال تھا کہ آپ نے کبھی کسی کا زیر بار احسان ہونا گوارا نہ کیا شدید بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھا۔ محنت و مزدوری کی کسی کے یہاں کھانے کے روادار نہ ہوئے احباب میں اکثر حضرات مالدار بھی تھے یہی حالت زمانہ خلافت میں بھی رہی۔ خانگی حالات سے یہ امور بخیر و خوبی واضح ہوں گے۔

قناعت

قناعت کی یہ کیفیت تھی کہ ہارون ابن عنزہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی سے قصر خورنق میں ملنے گیا جاڑوں کا زمانہ تھا حضرت علی ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے سردی کا کچھ اثر آپ کو محسوس ہو رہا تھا میں نے آپ سے عرض کیا اے امیرالمومنین اللہ تعالے نے آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کے لیئے بیت المال میں حق مقرر کر دیا ہے آپ اپنے نفس پر اسقدر تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں ارشاد ہوا کہ وہ سب میں تم لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہوں میں خود اس میں سے کچھ نہیں لیتا یہ وہی چادر ہے جس کو میں مدینہ سے اوڑھکر آیا تھا (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۳۵ و ینابیع المودۃ صفحہ ۲۱۹ و مطالب السئول صفحہ ۱۱۲)

خلوص

خلوص سے مراد عبودیت ہے حضرت علی مرتضیٰ کا ہر فعل خالصاً لوجہ اللہ ہوتا تھا۔ عبادات میں خلوص اور اُس کے واقعات فضائل کسبی میں ناظرین ملاحظہ کریں گے۔

حضرت علی کے اخلاص کی یہ کیفیت تھی کہ آنحضرتؐ لوگوں کو اس کی ہدایت فرماتے تھے کہ علی سے اخلاص سیکھو۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی مثنوی شریف میں لکھتے ہیں ؎

از علی آموز اخلاص عمل	شیر حق را دان منزہ از دغل
گفت پیغمبر علی را کاے علی	شیر حقی پہلوانے پر دلی
لیک بر شیری مکن ہم اعتمید	اندر آ در سایۂ نخل امید
تو تقرب جو بعقل و سر خویش	نے چو ایشاں بر کمال و بر خویش
یا علی از جملۂ طاعات راہ	بر گزیں تو سایۂ خاص الٰہ
تو برو از سایۂ عاقل گریز	تا رہی زاں دشمن پنہاں ستیز
از ہمہ طاعات اینکا لائق است	سبق یابی بر ہر آنکو سابق است

توکل

امام احمد و ابونعیم و دورقی و ضیاء مقدسی لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ایک وقت مجھ پر ایسا گذرا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھا ہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۹) اعمش کا قول ہے کہ حضرت علی صبح و شام یونہی گذار دیتے مدینہ شریف سے اُن کے پاس جو چیز آتی وہ نوش فرماتے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶)

صداقت

ابن ابی شیبہ و ابن ابی عاصم و عقیلی و نسائی و حاکم و ابونعیم بروایت عباد ابن عبداللہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی فرمایا کرتے کہ میں اللہ کا بندہ اور آنحضرتؐ کا بھائی اور صدیق[1] اکبر ہوں اس امر کو میرے سوا اور کوئی نہیں کہہ سکتا میں نے سب لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴)

سلمان فارسی و ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم صدیق اکبر ہو (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۲ بروایت طبرانی و دیلمی)

صدق کے متعلق تفصیلی بیان اوپر لکھا جا چکا ملاحظہ ہو "حضرت علی کا جامع مدارج فضل ہونا"

عصمت

امام احمد ابن حنبل مناقب میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی تم کو پانچ باتیں ایسی عطا ہوئیں جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں (۱) تم خدا کے سامنے مجھ پر تکیہ لگائے رہو گے جبتک کہ حساب سے فارغ نہ ہو (۲) دوسرے لواء الحمد جس کے نیچے آدم اور اولاد آدم ہوگی۔ تمہارے ہاتھ میں ہوگا

---

[1] احسن الانتخاب صفحہ ۲ سطر ۲ میں بسلسلہ القاب صدیق اکبر کا لفظ لکھنے پر جو لوگ معترض ہیں وہ یہ حدیث مطالعہ فرمائیں واضح رہے کہ معاذ اللہ منہا اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی صدیقیت کبریٰ پر کوئی حملہ نہیں مقصود ہے بلکہ وہ اپنی جگہ پر ہے اور یہ اپنی جگہ پر۔ ۱۲ منہ

(۳) حوض کوثر پر کھڑے ہوگے جس کو میری امت سے پہچانو گے اُس کو پلاؤ گے (۴) میرا ستر ڈھانپو گے اور مجھ کو خدا کے سپرد کرو گے (۵) تمہارے متعلق مجھکو اس بات کا مطلق خوف نہیں کہ پارسا ہونے کے بعد امر حرام کی طرف رجوع کرو گے یا ایمان کے بعد کفر کی طرف رجوع کرو گے

(ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ و ینابیع المودۃ صفحہ ۳۱۵ منقول از صواعق محرقہ)

آنحضرتؐ کے اس ارشاد سے حضرت علی کا محفوظ و معصوم عن الخطا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شیخ محمدؐ صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۹۷ میں لکھتے ہیں ؎

آں امام مبین ولی خدا — آفتاب وجود اہل صفا
آں امامے کہ قائمست بہ حق — در زمین و زماں وارض وسما
ذات او ہست واجب العصمت — او منزہ ز شرک وکفر وریا
عالم وحدتست مسکن او — او بروں از صفات ما فیہا
اوست جان حقیقت انساں — جملہ فانی شوند او برجا
جنبش او بود زحی قدیم — گردش او بود بملک بقا
ذات سبحانست باقی وبیچوں — واں صفاتش علی عالی را
نیست خالی صفات او از ذات — ہست محسوس او بذات خدا
او است آں گنج مخفی لاہوت — کہ حق او بحق شدہ پیدا
نقد آں گنج علم بے پایاں — نیست دیگر بجز علی اعلا
حکمت او جز او نداند کس — کو حکیم است و عالم اشیا
اول حق بود بلا اول — آخر حق بود بلا آخر لے
ناصر انبیا است او الحق — اولیا را ست دیدۂ بینا
او بحق حاضر است در کونین — بیقیں داں کہ دست بد ز حی
او بحق است و حق از وظاہر — او بحق است تجا و داں بہ لقا

لمعهٔ نور روی او کرده   آفتاب از ضیای خود شیدا
بود از نور او دل آدم   که شده تاج مظهر اسما
بی ولای علی بحق خدا   نه نهد در بهشت آدم پا
مطلع گشته است بر هر شی   آدم از علم آن امام بقا
سجده کردند مر ورا ملکوت   زانکه بد نور خالق یکتا
درره قدس عالم جبروت   انبیا را دلیل و راه نما
شیث در رحم دید نور علی   گشت ازاں نور را علم و اعلی
نوح از و یافت آنچه می طلبید   تا رسید او بمنزل علیا
کرد ذکرش خلیل در پله   شد برا و نار لاله حمرا
جمله نسرین و سنبل و گل شد   نار نمرود بر خلیل خدا
رو باد کرد بیشک اسمعیل   گشت قربان کیش خود بصفا
بسکه نالید پیش او یعقوب   بوی یوسف شنید و شد بینا
نور او دید موسی عمران   گشت واله دراں شب یلدا
از تجلی فتاده بد بیخود   گشت مستغرق وصال بقا
گفت یارب مرا نشانی ده   گفت دادم ترا ید بیضا
لطف او بود همدم مریم   گشت عیسی ازاں سبب پیدا
بود با جمله انبیا در سر   گشت با ذات مصطفی پیدا
سر او دید سرور کونین   در شب قرب در مقام دنی
از علی می شنید نطق علی   یعنی جز علی نبود آنجا
اول و آخر او بود در دین   ظاهر و باطن او بود بخدا
تا ندانی تو سر این معنی   نرسی در ولایت والا

او علی است و ابن عم رسول   او است والی و شوہر زہرا
رہبر داں طالبند او مطلوب   عارفاں صامت اند او گویا
خلق جہاں او بود عالم   غیر نادان و او بود دانا
علم جاوید شد بہ او روشن   کرد تحقیق رمز ما او حی
او ست مقصود کل موجودات   او ست واقف ز کنہائے خدا
ذرۂ نیست بے مشیت او   از ثریٰ تا بہ فوق تحت سرا
خاصۂ علم واحدیت او است   کردہ او قصر دین و شرع بنا
گر تو لا کنی بجسد رکن   تا برندت بجنت الماوٰی
روح اعظم بگرد مرقد او   دایما در طواف و ذکر و دعا
گفت احمد خود از سر تحقیق   بوتراب است شاہ ہر دو سرا
گر شود روشنت کہ والی او ست   یا من لے خواہ کم کنی غوغا
مومناں جملہ رو بہ او دارند   کہ امیر است و ہادی والا
ما ہمہ ذرہ ایم او خورشید   ما ہمہ قطرہ ایم او دریا
ما ہمہ مردہ ایم او زندہ   ما ہمہ پستی ایم او اعلیٰ
ما ہمہ غافلیم و او آگاہ   ما ہمہ فانی ایم او بہ بقا
شمس دین چونکہ صادقی در عشق   جان فدا کن برائے مولانا
تا شود جانت واصل جاناں   تا رسد قطرۂ سوئے دریا
بندۂ خاندان بجان می باش   گر بجواہی رسی بہ تحت ولا

فضائل جسمی مشتمل بر دو (۲) قسم ظاہری و باطنی

۱ــــ ظاہری

حُسن صورت

علامہ محب طبری ریاض النضرت میں حضرت علی کے متعلق لکھتے ہیں :۔

وکان رضی اللہ عنہ حسن الوجہ کانہ قمر لیلۃ البدر (جلد۲ صفحہ ۱۵۵)	حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت مثل چودھویں رات کے چاند کے تھے۔

ارجح المطالب صفحہ ۲۲۴ میں ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حُسن صورت میں حضرت علی تمام عرب میں مشہور تھے۔ ابن اثیر اسد الغابہ میں بروایت ابی الحجاج لکھتے ہیں :۔

رایت علیا یخطب وکان من احسن الناس وجھا	میں نے حضرت علی کو خُطبہ پڑھتے دیکھا آپ سب لوگوں میں بہت زیادہ خوبصورت تھے۔

اہل عرب حضرت علیؑ کو دیکھکر کہتے لا الٰہ الا اللہ ما اشرف ھٰذا الفتیٰ لا الٰہ الا اللہ ما اکرم ھٰذا الفتیٰ۔ لا الٰہ الا اللہ ما اشجع ھٰذا الفتیٰ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم)

حلیہ مبارک جلد اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تُراب میں گذر چکا۔

وجاہت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمعات میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ کو مرتبہ وجاہت حاصل تھا۔ یہ مرتبہ اس قدر عالی ہے کہ کلام اللہ میں انبیاء علیہم السلام میں سے صرف دو شخصوں کے حق میں وارد ہوا۔ اولاً حضرت موسیٰ کے لئے ارشاد ہوا کہ

وكان عند الله وجيها — موسیٰ خدا کے نزدیک باآبرو تھے

دوسرے حضرت عیسیٰ ع کے حق میں ارشاد ہے کہ

وجيهًا في الدنيا والاخرة ومن المقربين — باآبرو دنیا و آخرت میں مقربین سے ہیں

اس مرتبہ کے متعلق شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ یہ ایسا عالی مرتبہ ہے کہ علماء شیعہ و اہلسنت دونوں اس سے غافل ہیں (روض الازہر صفحہ ۳۸۲)

شرافت نسب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وہی شرافت نسبی حاصل تھی کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی۔ آنحضرت کے والد ماجد حضرت عبد اللہ تھے اور حضرت علی کے والد ماجد ابو طالب (عبد مناف) تھے اور یہ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ حضرت علی نجیب الطرفین ہاشمی اس وجہ سے تھے کہ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم تھیں اور والد ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم تھے۔

بنی ہاشم کا فضل و شرف احادیث سے ثابت ہے۔ سب سے زیادہ شرف یہ ہے کہ بوجہ اُن کی عزت و حرمت کے اُن کے لئے صدقات و زکوٰۃ کا مال حرام کیا گیا اور یہ تخصیص اُن کے موالی اور غلام کے ساتھ بھی کی گئی۔

بنی ہاشم کے چند فضائل

عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسمعيل واصطفى من ولد اسمعيل بني كنانة واصطفى من بني كنانة قريشا واصطفى من قريش بنوها شم اخرجه المسلم والترمذى وقال هذا حديث صحيح (ينابيع المودة صفحہ ۱۲ شرح الرد ى صفحہ ۱۰)

واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں اسمٰعیل کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسمٰعیل میں بنی کنانہ کو اور اولاد بنی کنانہ میں قریش کو اور اولاد قریش میں بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ اس حدیث کی تخریج امام مسلم اور ترمذی نے کی۔ ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ دیگر محدثین وغیرہ نے بھی اس حدیث کو اپنے مسانید و سنن وغیرہ میں لکھا ہے۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله — حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل فقال قلبت مشارق الارض و مغاربہا فلم ار رجلا افضل من محمد و لم ار ابن اب افضل من بنی ہاشم اخرجہ احمد فی المناقب و المخلص الذھبی و المحاملی وغیرھم (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۶ و ارجح المطالب صفحہ ۲۲۶ و شرح الروی صفحہ ۱۰۰)

نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے انھوں نے کہا میں نے مشرق اور مغرب کی زمین کو چھان مارا مگر میں نے محمد سے افضل کسی کو نہیں پایا اور نہ بنی ہاشم کی اولاد سے افضل کسی کی اولاد پائی۔ اس حدیث کی تخریج احمد نے مناقب میں اور مخلص ذہبی اور محاملی وغیرہ نے کی۔

بنی ہاشم کا سب سے اول جنت میں داخل ہونا

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر بنی ہاشم والذی بعثنی بالحق نبیا لو اخذت بحلقۃ الجنۃ ما بدأت الا بکم (شرح الروی صفحہ ۱۰۰ و ارجح المطالب صفحہ ۲۲۹ بروایت احمد ذہبی محاملی)

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ بنی ہاشم قسم اُس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا۔ اگر میں جنت کے دروازہ کی کنڈی پکڑوں گا تو میں تمہارے سوا اور کسی سے ابتدا نہ کروں گا

بنی ہاشم کی عیادت کا مسلمانوں پر فرض ہونا

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب للزبیر ما علمت ان عیادۃ بنی ہاشم فریضۃ و زیارتھم نافلۃ اخرجہ ابن السمان فی الموافقۃ (ارجح المطالب صفحہ ۲۲۹)

زید ابن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت زبیر سے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ بنی ہاشم کی عیادت فرض اور زیارت نفل ہے ابن السمان نے کتاب الموافقۃ میں اُس کی تخریج کی۔

بنی ہاشم کا بغض علامت نفاق و کفر ہونا

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بغض بنی ہاشم کفر و فی روایۃ بغض بنی ہاشم نفاق (شرح الروی صفحہ ۱۰۰)

عن طلحۃ بن مصرف قال کان یقال بغض بنی ہاشم نفاق اخرجہ ابو بکر بن یوسف (ارجح المطالب صفحہ ۲۲۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی ہاشم سے بغض کفر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بنی ہاشم سے بغض نفاق ہے۔

طلحہ ابن مصرف سے مروی ہے کہ عہد صحابہ میں کہا جاتا تھا کہ بنی ہاشم سے بغض نفاق ہے۔ ابوبکر ابن یوسف نے اس کی تخریج کی۔

فضائل بنی عبد المطلب

عن انس بن مالك ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال نحن بنی عبد المطلب سادۃ اهل الجنة انا وحمزۃ وجعفر وعلی والحسن والحسین والمهدی اخرجه ابن ماجة والدیلمی

انس بن مالک سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ بنی عبد المطلب سرداران اہل جنت سے ہیں میں اور حمزہ اور جعفر اور علی اور حسن اور حسین اور مہدی اس حدیث کی تخریج ابن ماجہ اور دیلمی نے کی۔

([illegible])

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم یا بنی عبد المطلب انی سالت لکم ثلثا ان یجعلکم جوداء نجباء رحماء۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی عبد المطلب میں نے تمہارے لئے خدا سے تین باتیں مانگی ہیں کہ تم کو سخی اور دلیر اور رحم دل بنا دے۔

وعنه قال قال رسول الله انی سالت الله ان یثبت قائمکم وان یهدی ضالکم وان یعلم جاهلکم (شرع الروی صفحہ ۱۱ وارجح المطالب صفحہ ۲۳)

اور انہیں سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ تم کو ثابت قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت کرے اور تم میں جو جاہل ہوں اُن کو عالم کر دے

شرف قرابت نبوی وفضائل بنی ہاشم میں اگرچہ حضرت عباس ابن عبد المطلب اور دیگر بنی ہاشم و بنی عبد المطلب بھی شریک ہیں لیکن حضرت علی کو جو قربت نسبی حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ شرف قرابت ونسب حضرت علی کا خاص طرۂ امتیاز تھا جس کے قائل حضرت ابوبکر صدیق تھے اور دیگر صحابہ بھی معترف تھے خود حضرت علی نے بھی اکثر مواقع پر اس کا اظہار فرمایا تھا۔ رئیس المفسرین حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ یہ آیۂ کریمہ

واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله من المومنین والمهاجرین۔

قرابت دار بعض سے بعض بہترین کتاب اللہ میں مومنین اور مہاجرین سے۔

عن ابن عباس قال ذلك علی لانه کان مؤمنا مهاجرا ذا رحم اخرجه ابن مردویه

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی ہیں کیونکہ وہ مومن مہاجر اور صاحب قرابت تھے ابن مردویہ نے اس کی تخریج کی (ارجح المطالب صفحہ ۲۳۵)

فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کی جدہ محترمہ فاطمہ بنت عمر ابن عائذ مخزومیہ تھیں ابن سعد نے طبقات میں رسول اللہ کے حال میں ایک خاص فصل اس طرح مقرر کی ہے کہ

ذکر الفواطم والعواتك اللاتی ولدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ — ذکر ان فاطمہ وعاتکہ نامی بیبیوں کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدات میں گذریں۔

اس سلسلۂ فواطم میں خاندان اہلبیت میں برابر تسلسل رہا حضرت امام حسن وحضرت امام حسین کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ہوئیں اور حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد اور ابوطالب کی والدہ فاطمہ بنت عمر ہوئیں یہ سلسلہ بعد میں بھی بیشتر جاری رہا ؎

این سلسلہ از طلائے ناب است — این خانہ تمام آفتاب است

قرابت وعترت وذریت واہلبیت کی مفصل تحقیق ومناقب وغیرہ حصہ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں بہ تحت بیان مباہلہ ہوچکی

شرف مصاہرت نبوی

اس شرف میں بھی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ افضل ہیں اس لئے کہ آل اطہار کا ظہور آپ ہی سے ہوا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مناقب والقاب احادیث میں بکثرت آئے جو مفصل انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بیان ہوں گے۔ یہاں مقصود صرف حضرت علی کا شرف مصاہرت ہے۔ اس شرف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر ارشاد بھی فرمایا ہے ؎

مہتر انبیاء وبہتر خلق — گفت درشان شاہ دیں پرور
کہ علیؑ گر نبی شدے مخلوق — خود نبی داشت فاطمہؑ ہمسر

(مناقب مرتضوی)

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اشھد قد بلغت ھذا اخی وابن عمی وصھری وابو ولدی اللھم کب من عاداہ فی النار اخرجہ ابن النجار والشیرازی

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوندا گواہ رہنا میں نے لوگوں کو اس امر سے مطلع کردیا ہے کہ یہ (علی) میرا بھائی میرے چچا کا بیٹا میرا داماد میری بچوں کا باپ ہے۔ خداوندا جو اس سے دشمنی رکھے اُسے

فی الالقاب عن ابی عمر - (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲)
وارجح المطالب صفحہ ۲۳۹)

عن ابی الحمراء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا علی اوتیت ثلثا لم یؤتی احد ولا انا اوتیت صہرا مثلی ولم اوت، انا مثلی و اوتیت صدیقۃ مثل ابنتی ولم اوت مثلھا واوتیت الحسن والحسین من صلبک ولم اوت من صلبی مثلھما ولکنکم منی وانا منکما اخرجہ الدیلمی و ابو سعد فی شرف النبوۃ و الامام علی ابن موسیٰ الرضا فی مسندہ ارجح

(الطالب صفحہ ۲۳۴ رپاض نضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۷)

عن عمر ابن الخطاب قد ذکر عندہ علی قال ذلک صہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل جبرئیل فقال ان اللہ یامرک ان تزوج ابنتک من علی - اخرجہ ابن السمان فی الموافقۃ واخرجہ الملا فی سیرتہ بروایۃ انس ابن مالک (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۴)

عن محمد بن سیرین فی قولہ تعالیٰ وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصہرا قال انھا نزلت فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ابن ابی طالب ھو ابن عم النبی وزوج فاطمۃ فکان نسبا وصہرا (کفایۃ الطالب وارجح المطالب صفحہ ۲۳)

ادندھا آگ میں گرا۔ ابن النجار نے اُس کی تخریج کی اور شیرازی نے القاب میں ابن عمر سے روایت کی

ابی الحمرا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تم کو تین باتیں ایسی حاصل ہوئیں کہ جو کسی کو حاصل نہیں ہوئی تھیں ایسا کہ مجھے نہیں حاصل ہوئی تھیں تم کو میرا ایسا خسر ملا مجھ کو نہیں ملا تمکو صدیقہ میری ایسی بیٹی ملی مجھے ویسی نہیں ملی تم کو تمہارے صلب سے حسن وحسین ملے اور مجھ کو میرے صلب سے ایسے نہیں ملے۔ درحقیقت تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اس حدیث کی تخریج دیلمی نے کی اور امام سعد نے شرف النبوۃ میں اور امام علی رضا نے اپنے مسند میں کی۔

مروی ہے کہ حضرت عمر کے پاس حضرت علی تشریف فرما تھے حضرت عمر نے حضرت علی کے متعلق فرمایا کہ یہ رسول اللہ کے داماد ہیں۔ حضرت جبرئیل نے نازل ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی لڑکی کی شادی علی سے کر دیں۔ ابن السمان نے کتاب الموافقت میں اس کی تخریج کی اور ملا نے سیرت میں بروایت حضرت انس ابن مالک اس کو لکھا۔

محمد ابن سیرین رضا اس آیت کے شان نزول میں جس کا ترجمہ یہ ہے (وہ ذات جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا۔ پھر نسب اور سسرال اس کے لئے بنائے) بیان کرتے ہیں کہ یہ آنحضرت اور حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی جو رسول اللہ کے ابن عم اور حضرت فاطمہ کے شوہر ہیں۔ حضرت علی کے دو رشتے

آنحضرت سے ہوئے ایک نسبی دوسرا سسرالی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح کا حال بہ عنوان "نکاح حضرت علی با حضرت فاطمہ حصۂ اول السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں لکھا جا چکا ہے

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست ۔۔۔ کہ تر کنی سر انگشت و صفحہ بشماری

سیاست

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فن سیاست میں بھی خاص طور سے کمال رکھتے تھے۔ مولانا شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵۰ میں لکھتے ہیں کہ

واما السیاسۃ فانہ کان خشنا فی ذات اللہ واحرق قوما بالنار وما اقول فی رجل یحبہ اہل الذمۃ علی تکذیبہم بالنبوۃ و تعظمہ الفلاسفۃ علی معاندتہم لاہل الملۃ و تصور ملوک الافرنج والروم صورتہ فی بیوت عباداتہا حاملا سیفہ مشمرا للحرب وتصور ملوک الترک والدیلم صورتہ علی اسیافہم وکانت صورتہ علی سیف عضد الدولۃ بن بویہ وسیف ابنہ رکن الدولۃ وکانت صورتہ علی سیف الپ ارسلان وابن ملکشاہ انہم یتبرکون و یتفألون بہا النصر و الظفر وما اقول فی رجل احب کل احد ان یتحیل ویتزین بالانتساب الیہ حتی الفتوۃ التی کانت صفۃ وملحات بالبیت المشہور المروی انہ

لیکن سیاست پس آپ خدا کی ذات میں سخت تھے۔ آپ نے ایک قوم کو آگ میں جلوایا ایسے شخص کے بارہ میں میں کیا کہوں کہ ذمی باوجود تکذیب نبوت آپ کو دوست رکھتے ہیں اور فلسفی باوجود مخالفت مذہب آپ کی عظمت کرتے ہیں۔ عیسائی اور رومی بادشاہوں نے آپ کی تصویر بنوا کر اپنے عبادت خانوں میں رکھی اس طرح پر کہ آپ تلوار اٹھائے ہوئے حرب کے لئے آمادہ ہیں اور شاہان ترک اور دیلم نے آپکی تصویر تلواروں میں بنوائی۔ چنانچہ عضد الدولہ بن بویہ اور اس کے بیٹے رکن الدولہ کی تلواروں میں آپکی تصویر تھی۔ الپ ارسلان اور اُن کے بیٹے ملکشاہ کی تلوار میں بھی آپکی تصویر تھی یہ لوگ اس سے برکت حاصل کرتے اور اسی سے فتح و ظفر کی فال لیتے اور میں ایسے شخص کے متعلق کیا کہوں جو ہر شخص کا محبوب ہو کہ لوگ اس سے انتساب کو باعث عظمت و زینت سمجھتے ہوں اس کی فتوت اس کی توصیف اور مدح ہی جو اس مشہور اور مروی شعر میں

سمعوا من السماء یوم احد لا سیف الا ذوالفقار ولا فتیٰ الا علی۔ ہے کہ لوگوں نے یوم احد آسمان (فرشتہ) سے سُنا تھا کہ ذوالفقار کی مثل تلوار نہیں اور نہ علی کا ایسا بہادر

عبداللہ ابن شریک عامری اپنے والد سے ناقل ہیں کہ حضرت علی سے لوگوں نے بیان کیا کہ یہاں مسجد کے دروازہ پر ایک گروہ ہے جو آپ کی نسبت یہ خیال کرتا ہے کہ آپ اُن کے خدا ہیں آپ نے اُن کو بُلوا کر تنبیہ فرمائی اور کہا تم یہ کیا کہہ رہے ہو ہلاک ہو جاؤ گے تمہارا ایسا میں بھی ایک بندہ ہوں جس طرح تم کھاتے پیتے ہو میں بھی کھاتا پیتا ہوں اگر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں گا تو اُس کے عوض میں وہ مجھ کو ثواب عطا فرمائیگا اور اگر گناہ کرونگا تو ڈرتا ہوں کہ وہ مجھ کو عذاب دیگا تم اللہ سے ڈرو اور اس سے باز آؤ۔ اُن لوگوں نے انکار کیا۔ آپ نے اُن کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ دوسرے روز وہ لوگ پھر آئے قنبر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج پھر وہ لوگ آئے ہیں اور وہی باتیں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اُن کو پھر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ اُنھوں نے آکر پھر وہی گفتگو کی۔ حضرت علی نے پھر اُن سے وہی فرمایا جو پہلے فرما چکے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ تم گمراہ اور فتنہ انگیز ہو۔ تیسرے روز پھر وہ لوگ آپ کے حضور میں لائے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے پھر وہی بات کہی تو میں تم کو نہایت بُری طرح سے قتل کرونگا اُنھوں نے پھر انکار کیا اور اپنی بات پر ثابت قدم رہے۔ آپ نے اُن کے لئے مسجد اور قصر کے درمیان گڈھا کھدوا کر آگ جلوائی اور فرمایا کہ تم اب بھی باز آجاؤ ورنہ میں تم کو اس گڈھے میں ڈلوا دوں گا۔ وہ لوگ اُسی ہٹ پر رہے۔ آپنے اُن کو اُسی گڈھے میں ڈلوا دیا۔ مخلص ذہبی بعد اس واقعہ کے لکھتے ہیں کہ وہ لوگ اس ارتداد کی وجہ سے خاص ایسی سزا پانے کے لئے اور طرح کے مجرموں میں سے مستثنیٰ سمجھے گئے تھے۔ اُن کا آگ میں ڈلوانا باوجودیکہ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت مروی ہے اس امر پر محمول تھا کہ شاید وہ اپنے ارتداد سے باز آجائیں یا اُن میں سے بعض اشخاص اپنے قول سے توبہ کر لیں۔

(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

مُلا علی قاری شرح شفا قاضی عیاض میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی کے غلام نصیر نے آپ سے کہا کہ آپ خدا ہیں آپ نے اُس کو آگ میں ڈلوا دیا وہ جلنے کی حالت میں کہنے لگا کہ اگر یہ خدا نہ ہوتے تو آگ کا عذاب مجھ پر وارد نہ کرتے (ارجح المطالب صفحہ ۱۷۲)

یہ سب امور اس بنا پر ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی یہ فرما دیا تھا کہ ایک قوم اے علی تمہارے ساتھ فرط محبت میں تباہ و برباد ہوگی اور دوسری قوم تفریط میں۔ آپکی تعزیری سزائیں نیز عبداللہ ابن سبا اور اُس کے متبعین کو جلاوطن کر دینا اور دیگر حالات حصۂ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں بالتفصیل لکھے جا چکے ہیں۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں ؎

اے ز ازل بحر بزرگی گہر — کز تو ابد را علم کبریا
گرد و جہاں خاک شود بر درت — نیست عجب مرد خرد مند را
زانکہ خداوند جہاں آنچناں — داد ترا عزت بے منتہا
عزت ذات تو اگر کلک فکر — نقش نگارد مثلاً بر سما
مہ شود آں نقش بانوار مہر — کائنہ گردد بجہان از ضیا
چرخ چو پیش نظرت آورد — زیں ہمہ تمکیں کہ بود مر ترا

آداب الحرب

جتنے مشاہد (بدر۔ احد۔ احزاب وغیرہ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بابرکات میں پیش آئے اُن میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شجاعت ذاتی اور فن پہلوانی کا اس طریقہ پر ظہور ہوا کہ جس کے سامنے سام و نریمان کی سلحشوری بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد خود حضرت علی کو تین واقعے پیش آئے۔ جمل۔ صفین۔ نہروان۔ ان تینوں میں آپ کے ذاتی جوہر جلادت (بہادری) کے ساتھ آپ کا فن سپہ سالاری اور آداب الحرب اور قواعد فوج کشی پورے طور پر ظاہر ہوئے جن سے علی وجہ الکمال بہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آپ اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ مقابل کی تعداد کثیر کو پسپا کر دیتے تھے۔ چنانچہ واقعۂ جمل کے متعلق علامہ یوسف گنجی شافعی کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں کہ۔

ذکر نقلۃ الاخبار و اصحاب التواریخ ان عدۃ — ناقلان اخبار و صاحبان تاریخ ذکر کرتے ہیں کہ اصحاب جمل

من قتل من اصحاب الجمل ستة عشر الفا وسبعمائة وتسعون رجلا وكان جملتهم ثلاثين الفا فاتى القتل على اكثر من نصفهم وان عدة من قتل من اصحاب على الف رجل

تیس ہزار تھے جن میں سے سولہ ہزار سات سو نوے قتل ہوئے اُن کے مقتولین کی تعداد نصف سے زیادہ تھی اور حضرت علی کی طرف بیس ہزار تھے جس میں سے صرف ایک ہزار قتل ہوئے

اور حرب صفین کے متعلق علامۂ موصوف لکھتے ہیں کہ

قال ابن خيثمة وفى اوائل سنة سبع وثلاثين صار معاوية من الشام وكان قد دعى لنفسه وعلى من العراق فالتقيا بصفين على شاطى الفرات فقتل من اصحاب على خمسة وعشرون الفا منهم عمار ابن ياسر وكان عدة عسكره تسعين الفا وقتل من اصحاب معاوية خمسة واربعون الفا وكان عدتهم مائة وعشرين الفا

ابن خیثمہ کا بیان ہے کہ ۳۷ھ میں معاویہ شام سے چلے اور وہ اپنے لئے خلافت کے مدعی تھے اور حضرت علی عراق سے روانہ ہوئے۔ فرات کے کنارے پر بمقام صفین دونوں سے مقابلہ ہوا۔ حضرت علی کے لشکر میں نوے ہزار آدمی تھے جن میں سے پچیس ہزار شہید ہوئے اُن میں عمار ابن یاسر بھی تھے اور معاویہ کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ جس میں سے پینتالیس ہزار قتل ہوئے۔

اور جنگ نہروان کے متعلق لکھتے ہیں کہ

فلم يبق منهم غير اربعة آلاف فزحفوا الى على فقال عليه السلام كفوا عنهم حتى يبدؤكم فتنادوا الرواح الى الجنة وحملوا الناس فافترقت خيل على على فرقتين حتى صاروا فى وسطهم ثم عطفوا عليهم من الميمنة والميسرة واستقبلت الرماة وجوههم بالنبل عطفت عليهم الرجالة بالسيوف والرماح فما كان باسرع من ان قتلوهم وكانوا اربعة آلاف فلم يفلت منهم الا سبعة انفس لا غير

خارجی سب یکجا ہو کر چار ہزار کی تعداد میں لڑنے آئے حضرت علی نے اپنے لشکر سے فرمایا تم ہٹے رہنا تاوقتیکہ وہ تمہارے سامنے نہ آئیں۔ چنانچہ وہ چلاتے ہوئے کہ راحت و آسائش جنت میں ہے حضرت علی کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے حضرت علی کے لشکر کی دو صفیں ہو گئیں۔ اس طرح پر کہ تمام خارجی اُن کے بیچ میں آ گئے پھر دونوں صفیں میمنہ اور میسرہ کی اُن پر لوٹ پڑیں۔ تیر انداز اُن کے سامنے تیر اندازی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور پیادے تلواروں اور نیزوں کے ساتھ اُن پر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ وہ چاروں ہزار

مارے گئے صرف سات آدمی اُن میں کے بچے

علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ

فما افلت منھم الا تسعۃ انفس فلم یقتل من اصحاب علی الا سبعۃ۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۶۷)

خارجیوں میں سے صرف نو آدمی باقی بچے اور حضرت علی کے لشکر میں سے صرف سات آدمی شہید ہوئے

قواعد فوج کشی و فن سپہ سالاری و آداب الحرب اس سے بہتر اور کیا ہو سکتے ہیں۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۰۷ میں لکھتے ہیں ؎

امیر لشکر دیں پیشوائے اہل یقیں | کہ ہادی رہ اسلام خواند رہبر او
چو وقت حملہ زند بانگ بر تگاور خویش | قدم بقبلۂ گردوں زند تگاور او
دلاوریکہ چو تیغ دو سر کشد ز نیام | شود دو نیم دل خصم در برابر او
بکوہ قاف چو خنجر کشد بروز مصاف | شود شگاف شگاف از نہیب خنجر او
امام صفدر غالب کہ بود دولت دیں | ہمیشہ در کنف رایت مظفر او

قوت بدنی

قوت بدنی آپ کی ضرب المثل تھی۔ جس کی یہ کیفیت تھی کہ آپ جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تو وہ سانس تک نہ لے سکتا۔ یہاں تک کہ باب خیبر آپ نے اکھاڑا بہت سے لوگ اُس کے اُلٹنے پلٹنے کے لئے مجتمع ہوئے مگر اُس کو نہ اُلٹا سکے۔ ابو رافع رضی مولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے جب حضرت علی کو علم دیکر خیبر کی فتح کے لئے روانہ فرمایا تو میں آپ کے ساتھ تھا جب آپ قلعہ کے قریب پہنچے اور مقاتلہ شروع ہوا۔ تو ایک یہودی نے قلعہ سے نکل کر آپ کے ہاتھ پر ایک ضرب دی کہ آپ کے ہاتھ سے سپر گر پڑی۔ آپ نے قلعہ کا دروازہ اُٹھا لیا اور سپر کا کام اُس سے لیتے رہے بعد فتح آپ نے اُسے ڈال دیا پھر ہم ستّرہ (۱۷) آدمیوں نے اُسے اُلٹنا چاہا نہ اُلٹ سکے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ بروایت امام احمد و مطالب السئول صفحہ ۱۳۷ و ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۱) مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۲۱ میں لکھتے ہیں ؎

کف کافی آں شاہ جوانمرداں یداللہ بود | وگرنہ کے تواند آدمی کندن در خیبر

دیگر

برآشفت ازاں شاہ عالی اثر　　در قلعہ را کند و کرد ش سپر

دیگر

شہی کہ تا بدو انگشت در ز خیبر کند　　برآمد از پئے اسلام صد ہزار انگشت

ابن ابی شیبہ بروایت جابر بن سمرہؓ لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے یوم خیبر دروازہ اٹھا لیا۔ یہانتک کہ مسلمانوں نے اس پر چڑھ کر قلعہ کو فتح کر لیا۔ پھر چالیس آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا مگر نہ اٹھا سکے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۹۸) شیخ علی متقیؒ کا قول ہے کہ یہ حسن ہے۔ علامہ محب طبریؒ ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ میں اس واقعہ کو حاکمؒ کی کتاب اربعین سے لے کر بروایت جابر ابن عبد اللہؓ لکھکر ایک ضعیف روایت یہ بھی لکھتے ہیں کہ ستر آدمیوں نے دروازہ کے اٹھانے کوشش کی مگر نہ اٹھا سکے۔ ارجح المطالب صفحہ ۲۲۶ میں تاریخ الخلفاء کے حوالہ سے یہ مرقوم ہے کہ حضرت علی نے دروازہ کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا تھا۔ یہ روایت اُن روایات کے مقابلہ میں صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم)

صفین جاتے وقت راستہ میں آپ نے ایک بہت بھاری پتھر جس کو کُدال سے متعدد آدمیوں کی متفقہ کوشش بھی جنبش نہ دے سکی تنہا اکھاڑ کر پھینک دیا (ملاحظہ ہو مبادیات صفین احسن الانتخاب)

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ باوجودیکہ اکثر صائم الدہر رہتے کھانا بھی پیٹ بھر کر بہت کم میسر آتا اگر کبھی ملتا بھی تو سوکھی روٹی نوش فرماتے اس پر بھی قوت کا یہ حال تھا کہ بقول ابن ابی قتیبہ کوئی پہلوان آپ سے کشتی میں سر بر نہیں ہوا۔ حضرت علی کی تلوار کی کاٹ کے متعلق صاحب حیوۃ الحیوان درۃ الغواص سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی ضرب ایک وار میں پوری کاٹ والی تھی اگر سر پر پڑتی تو کمر تک تسمہ نہ باقی رکھتی اور اگر کندھے پر پڑتی تو دوسرے کندھے تک صاف کر دیتی (ارجح المطالب صفحہ ۱۷۵) مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۴۱ میں لکھتے ہیں ؎

بہر سو کہ دلدل برانگیختے　　بسے سر ز فتراکش آویختے

زدے بر سر ہر کہ شمشیر کیں　　دو نیم اوفتادے بروئے زمیں

ز خون سیہ زور گاران شام　　زمین و زماں ساختے لعل فام

زبانِ سنانش باہل ستم | بگفتم پیامِ اجل وبہدم
بہرسو کہ تیرش نمودے عبور | چوخوں دررگِ خصم کردے خطور

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی قوت مظہر قوت خدا تھی اور موہبت الٰہی اور معجزۂ حضرت رسالت پناہی کی واضح دلیل۔ آپ کا خود ارشاد ہے کہ

ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسمانیۃ لکن بقوۃ رحمانیۃ (ارجح المطالب صفحہ ۲۲۸) | میں نے دروازۂ قلعہ خیبر قوت جسمانی سے نہیں اکھاڑا بلکہ قوت رحمانی سے

تعداد مقتولین

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے دست مبارک سے جن لوگوں کو قتل کیا اس کی صحیح تعداد کا تو خدا کو علم ہے۔ صرف لیلۃ الہریر میں چارسو آدمی آپنے اپنے ہاتھ سے قتل کئے۔ اس اعتبار سے تعداد بہت زائد ہوگی۔ اس کی تصریح صحت کے ساتھ کہیں نہیں ملتی۔ صرف خاوندشاہ تاریخ روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے بحالت نزع اپنے صاحبزادوں کو جہاں اور وصیتیں فرمائی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرا مدفن کسی کو نہ بتانا اس لئے کہ میں نے دس ہزار بہادران کفار و دلیران اسلام کو جن کا قتل کرنا ضروری تھا اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے ان کے اعقاب سے مجھ کو اس کا خوف ہے کہ کہیں وہ میرے بعد میری قبر نہ کھود ڈالیں۔ اس کے علاوہ بنی امیہ کو میرے ساتھ بہت زیادہ دشمنی ہے (ارجح المطالب صفحہ ۲۳۳)

کیفیت مقاتلہ اعداء

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کے محاسن اخلاق میں سے ایک خُلق دشمنوں کی مدافعت و مبارزت تھا۔ فیض ربانی نے اس خُلق کو حضرت علی کے سوابق اسلامیہ میں صرف کیا اور آخرت میں اس سے عجیب نتیجہ پیدا ہوا یہ آیت ھٰذان خصمان اختصموا فی ربھم (ان دونوں فریق نے اپنے رب کے بارے میں باہم مخاصمت کی) ان کے اور ان کے رفقا کی شان میں نازل ہوئی

امام بخاری نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں گا جو قیامت کے دن خدا کے سامنے خصوصیت کے لئے بیٹھوں گا۔ قیس کا قول ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل

ہوئی جنھوں نے بدر کے روز باہم مبارزت کی یعنی حضرت حمزہ۔ حضرت علی۔ حضرت عبیدہ ابن الحارث اور شیبہ ابن ربیعہ۔ عتبہ۔ ولید ابن عتبہ (جلد ۳ ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۳۱۳ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶) حضرت علی مرتضیٰ کا اعداء سے مقابلہ کرنا بیان سابق سے نیز غزوات و محاربات سے احسن الانتخاب میں بخوبی واضح ہو چکا۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی میں حکیم سنائی کے اشعار حدیقہ سے لے کر لکھتے ہیں صفحہ ۳۴

اے سنائی بقوت ایماں — مدح حیدر بگوئے از دل و جان
آں نبی را وصی و ہم داماد — چشم پیغمبر از جمالش شاد
مرتضیٰ را کہ کردہ یزدانش — ہمرہ جان مصطفےٰ جانش
ہر دو یک قبلہ و خرد شاں دو — ہر دو یک روح کالبد شاں دو
دو روندہ چو اختر گردوں — دو برابر چو موسےٰ و ہاروں
نائب مصطفےٰ بروز غدیر — کردہ بر شرع مر او را امیر
اے خوارج اگر در نیت شکی است — کفر و دیں نزد تو ز جہل یکی است

۲ ــــــ باطنی

شجاعت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اس قدر مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ واقعات شجاعت اس قدر حد تواتر کو پہنچ چکے ہیں کہ کسی میں اُس کے انکار کی قدرت نہیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب مشاہد میں آپ نے شجاعت کے اعلیٰ جوہر دکھائے اسلام میں سب سے اول غزوۂ بدر پیش آیا اس غزوہ میں حضرت حمزہ اور آپ (حضرت علی) پیش پیش تھے اس جنگ میں آپ نے تجربہ کار جنگ آزما بہادروں کے دوش بدوش داد شجاعت دی۔ حالانکہ اُس وقت آپ کا عنفوان شباب تھا۔ جنگ جب شروع ہوئی تو آپ کا مقابلہ ولید سے ہوا۔ آپ نے ایک وار میں

اُس کا کام تمام کر دیا۔ غزوۂ احد میں کفار کا علم طلحہ ابن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ اُس نے مبارز طلب کیا آپ اُس کے مقابلہ میں آئے اور آتے ہی سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرور ہو کر تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کے نعرے لگائے۔ غزوۂ خندق میں آپ تمام صحابہ سے پیش پیش رہے۔ عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبد وُدّ نے جب مبارز طلب کیا تو آپ نے آنحضرت سے میدان میں جانے کی اجازت چاہی۔ آنحضرت نے آپ کو اپنی تلوار عنایت فرمائی اور سر پر عمامہ باندھا اور دعا فرمائی کہ "خداوندا تو اس مقابلہ میں ان کا مددگار ہو" اس کے بعد باہم تیغ آزمائی شروع ہوئی اور عمرو بن عبد وُدّ تیغ حیدری کا شکار ہوا۔ غزوۂ خیبر بھی آپ کی اظہار شجاعت کا مخصوص میدان ہے اس غزوہ میں آنحضرت نے فرمایا تھا کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا اور اُس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور خدا اور اُس کا رسول اُس کو محبوب رکھتے ہیں۔ پھر آنحضرت نے حضرت علی کو علم عنایت فرمایا۔ مرحب تلوار ہلاتا اور رجز پڑھتا ہوا جب مقابلہ میں آیا تو آپ بھی رجز خواں ہو کر آگے بڑھے اور مرحب کے سر پر ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ سر پھٹ گیا۔ غزوات نبوی میں غزوۂ ہوازن بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جس میں تمام قبائل عرب کی متحدہ طاقت مسلمانوں کے خلاف امنڈ آئی تھی لیکن اس غزوہ میں بھی حضرت علی ہر موقع پر ممتاز رہے۔ رسول اللہ نے جن اکابر صحابہ کو علم عنایت فرمائے اُن میں حضرت علی بھی شامل تھے اُس کے بعد جنگ شروع ہوئی اور کفار نے دفعتہً تیروں کا مینہ برسایا مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے صرف چند ممتاز صحابہ آنحضرتؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے جن میں ایک حضرت علی بھی تھے۔ عہد نبوت کے بعد خود آپ کے زمانہ میں جو معرکے پیش آئے اُن میں بھی حضرت علی کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا حضرت علی خود بھی جنگ صفین میں لڑے تھے حضرت ابن عباس کہنے لگے میں نے اُن کے مثل کسی کو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتے نہیں دیکھا میں اُن کو دیکھا کرتا تھا کہ لڑائی میں ننگے سر نکلا کرتے ایک ہاتھ میں عمامہ ہوتا اور دوسرے ہاتھ میں تلوار (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ و خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۴)

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۳۵ میں لکھتے ہیں ؎

مورخ کہ تاریخ عالم نہاد / ز اخبار صفین چنین کرد یاد
کہ چوں گشت نومید جیش عراق / ز ارشاد اصحاب ظلم و شقاق
صباحی کہ خورشید عالی مکاں / برافراخت اعلام نصرت نشاں
علم کرد تیغ ظفر انتقام / بہ رزم سپاہ سیہ روز شام
امیر نجف شاہِ ملک عرب / علی قریشی بنام و نسب
بہ بست از نطاق کرامت کمر / بیاراست از تاج تائید سر
برافراخت رایات دشمن شکن / ز درع توکل بپوشید تن
سپر کرد از حفظ پروردگار / بزد دست بر قبضۂ ذوالفقار
در آورد پائے ظفر در رکاب / در آمد بشبدیز گردوں رکاب
پئے نصرتش جملہ جیش عراق / کہ بودند عاری ز عیب نفاق
بصحرائے صفین کشیدند صف / گرفتہ ہمہ گرز و خنجر بکف
درفش درخشاں برافراشتند / ازاں پس بمیداں کیں تاختند
سناں تیز کردہ بہ میداں مصاف / کشیدند تیغ جدل از غلاف
سہیل ستوراں برآمد بلند / تزلزل در ارکان عالم فگند

مستطرف میں ہے کہ مصعب ابن زبیر کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ لڑائیوں میں اس قدر ہوشیار تھے اور ایسی گھاتیں جانتے تھے کہ کوئی اُن پر چوٹ نہ لگا سکتا تھا آپ کی زرہ صرف سامنے کی جانب ہوتی تھی پشت کی طرف بالکل کھلا ہوا رہتا تھا. لوگوں نے عرض کیا کہ کیا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ آپ کا کوئی دشمن پشت کی طرف سے حملہ کر دے. آپ نے فرمایا اگر میں دشمن کو پشت کی طرف سے آنے دوں تو مجھ کو خدا باقی نہ رکھے یعنی اتنا بدحواس ہو جاؤں کہ دشمن پشت پر سے آکر حملہ کر دے اور مجھکو خبر نہ ہو

خزانۃ الادب میں ہے کہ عدی ابن حاتم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو اثنائے گفتگو میں کہنے لگے یا رسول اللہ ہم لوگوں میں ایک بہت بڑا شاعر ایک بہت بڑا سخی، ایک بہت

بڑا شہسوار گذرا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اُن کے نام بیان کرو اُنھوں نے کہا کہ ہم اشعر الناس امرء القیس بن حجر اور اسخی الناس حاتم بن سعد طائی (عدی کے والد) اور شہسوار عمرو ابن معدیکرب تھے آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں بلکہ یوں کہو اشعر الناس عرب میں خنساء بنت عمرو اور اسخی الناس محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اشجع علی ابن ابیطالب ہیں۔

علامہ ابن ابی قیتبہ لکھتے ہیں کہ جب جنگ صفین میں طوالت شروع ہوئی تو ایک مرتبہ حضرت علی نے معاویہ ابن ابی سفیان کو مقابلہ کے لئے طلب کیا کہ معاملہ جلد طے ہو جائے۔ عمرو ابن العاص نے معاویہ سے کہا کہ حضرت علیؑ نے انصاف کی بات تو کہی ہے۔ معاویہ نے جواب دیا اے ابن العاص تم مجھ کو ابوالحسن (حضرت علی) کے مقابلہ میں جانے کے لئے کہتے ہو۔ حالانکہ تم خود جانتے ہو کہ وہ بہت بڑے بہادر اور ٹھوکنے والے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میرے بعد تم امیر بننا چاہتے ہو (ارجح المطالب صفحہ ۱۷۷)

سختی و دلیری

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ آپ کے محاسن اخلاق سے یہ بھی تھا کہ آپ نہایت سخت و دلیر تھے۔ کسی کی پروا نہیں کرتے تھے اور لوگوں کی خاطر مدارات کے لئے اپنی خواہش سے باز نہ آتے تھے۔ فیض ربانی نے انہیں اخلاق سے نہی عن المنکر اور بیت المال میں حفاظت کا کام لیا۔ (ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۱۳ و خلفائے راشدین صفحہ ۳۲)

وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال اشتکی الناس علیاً یوماً فقام رسول اللہ فینا خطیباً فسمعتہ یقول ایھا الناس لا تشکوا علیاً فواللہ انہ لاخشن فی ذات اللہ عز وجل او قال فی سبیل اللہ اخرجہ احمد (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۱ بروایت امام احمد و حاکم و ابونعیم والضیا و ترجمہ ازالۃ الخفا وغیرہ)

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ لوگوں نے آنحضرت سے حضرت علی کی شکایت کی تو آنحضرت ہم لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا ای لوگو تم علی کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ خدا کی ذات میں یا خدا کی راہ میں بہت سخت ہے اس حدیث کی تخریج امام احمدؒ نے کی۔

عن کعب ابن عجرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

کعب ابن عجرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم ان علیا لمخشوشن فی ذات اللہ عزوجل اخرجہ ابو عمر نے فرمایا کہ علی خداوند تعالیٰ کی ذات میں بہت سخت ہیں

سیرت ابن اسحاق میں یزید ابن طلحہ ابن یزید ابن رکانہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی یمن سے روانہ ہوئے تو آپ نے فوج میں سے ایک شخص کو افسر مقرر فرمایا اور خود پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے آپ کے تشریف لے جانے کے بعد اُس شخص نے توشہ خانہ سے فوج کے ہر شخص کیلئے کپڑے نکال دیئے۔ جب فوج مکہ معظمہ کے قریب پہنچی تو حضرت علی اُن سے ملنے تشریف لائے۔ لوگوں کو توشہ خانہ کے کپڑے پہنے دیکھکر پوچھا کہ یہ کپڑے کہاں سے آئے۔ افسر فوج کہنے لگا کہ میں نے اُن کو کپڑے اس لئے پہنائے ہیں تاکہ مکہ میں لوگ ان سے عزت کے ساتھ ملیں۔ حضرت علی نے افسوس فرماکر ارشاد کیا کہ آنحضرت سے ملنے کے قبل یہ کپڑے اُتروا کر واپس لے لو۔ تعمیل حکم کی اور سب کپڑے لے کر توشہ خانہ میں داخل کر دیئے۔ فوج کے لوگوں نے اس کی شکایت آنحضرت سے کی۔ آنحضرت نے فرمایا اے لوگو علی کی شکایت نہ کرو وہ خدا کی راہ اور اُس کی ذات میں سخت ہے[1] (ارجح المطالب صفحہ ۴۷۶)

اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ کا خدا کی ذات میں دیوانہ ہونا بھی ثابت ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ

عن کعب بن عجرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا علیا فانہ ممسوس فی ذات اللہ اخرجہ الطبرانی وابو نعیم فی الحلیۃ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲)

کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی پر سب نہ کرو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے طبرانی اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اس کی تخریج کی۔

[1] ان احادیث کے الفاظ اس طرح ہیں مخشوشن فی ذات اللہ یا انہ لاخشن فی ذات اللہ یا انہ لاخیشن فی ذات اللہ۔ اس کا مصدر خشونت ہے۔ جس کا ماضی خشن اور افعل التفضیل اخشن اور اخیشن ہے۔ مخشوشن یخشوشن سے اسم فاعل ہے جس کے معنی سخت ہونے کے ہیں۔ جار اللہ زمخشری اساس البلاغۃ میں لکھتے ہیں یہ امر کہ فلاں اخشن فی دینہ یعنی فلاں شخص اپنے دین میں خشونت والا ہے۔ یہ اُس وقت کہا جاتا ہے۔ جب کہ وہ دین میں نہایت تشدد کرنے والا ہو۔ اس لئے اُس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ امور دین میں نہایت سخت اور مضبوط ہے۔ یہاں پر تصغیر کا صیغہ تعظیم کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ علامہ محب طبری ریاض النضرۃ میں اخشن کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یخشن کے مثل ہے۔ جوہری کا قول ہے۔ کہا جاتا ہے خشن بالضم اور اخشوشن مبالغہ کے لئے یعنی خشونت میں سختی کے ساتھ (جلد ۲ باب رابع فصل تاسع بیان فضائل صفحہ ۲۲۵ وارجح المطالب صفحہ ۴۷۶)

عن ابی هریرة وزید بن خالد قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا تسبوا علیاً فانہ ممسوس[1] فی ذات الله اخرجہ الدیلمی (ارجح المطالب صفحہ ۴۷۷)	ابوہریرہ وزید بن خالد سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا علی پر سب مت کرو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے۔ اس حدیث کی تخریج دیلمی نے کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ارشادات سے یہ امر واضح فرما دیا کہ حضرت علی خدا کے معاملہ میں کسی کی پروا نہیں کرتے۔ حقانیت اس درجہ ساری و طاری ہوگئی جس طرح ہر اُس شخص کا فعل جس پر جن یا پری کا سایہ ہو جایا کرتا ہے اُسی جن یا پری کا فعل سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت علی کا بھی ہر فعل بے اختیارانہ سمجھا جاسکتا ہے۔ جس میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں باقی رہتی۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۱۴۸ میں لکھتے ہیں ؎

از ازل داریم در دل ما ہوائے مرتضیٰ — توتیائے دیدۂ جاں خاکپائے مرتضیٰ
ای خوشا جانیکہ در راہ وفایش گشت خاک — صد جہاں گر جاں بود سازم فدائے مرتضیٰ
مژدۂ عمر ابد باد ابراں کز صدق دل — ساخت جان خود فدا اندر وفائے مرتضیٰ
دوستی مرتضیٰ بگزیں بجاں ای شیخ شہر — کس ولی ہرگز نگشتہ بے ولائے مرتضیٰ
صد ہزاراں ورد اگر خوانی ندارد ہیچ سود — اے خدا جو ساز ورد خود ثنائے مرتضیٰ
ماورائے رائے او ہر کس کہ جوید منکرہ است — باش منکرہ ہر کہ باشد ماورائے مرتضیٰ
ہاں گدائے باب علم احمدی شو از خرد — زانکہ بر شاہاں شرف دارد گدائے مرتضیٰ
گر نباید باورت سوئے گدائے او بہ بیں — کز دو عالم ساختش فارغ عطائے مرتضیٰ
ز ابتلائے دنیئ دوں پاک دل شو پس بگو — اے کہ میگوئی دل من مبتلائے مرتضیٰ
بغض و کینہ را ز دل بیگانہ کن ای یار من — گر تو میخواہی کہ گردی آشنائے مرتضیٰ
بود قوت پاکش از نور تجلیٰ حضور — نان جو بودہ بظاہر گر غذائے مرتضیٰ

[1] ممسوس مجنون وفی الاساس ممسوس الذی مس بہ من الجن یعنی ممسوس کے معنی مجنون کے ہیں اور علامہ جار اللہ زمخشری اساس البلاغۃ میں لکھتے ہیں کہ ممسوس وہ شخص ہے جس کو کہ پری کا سایہ ہوگیا ہو۔ ۱۲

تو غذائے خویشتن کردی ہمہ حقد و حسد   وانگہے گوئی نخواہم جز رضائے مرتضیٰ

جنت فردوس مشتاق لقائے او بود

آنکہ چوں کشفی است مشتاق لقائے مرتضیٰ

طہارت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طہارت ذاتی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کے اور رسول اللہ کے سوا اور کوئی شخص بحالت جنابت مسجد میں نہ آسکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشہر القاب طیب و طاہر ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپکے وجود باجود کو مجسم طہارت خلق فرمایا تھا ویسا ہی آنحضرت نے حضرت علی کو اپنے اہلبیت میں شامل فرماکر طہارت سے مشرف فرمایا جیسا کہ حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آیت تطہیر مخصوص آنحضرت و حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین کے حق میں نازل ہوئی (اس حدیث کی تخریج امام احمد و طبرانی و ابن جریر نے کی۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے بعض نے اس کو صحیح مانا ہے آیت تطہیر کے متعلق معہ طرق مردویہ وغیرہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں تحت بیان اہلبیت اس کا بیان ہوچکا)

یا خود حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ حقیقتاً ہم اہلبیت سے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی برائیوں کو دور فرما دیا ہے یا حضرت امام حسنؑ نے اپنے زمان خلافت میں خطبہ میں فرمایا تھا کہ

نحن حزب المفلحون وعترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاقربون واھل بیتہ الطاھرون الطیبون واحد الثقلین الذین خلفھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والثانی کتاب اللہ رابح المطالب صفحہ ۱۴۳ منقول از	ہم فلاح پانے والوں کا گروہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قریب ترین عترت اور اُن کے اہلبیت ہیں طیب و طاہر ہیں اور ایک اُن دو ثقلین میں سے ہیں جن کو آنحضرت نے اپنے بعد چھوڑا ہے اور دوسری چیز کتاب اللہ ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت جنابت مسجد میں آنے کی اجازت عطا فرمائی تھی جو آپ کے کمال طہارت کی بیّن دلیل ہے۔ اس کے متعلق احادیث حسب ذیل ہیں۔

(۱) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی لا یحل لاحد	(۱) ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی کسی ایک پر حلال نہیں کہ وہ اس مسجد میں بحالت

آن یجنب فی ھٰذا المسجد غیری وغیرك اخرجه البزار وقال علی بن المنذر قلت لضرار بن صرد ما معنی ھٰذا الحدیث قال لا یحل لاحد یستطرقه جنبا غیری وغیرك اخرجه الترمذی[۱] (ریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۹ بروایت ابویعلی وعقیلی)

جنابت داخل ہو سوائے میرے اور تمہارے اس حدیث کی تخریج بزار نے کی۔ علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا کہ اس حدیث کے کیا معنی ہیں اُنھوں نے کہا کسی ایک پر حلال نہیں کہ بحالت جنابت سوائے میرے اور تمہارے رہنا چاہیے ترمذی نے اس کی تخریج کی۔

(۲) عن ام سلمة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا ینبغی لاحد ان یجنب فی ھٰذا المسجد الا انا وعلی رواہ الطبرانی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۹)

(۲) حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایک پر یہ مناسب نہیں کہ بحالت جنابت سوائے میرے اور علی کے اس مسجد میں داخل ہو، طبرانی نے اس کو روایت کیا

(۳) عن ابن عباس سد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابواب المسجد غیر باب علی وکان یدخل المسجد وھو جنب وھو طریقه ولیس له طریق غیرہ اخرجه احمد والنسائی (ارجح المطالب صفحہ ۴۱۸)

(۳) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تمام صحابہ کے دروازے بند کرا دیئے بجز حضرت علی کے کہ وہ مسجد میں بحالت جنابت داخل ہوا کرتے وہی ان کا راستہ تھا اور کوئی راستہ علاوہ اسکے نہ تھا امام احمد اور نسائی نے اسکی تخریج کی[۲]

(۴) عن مطلب بن عبد الله بن حنطب ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یاذن لاحد ان یمر فی المسجد

(۴) مطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے مروی ہے کہ آنحضرت نے بحالت جنابت کسی کو مسجد سے ہو کر گزرنے کی اجازت نہیں

---

[۱] ینابیع المودة صفحہ ۸۷ میں بعد روایت ترمذی کے لکھا ہے۔ ہذا حدیث حسن غریب یعنی یہ حدیث حسن غریب ہے۔ سبط ابن الجوزی رح تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں عطیہ راوی ہیں اور عطیہ خود ضعیف ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ عطیہ عوفی نے ابن عباس اور دیگر صحابہ سے حدیث سُنی اور یہ ثقہ تھے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ مسجد میں جانا حلال نہیں مگر طاہر کے لئے حائض اور جنب کے لئے نہیں۔ تو امام شافعی کے نزدیک جنب کے لئے مسجد سے عبور مباح ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک بوجہ نص صریح تاوقتیکہ غسل نہ کرے مباح نہیں۔ انھوں نے اس حدیث کو اس امر پر محمول کیا کہ یہ حضرت علی کیلئے مخصوص تھا جیسا کہ آنحضرت کے لئے اور خصائص مخصوص ہیں۔ ۱۲ منہ

[۲] احادیث متعلق بہ سد ابواب و سد خوخہ کی تفصیلی بحث حصہ اول کتاب السیرة العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ و سومہ بہ احسن الانتخاب میں گذر چکی ۱۲ منہ

وهو جنب إلا لعلي لأن بيته كان في المسجد

أخرجه إسمعيل القاضي في أحكام القرآن (ارجح المطالب ص۲۱۸)

(۵) عن أم المؤمنين أم سلمة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا إن مسجدي هذا حرام على كل حائض من النساء وجنب من الرجال إلا على محمد وأهل بيته علي وفاطمة والحسن

(٦) عن أبي هريرة قال قال عمر بن الخطاب لقد أعطي علي ثلث خصال لأن يكون لي واحدة منهن أحب إلي من أن أعطى حمر النعم فسئل ما هي قال تزوجه ابنته فاطمة وإسكانه المسجد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يحل له ما لا يحل لغيره والراية يوم خيبر أخرجه أحمد وأبو يعلى والحاكم في المستدرك (ارجح المطالب ص۴۱۹)

(۷) عن جابر بن عبد الله قال جاءنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن مضطجعون في المسجد وفي يده عسيب رطب قال أترقدون في المسجد وقد أجفلنا وأجفل علي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعال يا علي إنه يحل لك في المسجد ما يحل لي ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا النبوة والذي نفسي بيده إنك لذائد عن حوضي يوم القيامة تذود عنه رجالا كما يذاد

دی سوائے حضرت علی کے کہ اُن کا گھر مسجد میں تھا۔ قاضی اسمٰعیل نے کتاب احکام القرآن میں اُس کی تخریج کی۔

(۵) حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ میری مسجد ہر حائض عورت اور جنب مرد پر حرام ہے مگر مجھ پر اور میرے اہلبیت پر جو علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں اس حدیث کی تخریج طبرانی نے معجم کبیر میں کی۔

(۶) ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے حضرت علی کو تین باتیں ایسی حاصل ہوئیں اگر ان میں سے ایک بھی مجھ کو مل جاتی تو وہ مجھ کو سُرخ اونٹ سے زائد محبوب ہوتی۔ پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں، فرمایا (۱) آنحضرت کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے ساتھ نکاح (۲) بحالت جنابت مسجد نبوی کی آمد و رفت۔ (۳) بروز خیبر عطائے علم۔ امام احمد و ابو یعلیٰ و حاکم نے مستدرک میں اس کی تخریج کی۔

(۷) جابر ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں لیٹے ہوئے سونے کے قریب تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم اونگھ رہے ہو یہ سن کر ہم لوگ اُٹھ کر جلدی سے آنے لگے حضرت علی بھی ساتھ تھے۔ آنحضرت نے فرمایا اے علی ادھر آؤ تم کو بھی مسجد میں وہی جائز ہے جو مجھ کو جائز ہے کیا تم اس امر پر راضی نہیں کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو جیسا کہ ہارون کا مرتبہ موسیٰ کے ساتھ تھا بجز نبوت کے۔ قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری

بعير الضال عن الماء بعصاء لاث من عوسج
كاني انظر الى مكانك عن حوضي اخرجه
الخوارزمي في المناقب - (ارجح المطالب صفحه ۲۱۹
وينابيع المودة صفحه ۸۸)

جان ہے تم قیامت کے روز میرے حوض سے لوگوں کو اس
طرح ہانک دو گے جس طرح بھٹکا ہوا اونٹ پانی سے ہانک
دیا جاتا ہے۔ عوسج کا عصا تمہارے ہاتھ میں ہوگا۔ گویا اس وقت
میں حوض پر تمہاری جگہ دیکھ رہا ہوں۔ خوارزمی نے مناقب میں
اس کی تخریج کی۔

(۸) عن عثمان بن عبد الله القرشي من حديث
طويل قال خطب علي يوم بويع فيه عثمان
فقال فيها انا شدكم الله هل تعلمون معشر
المهاجرين والانصار ان احدا كان يدخل
المسجد غيري جنبا قالوا اللهم لا اخرجه ابن
عساكر - (ارجح المطالب صفحه ۲۱۹)

(۸) عثمان ابن عبداللہ قرشی ایک حدیث طویل میں ذکر کرتے
ہیں کہ جس روز حضرت عثمان سے لوگوں نے بیعت کی تو
حضرت علی نے خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا اے گروہ مہاجرین
و انصار میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میرے سوا
کسی ایسے شخص کو بتا سکتے ہو جو میرے سوا حالت جنابت میں
مسجد میں داخل ہوا کرتا ہو سب نے کہا خدا گواہ ہے آپ کے
سوا کوئی نہیں۔

(۹) عن جابر بن سمرة قال امرنا بسد الابواب
المسجد كلها غير باب علي فربما مر فيه وهو
جنب اخرجه الطبراني في الكبير
(ارجح المطالب صفحه ۴۲۰)

(۹) جابر ابن سمرہ سے مروی ہے کہ ہم کو مسجد کے تمام دروازوں
کے بند کرنے کا حکم ہوا تھا سوائے حضرت علی کے دروازہ کے
کہ وہ وہاں سے بحالت جنابت گذرا کرتے تھے۔ طبرانی نے
معجم کبیر میں اس کی تخریج کی۔

(۱۰) عن ابي رافع ان النبي صلى الله عليه وسلم
خطب ان الله عز وجل امر موسى وهارون
ان يتبوا لقومهما بيوتا وامرهما ان لا يبيت
في مسجدهما جنب ولا يقربوا فيه النساء الا
هارون وذريته ولا يحل لاحد ان يقرب

(۱۰) ابو رافع سے مروی ہے کہ آنحضرت نے خطبہ میں ارشاد فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے لئے گھر
بناؤ اور حکم دیا کہ مسجد میں جنب نہ رہے اور نہ عورتوں سے قربت
کرے سوائے ہارون اور اس کی ذریت کے اور کسی کو حلال
نہیں کہ مسجد میں رہے اور قربت کرے اسی طرح سوائے علی و

النساء فی مسجدی ھذا ولا یبیت فیہ الا علی وذریتہ (علیہم السلام) اس کی ذریت کے اور کسی کو مسجد میں رہنا اور قربت کرنا حلال نہیں

اخرجہ ابن عساکر والسیوطی فی الدر المنثور ابن عساکر نے اور سیوطی نے درمنثور میں اس کی تخریج کی۔

اِن احادیث سے حضرت علی مرتضیٰؑ کی فضیلت وخصوصیت ومعیت اعلیٰ درجہ پر ثابت ہوتی ہے۔ کوئی فضل و شرف اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۱۵۸ میں لکھتے ہیں ؎

ای بودہ ز مرفوع تو از نہ فلک ارفع — وے پردہ ز روے تو ضیا شمع مشعشع

ماہ عرب و شاہ عجم مفخر عالم — سلطان سراپردۂ ایوان طمع

شاہنشہ دیں شیر خدا ہمسر زہرا — نفس نبی اللہ سر و سرور مجمع

ہم اعظم و ہم اعلم و ہم افضل و اکمل — ہم مہتر و ہم بہتر و ہم اورع و اشجع

ہست او لسبر شرع و ولی عہد پیمبر — روشن کن ایں دائرۂ سطح مربع

از بعد نبی غیر علی کیست کہ اورا — گویند بحق میر امم شاہ مشفع

فرمان دہ اقلیم سلونی کہ بمعنی — گنجینۂ آدم شدہ مجموعۂ یوشع

مواخات

اس کے معنی بھائی بنانے کے ہیں اس لئے مواخات دلیل مساوات ہے۔ نفس مواخات حضرت علی کے افضل ہونے کی اعلیٰ ترین دلیل ہے۔ چونکہ منصب نبوت میں مساوات محال ہے۔ اس لئے اس سے صرف مراد مساوات فی العمل سمجھی جائے گی اور مساوات فی العمل منتج کثرت ثواب ہے اور کثرت ثواب دلیل افضلیت لہٰذا اب ذیل میں ہم حدیث مواخات کو معہ تمام طرق مرویہ کے لکھکر ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

(۱) عن ابن عمر قال آخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ فجاء علی تدمع عیناہ فقال یا رسول اللہ آخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی وبین احد فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت اخی فی الدنیا والاخرۃ اخرجہ

(۱) عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں مواخات کرائی۔ حضرت علی نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے صحابہ میں مواخات کرائی مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ ترمذی نے اس حدیث

الترمذی وقال غریب والبغوی فی المصابیح فی الحسان (ریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ بروایت حاکم)

کی تخریج کی اور کہا غریب ہے اور بغوی نے مصابیح میں احادیث حسان میں لکھا۔ ارجح المطالب صفحہ ۴۲۳ میں یہ حدیث بروایت دار قطنی مرقوم ہے

(۲) وعنه قال آخی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بین اصحابه حتی بقی علیؑ وکان رجلا شجاعا ماضیا علی امره اذا اراد شیئا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اما ترضی ان اکون اخاك قال بلی یا رسول اللہ رضیت قال انت اخی فی الدنیا والآخرة اخرجه الخلعی (ریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

(۲) اور انہیں سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں مواخات کرائی تو حضرت علی باقی رہ گئے اور وہ مرد شجاع تھے جب کسی چیز کا ارادہ کرتے اُس کے کر گذرنے والے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کیا تم راضی ہو کہ میں تمہارا بھائی بنوں اُنھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہاں تب آنحضرت نے فرمایا کہ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو خلعی نے اس کی تخریج کی۔ استیعاب میں بھی یہ روایت ہے

(۳) عن زید ابن ابی اوفی قال لما آخا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بین اصحابه فقال علی یا رسول اللہ آخیت بین اصحابك ولم تواخ بینی وبین احد فقال والذی بعثنی بالحق نبیا ما اخرتك الا لنفسی فانت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی وانت اخی ووارثی وانت معی فی قصری فی الجنة مع ابنتی فاطمة وانت اخی ورفیقی ثم تلا اخوانا علی سرر متقابلین المتحابون فی اللہ ینظر بعضهم الی بعض اخرجه احمد فی مسنده بسنده فی المناقب والمتقی فی کنز العمال

(۳) زید ابن ابی اوفی سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں مواخات کرائی تو حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب میں مواخات کرائی اور مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا آنحضرت نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق پر نبی بنا کر مبعوث کیا میں نے تم کو اپنے لئے چھوڑا تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے البتہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا تم میرے بھائی اور وارث ہو اور تم میرے ساتھ جنت کے قصر میں ہو گے میری بیٹی فاطمہ بھی ہوگی تم میرے بھائی اور دوست ہو پھر یہ آیت پڑھی بھائی آمنے سامنے تختوں پر ہوں گے اور ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے ہوں گے بعض بعض کو محبت سے دیکھیں گے امام احمد نے

(ینابیع المودۃ صفحہ ۵۶ وارجح المطالب صفحہ ۲۲۳)

مسند ومناقب میں بسند اس کی تخریج کی اور متقی نے کنز العمال میں روایت کی۔

(۴) عن زید بن ارقم قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی مواخ بینکم کما اخی اللہ بین الملائکۃ ثم قال لعلی انت اخی ورفیقی اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ (ارجح المطالب صفحہ ۲۲۴)

(۴) زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ میں آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوا آپ فرما رہے تھے کہ میں تم میں مواخات قائم کرانے والا ہوں جس طرح اللہ نے ملائکہ میں مواخات کرائی، پھر حضرت علی سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور رفیق ہو۔ ابوبکر ابن مردویہ نے اس کی تخریج کی

(۵) عبد اللہ ابن احمد فی زیادات المسند بسندہ عن سعید ابن المسیب قال اخا بین اصحابہ فی مکۃ فاخا بین ابی بکر و عمر وقال لعلی انت اخی (ینابیع المودۃ صفحہ ۵۶ وارجح المطالب صفحہ ۲۲۳)

(۵) عبد اللہ ابن احمد زیادات مسند میں سندوں کے ساتھ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ واقعہ مواخات مابین اصحاب مکہ میں ہوا حضرت ابوبکر و حضرت عمر میں مواخات کرائی گئی اور حضرت علی سے ارشاد ہوا کہ تم میرے بھائی ہو

(۶) عن ابی رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انت اخی وانا اخوک اخرجہ الطبرانی (ارجح المطالب صفحہ ۲۲۳ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۰ بروایت ابن عساکر)

۶ ابورافع کہتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو میں تمہارا بھائی ہوں۔

(۷) احمد فی المناقب والمسند بسندہ وابن مردویہ عن حذیفۃ ابن الیمان قال اخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین المہاجرین والانصار وکان یواخی بین الرجل ونظیرہ ثم اخذ بید علی فقال ہذا اخی۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۵۵ وارجح المطالب صفحہ ۲۲۴)

(۷) امام احمد مسند ومناقب میں سندوں کے ساتھ اور ابن مردویہ حذیفہ ابن الیمان سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے مابین مہاجرین و انصار مواخات قائم کرائی ہر ایک صحابی کو اسی سے مثل اوصاف میں ایک دوسرے کا بھائی بنایا پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے۔

(۸) عن ابن عباس قال لما اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ من المہاجرین والانصار وہو انہ صلی اللہ علیہ وسلم اخی بین ابوبکر و عمر واخی

(۸) ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آنحضرت نے اصحاب مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کرائی تو آپ نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو بھائی بنایا اسی طرح حضرت عثمان ابن عفان و

بین عثمان ابن عفان وعبدالرحمن ابن عوف و اخی بین طلحۃ والزبیر واخی بین ابی ذر الغفاری و المقداد ولم یواخ بین علی و بین احد منہم وقال لہ اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ ، انتہی مختصراً اخرجہ الطبرانی والسیوطی والمتقی ۔

(ارجح المطالب صفحہ ۲۲۴)

(۹) وعن انس قال لما کان یوم المباہلۃ آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المہاجرین والانصار وعلی واقف ولم یواخ بینہ وبین احد فانصرف علی باکی العین فافتقدہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما فعل ابوالحسن قالوا انصرف باکی العین قال یا بلال اذہب فائتنی بہ فمضی بلال الی علی وعلی قد دخل منزلہ باکی العین فقالت فاطمۃ ما یبکیک قال یا فاطمۃ آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ المہاجرین والانصار ولم یواخ بینی وبین احد قالت لا یحزنک اللہ لعلہ انما اخرک لنفسہ فقال بلال یا علی اجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ ما یبکیک یا ابا الحسن فقال اخیت بین المہاجرین وبین الانصار لم تواخ بینی وبین احد قال انما اخرتک لنفسی اخرجہ ابو الحسن فقیہ ابن المغازلی (ارجح المطالب صفحہ ۴۲۵)

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت ابوذر غفاری اور حضرت مقداد میں مواخات کرائی اور حضرت علی کو کسی کا بھائی نہیں بنایا تو فرمایا کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ میرے لئے بمنزلہ ہارون کے ہو جو موسیٰ کے لئے تھے۔ (یہ حدیث مختصراً نقل کی گئی) طبرانی اور سیوطی اور متقی نے اس کی تخریج کی

(۹) انس ابن مالک سے مروی ہے کہ جب مباہلہ کا دن آیا اور آنحضرت نے مہاجرین و انصار میں مواخات کرائی علی بھی موجود تھے ان کو کسی کا بھائی نہیں بنایا یہ غمگین ہو کر گھر چلے آئے۔ آنحضرت نے جب ان کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ ابوالحسن کیا کر رہے ہیں لوگوں نے عرض کیا وہ غمگین ہو کر چلے گئے آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ ان کو لے آؤ. بلال حضرت علی کو لینے کے لئے آئے حضرت علی اندر گھر میں غمگین داخل ہوئے حضرت فاطمہ نے پوچھا کہ غمگین کیوں ہو انھوں نے کہا اے فاطمہ آنحضرت نے مہاجرین و انصار میں مواخات کرائی مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا اللہ تم کو غمگین نہیں کریگا ممکن ہے کہ آنحضرت نے تم کو اپنے لئے رکھ لیا ہو اتنے میں بلال نے آکر کہا کہ آنحضرت بلاتے ہیں۔ حضرت علی آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوئے آنحضرت نے فرمایا اے ابوالحسن تم کیوں غمگین ہوئے انھوں نے عرض کیا کہ آپنے مہاجرین و انصار میں مواخات کرائی مجھکو کسی کا بھائی نہیں بنایا فرمایا کہ میں نے تم کو اپنے

لئے دکھا۔ ابوالحسن فقیہ ابن المغازلی نے اس کی تخریج کی

(۱۰) عن ابن عباس ان علیا کان یقول واللہ انی لاخوہ وولیہ ووارثہ وابن عمہ ومن احق بہ منی اخرجہ احمد والنسائی۔ (ارجح المطالب صفحہ ۴۲۶)

(۱۰) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت علی کہتے تھے خدا کی قسم میں اُن کا (آنحضرت کا) بھائی اور ولی اور وارث اور اُن کے چچا کا بیٹا ہوا (ہوں) اور وہ شخص ہوں جن کے ساتھ آنحضرت نے مواخات کی

(۱۱) عن عمر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخی بین الناس وترک علیا حتی بقی اخرہم لا یری لہ اخا فقال یا رسول اللہ اخیت بین الناس وترکتنی قال ولم ترانی ترکتک انما ترکتک لنفسی انت اخی وانا اخوک فانی اذا کرک قل انا عبد اللہ واخو رسولہ لا یدعیھا بعدی الا کذاب اخرجہ احمد فی المناقب۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۸)

(۱۱) عمر بن عبد اللہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے لوگوں میں مواخات کرائی اور علی کو چھوڑ دیا ایسا کہ اُن کے ساتھ کوئی مواخات کرنے والا نہ رہا حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے لوگوں میں مواخات کرائی اور مجھے چھوڑ دیا آنحضرت نے فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں نے تم کو کیوں چھوڑ دیا۔ میں نے تم کو اپنے لئے چھوڑ دیا تم میرے بھائی ہو میں تمہارا بھائی ہوں تم یوں کہا کرو کہ میں خدا کا بندہ اور اُس کے رسول کا بھائی ہوں تمہارے سوا اگر کوئی کہے وہ جھوٹا ہے۔ امام احمد نے مناقب میں اس حدیث کی تخریج کی

(۱۲) عن یعلی بن مرۃ قال اخی رسول اللہ بین المسلمین وجعل یخلف علیا حتی بقی فی اخرہم لیس معہ اخ فقال لہ اخیت بین المسلمین وترکتنی فقال انما ترکت لنفسی انت اخی فی الدنیا والاخرۃ وانا اخوک اخرجہ جمال الدین المحدث صاحب روضۃ الاحباب فی الاربعین (ارجح المطالب صفحہ ۴۲۶)

(۱۲) یعلی ابن مرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جب مسلمانوں میں مواخات کرائی اور حضرت علی کو چھوڑ دیا ایسا کہ اُن کا بھائی ہونے والا کوئی نہ رہا تو انھوں نے آنحضرت سے عرض کیا آپ نے سب میں مواخات کرائی مجھے چھوڑ دیا آنحضرت نے فرمایا میں نے تم کو اپنے لئے چھوڑا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں۔ شیخ جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب نے اربعین میں اس حدیث کی تخریج کی۔

(۱۳) عن ابی الطفیل قال لما جعل امر الشوریٰ بین علیؑ عثمان وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وسعید ابن زید فقال علی ھل فیکم احد آخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینہ وبینہ اذا اخی بین المسلمین قالوا اللّٰھم لا اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب۔
(ارجح المطالب صفحہ ۴۲۷)

(۱۳) ابو الطفیل سے مروی ہے کہ جب امر شوریٰ مابین حضرت علی وحضرت عثمان وحضرت طلحہ وحضرت زبیر وحضرت عبد الرحمٰن ابن عوف وحضرت سعد ابن ابی وقاص وحضرت سعید ابن زید گردانا گیا تو حضرت علی نے فرمایا تھا کیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اُس کے درمیان مواخات کرائی ہو سب کہنے لگے خدا گواہ ہے اور کوئی نہیں۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں اس کی تخریج کی۔

(۱۴) وفی کتاب المسامرۃ لشیخ محی الدین العربی رویناہ من حدیث محمد ابن اسحٰق المطلبی قال واخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین المھاجرین والانصار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تواخوا فی اللہ اخوین ثم اخذ بید علی ابن ابی طالب فقال ھذا اخی فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی اخوین (ینابیع المودۃ صفحہ ۵)

(۱۴) کتاب المسامرۃ تصنیف شیخ محی الدین ابن عربی میں ہے کہ شیخ نے اُس کو روایت کیا حدیث محمد ابن اسحاق مطلبی سے کہا اور مواخات کرائی آنحضرت نے مہاجرین وانصار میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اللہ کے لئے آپس میں بھائی بن جاؤ پھر آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ بھائی بھائی تھے۔

شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی ینابیع المودۃ باب تاسع احادیث مواخات صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ موفق ابن احمد نے مواخات میں گیارہ حدیثیں روایت کیں اور عبد اللہ ابن احمد ابن حنبل نے زوائد مسند میں چھ حدیثیں اور فقیہ ابن المغازلی نے بھی چھ حدیثیں اور حموینی نے دو حدیثیں اور یہ سب بالاسناد مجاہد وعکرمہ۔ حضرت ابن عباس۔ سعید بن المسیب۔ ابن عمر۔ زید بن ابی اوفی۔ انس ابن مالک۔ زید ابن ارقم۔ حذیفہ ابن الیمان۔ محدوج بن زید ہذلی۔ ابو امامہ باہلی۔ جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۰۴ میں لکھتے ہیں:۔

آں امام برحق از قول نبیؐ آں پناہ مغربی و مشرقی

آن جهان علم را بدر منیر — آن شهان ملک تمکین را امیر
آن که شهر معرفت را آفتاب — آن ز وصل شاهد جان کامیاب
معدن حلم و حیا صدق و صفا — مخزن علم و عمل خلق و وفا
از سخایش گشت مفلس کان زر — ملک دنیا را نماند زر و ثمر
قبلهٔ ارباب عرفان ذات او — مصحف اصحاب عشق آیات او
زد ولایت شد بسر تاج شرف — در فیوضش مکهٔ ثانی نجف
شمع بزم جنت آمد روئے او — عطر افشان بر جهان گیسوئے او
آفتاب آسمان هل اتیٰ — تاجدار انما و لافتیٰ
بود زیبنده بفرقش تاج دین — زانکه بیشک بود امیر المومنین
خاکپایش افسر عرش برین — سایه اش انوار بخش شمس دین
گر فتد نور ضمیرش بر جهان — همچو خود یکسر شود کون و مکان
در صحابه چون در انجم آفتاب — سجده گاه هر دو کون او را جناب
سرفرازان خاک بر درگاه او — چون خس و خاشاک اندر راه او
بر سرش زیبنده تاج سروری — روشن است از وے چراغ رهبری
شاه اقلیم ولایت ذات او — ماه گردون هدایت ذات او
سایهٔ او آفتاب دو جهان — روشنی بخش ضمیر انس و جان
مظهر عرفان حق اندیشه اش — معرفت بخشیدن آمد پیشه اش
برق تیغش شمع بزم دین بود — پرتو او را ظفر آئین بود
گشت پشت دین قوی از تیغ او — هم شریعت یافت بر رو آبرو
هر که رو گرداند از وے کافر است — خویشتن را تا جهنم رهبر است
چونکه صائم بودے آن شه بر دوام — نان جو بودے غذایش وقت شام

میکنم نام شریفش برملا | ہاں فدائے من شوید اے زُمسا
جانشین مصطفیٰ یعنی علی | مجتبےٰ و مرتضےٰ یعنی علی
انکہ شانامی کزو دل زندہ گشت | ہمچو عیسیٰ و خضر پایندہ گشت
وصف او چوں ہست بیروں از خیال | باب دیگر را دہم صورت زقال

نیابت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری نیابت متعدد مرتبہ حاصل ہوئی سب سے اول ہجرت کے موقع پر۔ اس موقع پر جو عظیم الشان کارنامۂ جان نثاری واقع ہوا اُس کی نظیر نہیں ہوسکتی۔ نیز اپنی نیابت میں تبلیغ سورہ برائت کے لئے مکہ معظمہ بھیجنا یا جنگ تبوک میں اپنا نائب و قائم مقام کرجانا۔ یہ ایسے واقعات ہیں جو بہترین دلیل حصول شرف و فضائل جلیلہ کے لئے ہیں۔ ان امور کے تفصیلی بیانات بصورت واقعات حصہ اول کتاب السیرۃ العلیہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں آچکے ہیں۔ یہاں پر مقصد صرف اظہار فضائل ہے نہ کہ بیان واقعات۔ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں ؎

اے مرغ خوش الحاں بخواں اللہ مولانا علی | تسبیح خود کن بر زباں اللہ مولانا علی
اسمش عظیم و اعظم است غفار فرد عالمست | مولائے حق آدم است اللہ مولانا علی
خواہی کہ یابی زو نشاں جاں در رہ او برفشاں | کو جاندہ است بجان تشاں اللہ مولانا علی
سلطان بےمثل و نظیر پروردگار بے وزیر | دارندہ بر نائے و پیر اللہ مولانا علی

(مناقب مرتضوی صفحہ ۱۵۵)

فضائل خارجی مشتمل بر دو قسم کسبی و وہبی!

۱۔ کسبی

اس سے مراد وہ فضائل ہیں جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے بذریعۂ کسب حاصل کیئے۔ اور وہ دو طرح کے ہیں۔ عبادات وجہاد

معبود حقیقی کی عبادت اور اُس کا حقیقی ذوق حضرت علی کے خاص خصوصیات میں سے ہے بقول اشہر ہنوز آپ کی عمر دس سال کی تھی کہ سعادت ازلی رہبراہ ہوئی اور آپ اسلام لائے اور معبود حقیقی کے سامنے سر عبودیت خم کیا اور یہی ذوق عبودیت تمام زندگی بھر آپ کے تمام افعال و اقوال و عادات میں ساری وطاری رہا۔ اس صفت میں جو خاص امتیازی شان آپ کو اپنے ہمعصر صحابہ میں حاصل تھی اُس کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۔ (پ۲۶ سورہ فتح رکوع آخر)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو اُن کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں باہم رحمدل ہیں تم ان کو دیکھتے ہو کہ بہت رکوع اور بہت سجدہ کرکے خدا کا فضل اور اُس کی رضامندی کی جستجو کرتے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ والذین معہ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور اشداء علی الکفار سے حضرت عمر فاروق رضؓ اور رحماء بینھم سے حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور رکعا سجدا سے حضرت علی مرتضیٰؓ مراد ہیں[۱] رکوع وسجود صحابہ کا عام وصف ہے۔ جناب باری کا ان الفاظ رکعا سجدا کو آپ کی ذات کے لئے استعمال کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ آپ کی وہ امتیازی حیثیت جو آپ کو اس صفت میں صحابۂ کرام کے مقابلہ میں حاصل تھی مسلمانوں

---

[۱] تفسیر فتح البیان جلد ۹ صفحہ ۳۴ ۱۲ منہ

کے نظر کے سامنے آجائے آپ کی اس امتیازی خصوصیت کا اعتراف خود صحابۂ کرام نے بھی فرمایا ہے ملاحظہ ہو ارشاد حضرت عائشہ صدیقہ حبیبۂ رسول رضؓ

کان ما علمت صواماً قواماً (ترمذی کتاب المناقب فضل فاطمہ) جہاں تک مجھ معلوم ہو وہ بڑی روزہ دار اور عبادت گذار تھی

وارشاد زبیر ابن سعید قرشیؒ

لما رھا شمیاقط کان اعبد اللہ منہ میں نے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ خدا کا عبادت گذار ہو (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱)

خود آپکا ارشاد ہے کہ اس اُمت میں سب سے پہلے میں نے نماز پڑھی اور سات سال تک سب سے پہلی خدا کی عبادت کرتا رہا (ریاض النضرہ باب رابع فصل رابع صفحہ ۱۵۵)

آپ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادات میں جس چیز کا آپ التزام کر لیتے اس پر ہمیشہ قائم رہتے ایک موقعہ پر آنحضرتؐ نے آپ سے اور حضرت فاطمہ سے فرمایا تھا کہ تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح دس بار تحمید اور دس بار تکبیر پڑھ لیا کرو اور سوتے وقت ۳۳ بار تسبیح ۳۳ تحمید اور ۳۴ بار تکبیر کہہ لیا کرو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب سے آنحضرتؐ نے مجھکو اسکی تلقین کی میں نے ترک نہیں کیا۔ عبد اللہ ابن الکوا نے پوچھا کہ کیا صفین کی شب میں بھی ترک نہیں کیا آپ نے فرمایا نہیں (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۰۶ و سنن ابو داؤد کتاب الادب)

چونکہ عوام کے نزدیک عبادت کا معیار کثرت صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ و صدقات اور ادائے حج سمجھا جاتا ہے اس لئے ہم مفصل و مشرح طور پر ان امور کو ناظرین کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کی نماز

امام تاج الاسلام سلیمان بن داؤد سقیفی لکھتے ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا تو حضرت علی کا رنگ زرد پڑ جاتا ایک مرتبہ اسکے متعلق آپ سے پوچھا گیا تو آپنے فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آگیا جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا اور انہوں نے

اس بار کے اُٹھانے سے انکار کیا تھا اور میں نے باوجود اپنی ناتوانی کے اُس کو اٹھا لیا تھا مجھکو یہہ نہیں معلوم کہ میں اس کو کس طرح ادا کرتا ہوں (ارجح المطالب صفہ ۱۶۴)

جنگ صفین کی لیلۃ الہریر میں دو صفوں کے درمیان آپکے لئے نطع (زرہ) بچھائی گئی تھی جسپر آپ نماز پڑھتے رہے تیروں کی بارش ہوتی رہی مگر آپ بلا خوف وخطر نماز و وظائف میں مشغول رہے۔ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی پیشانی پر بوجہ کثرت سجود ایسا ڈھٹا پڑ گیا تھا جیسا کہ اونٹ کے زانو میں بیٹھتے بیٹھتے پڑ جاتا تھا (ارجح المطالب صفہ ۱۶۴)

آپ علاوہ فرائض کے اسقدر کثرت سے نوافل ادا فرماتے تھے کہ اوس کی تعداد کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں۔ اسی شغف کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ و نوافل و عبادات کے متعلق آپ سے زائد کسی سے حدیثیں مروی نہیں بوجہ کثرت عبادت ذات ستودہ صفات زین العابدین و امام المتعبدین تھی۔

حارثہ بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کی ایک جگہ مسجد میں تھی جہاں پر آپ عبادت کی تعلیم اُسی طرح دیتے جس طرح آنحضرت دیتے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفہ ۲۲۶)

نماز کی حالت میں آپ کو اسقدر استغراق ہو جاتا کہ ماسوا کا ہوش نہ رہتا۔ تفسیر حسینی میں ہے کہ آپ ہر شب میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے نماز میں اسقدر استغراق ہوتا کہ جنگ احد میں آپ کے پائے مبارک میں تیر لگا اور اتنا گھرا کہ بلا دقت نہیں نکل سکتا تھا آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ علی جب نماز میں ہوں تب تیر نکالا جائے چنانچہ نماز کی حالت میں نکالا گیا بہت سا خون نکلا مگر آپ کو مطلقاً اس کی خبر نہ ہوئی۔ شیخ فرید الدین عطار اسکے متعلق لکھتے ہیں۔ ؎

چنان شد در نماز او محو سبحان — کہ از پایش برون کردند پیکان

مولانا عبدالرحمن جامی نے مثنوی تحفۃ الاحرار میں اس واقعہ کو خوب نظم فرمایا ہے ؎

شیر خدا شاہ ولایت علی — صیقلی شرع خفی ہم جلی

روز احد چو صفت ہیجا گرفت — تیر مخالف بہ کفش جا گرفت

غنچۂ پیکاں بگل او نہفت — صد گل راحت ز گل او شگفت

روئے عبادت سوی محراب کرد — پشت بدورسرا حباب کرد

خنجر الماس چو بند اختند — چاک بہ تن چوں گلش انداختند

غرقہ بخوں غنچۂ زنگار گون — آمد ازاں گلبن احسان برون

گل گل خونش بمصلا چکید — گشت چو فارغ زنمازش بدید

کیں ہمہ گل چیست تہ پای من — ساختہ گلزار مصلائے من

صورت حالش چو نمودند باز — گفت کہ سوگند بدانائے راز

کز الم زخم ندارم خبر — گرچہ ز من نیست خبر دار تر

طائر من سدرہ نشین شد چہ باک — گر شودم تن چو قفس چاک چاک

جامی از آلائش تن پاک شو — در قدم پاک رواں خاک شو

باشد ازاں خاک بگردی رسی — گرد شگافی و بمردی رسی

(مناقب مرتضوی للشیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۱۹۷ وارجح المطالب صفحہ ۱۶۵)

کثرت صوم

آیۂ شریفۂ کلام اللہ و یطعمون الطعام الخ حضرت علی کے کثرت صوم کی بہترین شہادت ہے جو آپ کے بپیہم تین روزے رکھنے پر نازل ہوئی تھی۔ اس کا مفصل واقعہ سابق میں تحریر ہو چکا ہے۔ سابقہ حالات زہد و ورع و صبر و تحمل اور نیز حضرت عائشہ صدیقہ کا ارشاد کان ما علمت صواماً قواماً سے کثرت صلوۃ و صیام کی کیفیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ مناقب مرتضوی صفحہ ۱۹۵ میں ہے کہ روزۂ ایام بیض کا حکم حقیقتاً آپ کو ہوا ہے

در حلقۂ اولیا علی ولی است — شاہنشہہ اصفیا علی ولی است

محبوب و محب عین ذات احد — واللہ کہ بے ریا علی ولی است

(مناقب مرتضوی صفحہ ۱۹۵)

زکوٰۃ وصدقات

امام احمد ابن حنبل حضرت علی کا ارشاد لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں آنحضرتؐ کیساتھ بوجہ شدت بھوکھ کے پتھر پیٹ پر باندھتا تھا آج میری زکوٰۃ چالیس ہزار ہے ایک روایت میں ہے کہ اب چالیس ہزار تک میری زکوٰۃ پہونچ گئی ہے۔ علامہ محب طبری ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اکثر متوہم (شک کرنیوالے کو) اس قدر سے یہہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی کے پاس اس قدر مال موجود رہتا تھا کہ جس کی اسقدر زکوٰۃ نکلتی ہوگی۔ حقیقتاً ایسا نہیں ہے اس لئے کہ آپ سب لوگوں سے زائد زاہد تھے جس کا بیان سابق میں ہوچکا اس روایت پر کیونکر توجہ کی جاسکتی ہے ابوالحسن ابن فارس لغوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کا مطلب پوچھا تھا وہ کہنے لگے اس کا مطلب یہہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب سے میرے ہاتھ میں مال آیا اگر وہ اس وقت تک رہتا تو اوس کی زکوٰۃ اسقدر ہوتی۔ اسکے علاوہ اس میں وہ اوقاف بھی مراد ہوں گی جن کو آپ نے جاری کیا تھا۔ قبل اون کے اجرا کے آپ ان اوقاف کے مالک بھی تھے آپ نے اون کا محاصل اسی قدر بیان فرمادیا ہوگا۔ حضرت امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر علیہ وعلی آبائہ واولادہ السلام سے ناقل ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کو ایک ٹکڑہ زمین کا جاگیر میں دیا تھا پھر آپ نے اوس کے متصل ایک اور قطعہ مول لیا تھا اور اوس میں ایک تالاب کھودوایا تھا۔ لوگ تالاب کھود رہے تھے کہ اوس میں سے ایک چشمہ نکلا۔ حضرت علی جب تشریف لائے تو لوگوں نے آپکو خوشخبری دی آپنے فرمایا کہ خوشخبری اوس کے وارث کو دینا چاہئے پھر آپنے اس کو فقرا مساکین ومسافرین پر فی سبیل اللہ وقف فرمادیا (ریاض النضرہ جلد ۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۲۹)

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں ۔

اے کہ از دل طالب حق گشتۂ آفتاب اوج مطلق گشتۂ

دوستی مرتضیٰ را پیشہ ساز   نفس دون را پاے در زنجیر ساز
مہر حیدر چشم دل بینا کند   مہر حیدر قطرہ را دریا کند
مہر حیدر گر تباشد راہبر   میرود بیچارہ رہ رو در سفر
مہر حیدر مایۂ ایمان من   مہر حیدر زندگی جان من
گشت از مہر علی روشن دلم   ہست از مہرش منور محفلم
گوہر من آمد از مہر علی   دارم امید ولایت زان ولی
بندۂ حیدر ز جان و دل شدم   زان بنور ذات حق واصل شدم
دست من دامان حیدر روز حشر   نام پاکش بر زبانم روز نشر

حج

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کتنے حج کئے اس کا حال معلوم نہیں زمانہ خلافت میں بسبب حدوث حوادث وفتن آپ کو ایک سال بہی حج ادا کرنے کی نوبت نہ آسکی اوس سے قبل کے متعلق کہیں بالتصریح موجود نہیں مگر اجر عمل کچھ کثرت پر منحصر نہیں وجہ قبول وہی کچھ ہوا کرتی ہے۔

حضرت علی کے سب سے زیادہ قابل ذکر دو حج ہیں ایک وہ جس میں آپ لوگوں کو سورۂ برات سنانے کے لئے مامور ہوئے جسکو ہم حصہ اول السیرۃ العلویۃ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں بیان کرچکے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا حجۃ الوداع جس میں آپ یمن سے آکر شریک ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی قربانی میں شریک کیا تھا اس حج سے واپسی پر آنحضرتؐ نے بمقام غدیر خم ایک طویل خطبہ دے کر خلعت مولائیت

من کنت مولاہ فعلی مولاہ   جسکا میں مولا ہوں علی اوس کے مولا ہیں

سے سر بلند فرمایا۔ اس حدیث کو حدیث ولایت کہتے ہیں۔ اسکی تشریح انشاء اللہ تعالیٰ جلد سوم کتاب السیرۃ العلویۃ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں ہوگی

آنحضرتؐ کا حج کے موقعہ پر آپکو اپنی قربانی میں شریک فرمانا اور حضرت علیؑ کا تاحیات خود موافق ارشاد آنحضرتؐ کی طرف سے قربانی کرتے رہنا روایات ذیل سے ظاہر ہے۔

ابن اسحاق سیرت نبوی میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ ابن نجیح نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی کو نجران کی طرف بھیجا تھا جب وہاں سے آپ لوٹ کر آئے تو احرام باندھے ہوئے مکہ معظمہ میں آنحضرتؐ سے ملے۔ حضرت فاطمہ کو دیکھا کہ وہ احرام کھولنا چاہتی ہیں آپ نے وجہ پوچھی اونہوں نے فرمایا ہم کو آنحضرتؐ نے عمرہ کا احرام کھول ڈالنے کا حکم دیا ہے اس لئے ہم احرام کھولتے ہیں پھر حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوئے جب حالات سفر عرض کر چکے تو آپ سے بھی آنحضرتؐ نے فرمایا جاؤ طواف کر کے اپنے دوستوں کی طرح تم بھی احرام کھول ڈالو آپ نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے احرام باندھتے وقت یہہ نیت کی تھی کہ خداوندا تیرا رسول جس طریقہ پر اپنا احرام کھولے گا میں بھی اوسی طریقہ پر اپنا احرام کھولوں گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس قربانی کے لئے کچھ ہے عرض کیا نہیں پھر آپ نے حضرت علی کو اپنی قربانی میں شریک کیا آپ احرام باندھے رہے یہانتک کہ آنحضرتؐ نے حج سے فارغ ہو کر آپکی طرف سے بھی قربانی کی (ارجح المطالب صفحہ ۴۶۲)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے خاص اپنے دست مبارک سے ترسٹھہ قربانی اونٹ کی قربانی اُن کے علاوہ جسقدر اونٹ قربانی کے لئے رہ گئے تھے اون کی قربانی حضرت علی سے کرائی پھر قربانی کا تھوڑا سا گوشت پکوا کر آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ نے تناول فرمایا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۹ بروایت صحیح مسلم)

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھکو اپنی قربانی کے بارہ میں حکم دیا کہ یہہ سب خیرات کر دیا جائے اور قصاب کو اس میں سے کچھ نہ دیا جائے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ بروایت صحیح مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؑ تاحیات برابر آنحضرتؐ کی طرف سے قربانی کیا کئے۔ بروایت امام احمد و ترمذی حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھے اپنی طرف سے ہمیشہ قربانی کرنے کا حکم عطا فرمایا تھا اسی حکم کی بنا پر آپ شہادت کے وقت تک آنحضرت

کی طرف سے دو مینڈھے قربانی کرتے رہے۔ علامہ سبط ابن الجوزی تذکرۂ خواص الامہ میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ محمد ابن شہاب زہری (جنہوں نے سب سے پہلے بحکم حضرت عمر و ابن عبدالعزیز فن حدیث کو مدون کیا تھا) کہا کرتے تھے کہ آنحضرت نے اپنے تمام اہل قرابت میں سے حضرت علی کو اس قربانی کیلئے مخصوص فرمایا گویا حضرت علی کا قربانی کرنا خود آنحضرت کا قربانی کرنا تھا (ارجح المطالب صفحہ ۴۴۴)

مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۳۳ میں لکھتے ہیں ؎

در خانۂ کعبہ گر بود منزل تو　　در زمزم اگر سرشتہ باشد گل تو
گر مہر علی نباشد اندر دل تو　　مسکین تو وسعی ہائے بے حاصل تو

جہاد

عبادات کے بعد سب سے اعلیٰ مرتبہ جہاد کا ہے جس سے نصرت دین مراد ہے یہ بھی مدار فضل سمجھا جاتا ہے خدا کے نزدیک مجاہد کا مرتبہ کثرت ثواب کی وجہ سے نہایت بلند ہے۔ کلام مجید میں ہے

لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی	آرام سے بیٹھنے والے مومن اور وہ جو خدا کی راہ میں
الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم	اپنے جان و مال سے جہاد کرنیوالے ہیں برابر نہیں
وانفسھم فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین	ہو سکتے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو غیر مجاہدین پر
(پ ۵ سورۂ نساء)	فضیلت دی ہے۔

جہاد کی دو قسمیں ہیں جہاد مع النفس و جہاد مع الاعداء۔

جہاد مع النفس

شارع علیہ السلام نے جہاد مع النفس سے جہاد اکبر مراد لیا ہے ملاحظہ ہو ارشاد نبوی

رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر	ہم رجوع کرتے ہیں جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف

جہاد مع النفس سے مراد خواہشات نفس کی مخالفت کرنا ہے زہد و تقوےٰ و ورع وغیرہ اسکے آلات ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زہد و تقوےٰ و نفس کشی وغیرہ کے تفصیلی حالات ہم فضائل عملی کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔ ان بیانات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی بفحوائے مضمون

صداقت شئون اِنَّ اَکرمکم عند اللہ اَتقاکم سر آمد اتقیا تھے تقوے اور صداقت کا شاہد عادل خود کلام مجید سے ملاحظہ ہو۔

والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک هم المتقون۔ — جو شخص صدق کیساتھ آیا اور اوس کے تصدیق بھی کی وہ متقین سے ہیں۔

ابن عساکر مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ والذی جاء بالصدق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدق بہ سے حضرت علی مراد ہیں (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۲)

شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی نقشبندی ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵۲ میں لکھتے ہیں۔

والاعمال التی یستحق بها الخیر الکثیر والثواب الکبیر اربعة السبق فی الاسلام والجهاد فی الدین و دفع الاعداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن الدین والعلم الکثیر والفقه فی احکام اللہ واسرار القرآن والزهد فی الدنیا وهی مجتمعة فی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنه ومتفرقة فی غیرہ۔ — ایسے اعمال جس سے کہ وہ خیر کثیر و ثواب کبیر کے مستحق ہوئے وہ چار ہیں۔ سبقت اسلام۔ جہاد فی الدین اور اعدا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دین سے دفع کرنا اور علم کثیر اور احکام الٰہی میں تفقہ اور اسرار قرآن اور زہد فی الدنیا یہ سب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں مجتمع تھے اور دوسروں میں علیحدہ علیحدہ پائے جاتے تھے۔

جہاد مع الاعداء

قسم ثانی جہاد مع الاعداء ہیں کفار و غیر کفار (اہل بغی وعناد) سب شامل ہیں اسکی بھی دو قسمیں ہیں جہاد بالدعوت و جہاد بالسیف۔ حضرت علیؑ نے ان دونوں طریق سے جہاد فرمایا۔

جہاد بالدعوت

اس سے مراد وعظ و نصیحت۔ ترغیب و ترہیب سے مخالفین کے تمام شبہات کا رفع کرنا اور اون کے دل کو اسلام کی طرف گرویدہ کرنا ہے۔ اس قسم کا جہاد منشاء بعثت کے مطابق ہونے کی وجہ سے نہایت افضل و اعلیٰ ہے۔ حضرت علی کے وعظ سے تمام یمن شرف بہ اسلام ہوا۔ بحوالہ ابو عمر براء ابن عازب

سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن الولید کو اشاعت اسلام کیلئے یمن بھیجا تھا
میں بھی اون کے ساتھ گیا تھا وہاں وہ چھ مہینہ تک اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر کوئی نتیجہ نہ
نکلا تب آنحضرت نے حضرت علی کو بھیجا جب آپ حدود یمن میں پہونچے تو لوگ آپکے پاس مجتمع ہو گئے
آپنے ہم سب کے ساتھ نماز فجر اداکی بعد نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پڑھ کر سنایا اور وعظ و
نصیحت فرمائی۔ ہمدان کے تمام لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے آپنے یہہ آنحضرت کو لکھا
آنحضرت بہت محظوظ ہوتے اور سجدہ شکر بجالائے (ریاض النضرۃ جلد ۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۲۸
وارجح المطالب صفحہ ۱۷۲) اس کے علاوہ متفرق طور پر جو آپنے اشاعت اسلام فرمائی وہ بھی ناظرین
سے مخفی نہیں۔

جہاد بالسیف

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے جہاد بالسیف سے جس قدر اسلام کو نفع پہونچا اتنا کسی اور
سے نہیں پہونچا امام فخر الدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں۔

وقد کان فی الصحابۃ جماعۃ کابی دجانہ وخالد بن ولید وکانت شجاعتہ اکثر نفعا من شجاعۃ الکل الا تری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم الاحزاب لضربۃ علی خیر من عبادۃ الثقلین

صحابہ میں مثل ابو دجانہ وخالد ابن ولید وغیرہ کے ایک ایسی جماعت تھی جو شجاعت میں بہت مشہور تھے لیکن اور ذکی شجاعت سے حضرت علی کی شجاعت سب سے زیادہ نفع رساں تھی کیا تم اس امر پر غور نہیں کرتے کہ جنگ احزاب کے روز آنحضرت نے فرمایا تھا علی کی ایک ضرب جن وانس کی عبادت سے افضل ہے

خود پروردگار عالم نے حضرت علی کے جہاد کو دوسرے صحابہ کے اعمال پر ترجیح دی چنانچہ ارشاد ہے

اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ (پ ۱۰ سورۂ برات رکوع ۳)

کیا تم حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر اس شخص کے برابر سمجھتے ہو جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا یہہ لوگ خدا کے نزدیک مساوی نہیں

اخرج ابو حاتم وابو الشیخ وعبد الرزاق وابن ابی شیبۃ وابن جریر وابن مندہ والشعبی فی تفسیرہ والواحدی فی کتابہ المسمی باسباب النزول والقرطی وابن اثیر فی جامع الاصول والنسائی فی سننہ والسیوطی فی الدر المنثور والحافظ ابو نعیم فی فضائل الصحابۃ قالوا ان علیا والعباس وطلحۃ بن ابی شیبۃ افتخروا فقال طلحۃ انا صاحب البیت مفتاحہ بیدی ولو شئت کنت فیہ فقال العباس انا صاحب السقایۃ والقائم علیہا فقال علی لا ادری لقد صلیت ستۃ اشہر قبل الناس وانا صاحب الجہاد فی سبیل اللہ فانزل اللہ اجعلتم سقایۃ الحاج

(ینابیع المودۃ ص۹۳ وارجح المطالب ص۱۷۴)

ابو حاتم وابو الشیخ وعبد الرزاق وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن مندہ وشعبی نے اپنی تفسیر میں اور واحدی نے اپنی کتاب اسباب النزول میں اور قرطی اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور نسائی نے سنن میں اور سیوطی نے درمنثور میں اور حافظ ابو نعیم نے فضائل الصحابہ میں تخریج کی کہ ایک مرتبہ حضرت علی اور حضرت عباس اور طلحہ ابن ابی شیبہ باہم مفاخرت کی باتیں کر رہے تھے طلحہ نے بیان کیا کہ میں خانہ کعبہ کا متولی ہوں اوسکی کنجی میرے ہاتھ میں ہے اگر میں چاہوں تو وہیں رہوں حضرت عباس نے کہا میں زمزم کا مالک ہوں اور اوس کا نگہبان حضرت علی نے فرمایا اور تو میں کچھ نہیں جانتا میں نے سب سے چھ مہینہ قبل نماز پڑھی اور میں خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا ہوں پھر اللہ تعالی نے یہہ آیت اجعلتم سقایۃ الحاج نازل فرمائی

اس امر پر تمام محدثین متفق ہیں کہ حضرت علی سوائے غزوۂ تبوک کے کل مشاہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمدار رہے۔ علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ حضرت علی کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اُنکے سوا اور کسی دوسرے کی ایسی خصلتیں نہیں (۱) وہ تمام عرب وعجم میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی (۲) وہ آنحضرتؐ کے ہر لشکر میں اُن کے ساتھ علمدار رہے (۳) جس روز آنحضرتؐ کے پاس سے سب لوگ علیحدہ ہو گئے تھے تو وہ موجود رہے (۴) انہیں نے آنحضرتؐ کو غسل دیا اور قبر میں اُتارا۔

ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ آپ وہ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس و بیت اللہ

کی طرف نماز پڑھی اور آنحضرتؐ کیساتھ ہجرت کی اور بدر و احد و احزاب وغیرہ تمام غزوات میں حاضر رہے اور اِن غزوات میں نمایاں کام کئے۔ سراج بلقینی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ کسی مشہد سے غیر حاضر نہیں رہے مگر تبوک میں کیونکہ آنحضرتؐ اس موقع پر آپ کو اپنے عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ میں چھوڑ گئے تھے اُن مشاہد کے کارناموں سے کتب سیر و تواریخ بھری پڑی ہیں جلد اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں ہم نے تفصیل سے اِن واقعات کو درج کردیا ہے بعض حضرات نے حضرت علی کے زمانہ خلافت کا حضرات شیخین کے زمانہ خلافت سے اس صورت میں موازنہ کیا ہے کہ حضرات شیخین کے زمانہ میں فتوحات اسلام بہت ہوئے اسلئے جہاد مع الاعداء میں حضرات شیخین حضرت علی سے افضل ہیں اِن حضرات نے اس بحث میں اُن امور کو نظر انداز کردیا جن کی وجہ سے افضلیت کی وہ حیثیت باقی نہیں رہتی جو اِن حضرات نے بزعم خود قائم کی ہے۔ جو لڑائیاں حضرت علی کو اپنے پنج سالہ دورانِ خلافت میں پیش آئیں وہ اِن حضرات کے نزدیک شاید جہاد مع الاعداء میں شمار کرنے کے لائق نہیں حالانکہ یہہ خیال اُن کا غلطی پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ جنگ صفین و جنگ نہروان کا شمار قطعاً جہاد مع الاعداء میں ہے اور اِن لڑائیوں کے اجر کی بھی وہی کیفیت ہوگی جو روم اور ایران کے خلاف جنگ کرنے میں تھی اگر حضرات شیخین عند اللہ اُن لڑائیوں کی وجہ سے مستحق اجر تھے تو اُسی اجر کے مستحق حضرت علی بھی ہونگے۔ حضرت علی کی خلافت سے قبل صحابہ کا وہ گروہ جس کو ذات نبوت کے شرف صحبت اور فیض کا نمایاں امتیاز حاصل تھا تقریباً ختم ہوچکا تھا اور اُن کے ورثاء اور نمایندگان میں وہ حقیقی جوش اور سچا احساس دینی خدمات کا نہیں رہ گیا تھا جس پر حضرات شیخینؓ کی کامیابی کا بہت کچھ انحصار تھا۔ حضرت علیؓ کے وقت میں مسلمانوں میں خود غرضی و نفس پرستی ایثار و ہدایت و خلوص کی جگہ لے چکی تھی اور آپ کی وہ کوششیں جو آپنے اِن عیوب کی مٹانے کے لئے کیں تھیں اُن کا شمار بھی جہاد ہی میں کیا جائیگا۔ جہاد مع الاعداء کا اجر دو امور پر مبنی معلوم ہوتا ہے ایک اُس تکلیف پر جو انسان کو لڑائی میں اُٹھانا پڑتی ہے دوسرے اس طور پر کہ اس سے دوسروں کو صراط مستقیم کی طرف آنے کا موقع ملتا ہے اور مجاہد الدال علی الخیر کفاعلہ (خیر پر دلالت کرنیوالا مثل فاعل کے ہے)

کا مصداق ہوتا ہے جو لڑائیاں کہ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں پیش آئیں اگر اُن پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو اون میں یہ دونوں امور صاف طور سے نظر آئیں گے برخلاف جنگ ایران و روم وغیرہ کے کہ اُن میں جزو اول کا وجود تو بظاہر مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ حضرت علی کی مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ہے اور اس مدت میں تمام تر وقت آپ کا جمل صفین اور نہروان کے نذر ہوا پھر بھی باوجود اس ابتلا کے آپنے ممالک محروسۂ اسلام کے حدود کو وسیع کرنے کی کوشش فرمائی۔ حارث ابن مرہ عبدی کو ملک سندھ کی طرف آپ ہی نے جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا اور قزوین اور رے کی طرف بھی آپ ہی نے اسلامی لشکر جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ حضرات شیخین کے دور خلافت کا آپ کے دور خلافت سے موازنہ اس وجہ سے صحیح نہیں ہوسکتا کہ واقعات اور کیفیات بالکل بدل چکے تھے اور جو چیز ایک کے لئے باعث قوت رہچکی تھی وہ دوسرے کے لئے سنگ راہ کا کام دے رہی تھی۔

مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۵۳ میں لکھتے ہیں ؎

اے برگزیدہ خدایت یا امیر المومنین — خواندہ نفس مصطفایت یا امیر المومنین
گردنان دہر را آوردہ سرہا زیر حکم — بازوے زور آزمایت یا امیر المومنین
از نسیم باد نوروزی نشاید کرد یاد — پیش خلق جانفزایت یا امیر المومنین
مدح گر شایستۂ ذات تو باید گفت بس — کیست تا گوید ثنایت یا امیر المومنین
خاطر ہمچون من شوریدہ خاطر کے کند — وصف قدر کبریایت یا امیر المومنین
با ہمہ بالا نشینی عقل کل نابردہ راہ — زیر شادروان[۱] جاہت یا امیر المومنین
گر بدے بالاتر از عرش بریں جائے دگر — گفتمی کانجاست جایت یا امیر المومنین
انچہ تو شایستۂ آنی ز روے عز و جاہ — کس نداند جز خدایت یا امیر المومنین
ما ہمہ از درگہ لطفت گدائی میکنیم — اے ہمہ شاہان گدایت یا امیر المومنین
انچہ عیسی از نفس میکرد در عمرے بود وبس — از لب معجز نمایت یا امیر المومنین

---

[۱] بضم دال مہملہ بساط و فرش و پردہ و شامیانہ و سائبان ۱۲ غیاث اللغات

۲ ——— وہبی

اس سے مراد وہ فضائل ہیں جن کے حصول میں انسان کی سعی و کوشش کو دخل نہیں ہوتا اور جن کے حصول کا انحصار محض فضل ایزدی پر ہوتا ہے وہی فضائل وہبی کہلاتے ہیں۔ حضرت علی کے فضائل وہبی کا ایک جزو مثلاً مورد آیت تطہیر ہونا۔ آل عبا میں داخل ہونا۔ نفس نبی قرار پانا واقعہ مباہلہ ہم جلد اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں ناظرین کے سامنے پیش کر چکے ہیں یہہ فضائل احادیث صحیحہ سے بطریق احسن بطور تواتر ثابت ہیں آپ کے ان فضائل کا نہ کوئی مثل ہے اور نہ بدل مگر چونکہ ان فضائل میں حضرات حسنین ؑ اور حضرت فاطمہؑ بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں اس لئے اب ہم اس موقع پر ناظرین کے سامنے وہ فضائل پیش کرنا چاہتے ہیں جن کا تعلق مخصوص آپ ہی کی ذات مبارک سے ہے۔

مماثلت با انبیا علیہم التحیۃ والثنا

اس بحث میں ناظرین کے سامنے میں حضرت علی کے وہ اوصاف اور امور پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں آپ انبیاء ماسبق و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے قبل اس بحث کے ابتدا میں حدیث تمثیل پیش کیجاتی ہے۔ علامہ محب طبری ریاض النضرہ جلد ۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۱۸ میں لکھتے ہیں۔

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر الی ادم فی علمہ والی نوح فی فہمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی یحیی بن زکریا فی زھدہ والی موسی بن عمران فی بطشہ فلینظر الی علی ابن ابی طالب اخرجہ القزوینی الحاکمی۔ وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اراد	ابی الحمراء سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدم کو اور فہم میں حضرت نوح کو اور حلم میں حضرت ابراہیم کو اور زہد میں حضرت یحیی کو اور سختی میں حضرت موسی ابن عمران کو دیکھنا چاہتا ہو تو علی ابن ابی طالب کو دیکھ لے۔ قزوینی و حاکمی نے اس کی تخریج کی۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر

ان ینظر الی ابراھیم فی حلمہ والی نوح فی حکمہ والی یوسف فی جمالہ فلینظر الی علی ابن ابی طالب اخرجہ الملا فی سیرتہ[1]

کوئی شخص حضرت ابراہیم کا حلم، اور حضرت نوح کی حکمت اور حضرت یوسف کا جمال دیکھنا چاہے تو علی ابن ابی طالب کو دیکھے۔ ملا نے سیرت میں اسکی تخریج کی

اس حدیث کی ذیل میں فخر الاسلام امام فخر الدین رازی اربعین فی اصول الدین میں لکھتے ہیں کہ

ھذا الحدیث یدل علی ان علیا کان مساویا لھؤلاء الانبیاء فی ھذہ الصفات ولا شك ان ھؤلاء الانبیاء کانوا افضل من سائر الصحابۃ والمساوی الافضل افضل فوجب ان یکون علی افضل منھم۔ (ارجح المطالب ص۵۵۴)

یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی ان صفات میں انبیاء علیہم السلام کے مساوی تھے اور بلا شک انبیاء تمام صحابہ سے افضل تھے اور افضل کی برابری والا بھی افضل ہوا کرتا ہے اسلئے یہ ضروری معلوم ہوا کہ حضرت علی بھی (صحابہ) میں افضل ہوں

حضرت علی کی ذات مبارک کو جرح و قدح کے میدان میں لانے والوں نے چونکہ اس حدیث کو بھی نابحث قرار دینے کی بے سود کوشش کی ہے اس لئے میں بھی مختصراً اس حدیث کے صحت وعدم صحت پر ایک نظر ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں ذیل میں ان حضرات کے اسماء گرامی درج کرتا ہوں جنہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی اور اس کو روایت کیا۔ ناظرین اس کو پڑھ کر خود اندازہ کر لینگے کہ اس حدیث کی صحت میں ذرا بھی شک وشبہ کرنے کی گنجایش نہیں۔

(۱) ابو بکر عبد الرزاق ابن ہمام ابن نافع حمیری نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے سعید بن المسیب سے انہوں نے حضرت ابی ہریرۃؓ سے یہ حدیث روایت کی کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو من محفل من اصحابہ ان تنظروا الی ادم فی علمہ ونوح فی ھمہ وابراھیم فی خلقہ وموسی فی مناجاتہ وعیسی فی سنتہ ومحمد فی ھدیہ وحلمہ فانظروا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اصحاب کے مجمع میں فرمایا اگر تم حضرت آدم کا علم حضرت نوح کا ارادہ حضرت ابراہیم کا خلق حضرت موسیٰ کی مناجات حضرت عیسیٰ کا طریقہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

[1] ارجح المطالب صفحہ ۴۵۴ میں بھی یہ دونوں حدیثیں موجود ہیں ابی الحمرا والی حدیث بہ تخریج امام احمد وابو الخیر قزوینی وفضائل الصحابہ بیہقی مرقوم ہے اور ابن عباس والی حدیث میں اتنی عبارت الی ادم فی علمہ زائد ہے ۱۲

الی ھذا المقبل فتطاول الناس فاذا ھو علی ابن ابی طالب۔

اور حلم کو دیکھنا چاہو تو اس آنے والے کو دیکھو یہ سنکر لوگ بڑھے اُنہوں نے حضرت علی ابن ابیطالب کو پایا

عبدالرزاق ابن ہمام مشائخ اعلام سے تھے ملاحظہ ہوں کتب اسماء الرجال تاریخ یافعی و ابن خلکان و تہذیب التہذیب وغیرہ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت حدیث کی۔ علامہ ذہبی و امام احمد بن حنبل وغیرہ نے آن کی پورے طور پر توثیق کی۔ امام احمد بن حنبل کا قول محمد بن طاہر مقدسی رجال صحیحین میں لکھتے ہیں کہ اگر معمر کی حدیث میں اختلاف ہوا تو عبدالرزاق کا قول صحیح مانا جائیگا۔ ابوعبداللہ یاقوت ابن عبداللہ رومی حموی بغدادی نے معجم الادبار میں اس حدیث کو بروایت عبدالرزاق لکھا ہے اور استشہادمیں قصیدہ ابن المفجع (مصنفہ محمد بن احمد بن عبداللہ کاتب مشہور بہ ابن المفجع) کو بھی لکھا۔ یاقوت حموی کی روایت اور استدلال اس لئے اور زیادہ وقیع ہے کہ وہ (بقول ابن خلکان) نہایت تشدد اور متعصب خارجی تھا اور حضرت علی کا سخت ترین مخالف اگر ذرا بھی شک کی گنجایش ہوتی تو اوس کے قلم سے یہہ حدیث کبھی نہ نکلتی (ملاحظہ ہو ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

(۲) امام احمد ابن حنبل جو حسب تحریر امام نوذی و قول حضرت بشر حافی قائم مقام انبیا تھے جیساکہ تہذیب الاسماء واللغات سے واضح ہے۔ انکی روایت کو شیخ سلیمان حنفی بلخی نے ینابیع المودۃ صفحہ ۱۲۱ باب الاربعون فی کون علی شبیہا بالانبیاء علیہم السلام میں بہ این الفاظ لکھا ہے کہ

اخرج احمد بن حنبل فی مسندہ و احمد البیھقی فی صحیحہ عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی عزمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی موسی فی ھیبتہ والی عیسی فی زھدہ فلینظر الی علی ابن ابی طالب وقد نقل ھذا الحدیث فی شرح المواقف والطریقۃ المحمدیہ

امام احمد ابن حنبل نے اپنے مسند میں اور احمد بیہقی نے اپنی صحیح میں ابی الحمراء سے اسکی تخریج کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علم حضرت آدم و عزم حضرت نوح و حلم حضرت ابراہیم و ہیبت حضرت موسیٰ و زہد حضرت عیسیٰ کو دیکھنا چاہے وہ علی ابن ابیطالب کو دیکھے۔ یہہ حدیث شرح مواقف اور طریقہ محمدیہ میں منقول ہوئی ہے۔

(۳) ابو حاتم محمد ابن ادریس رازی نے اس حدیث کو محمد بن عبد اللہ بن المثنی انصاری سے اونہوں نے حمید سے اونہوں نے حضرت انس ابن مالک سے روایت کیا کہ مکہ معظمہ میں حضرت علی کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے میں آنحضرت آئے اور ہم سے فرمایا جو شخص علم آدم۔ فہم نوح۔ علم ابراہیم۔ شدت موسیٰ۔ زہد عیسیٰ بہا محمد و امانت جبرئیل و کوکب دری و شمس الضحیٰ و قمر المضی کو دیکھنا چاہے وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھے۔ اس روایت کو ابو محمد احمد بن محمد عاصمی نے زین الفتیٰ شرح سورہ اہل اتی میں حسین بن محمد بستی سے اونہوں نے عبد اللہ ابن ابی منصور سے اونہوں نے ابو حاتم محمد ابن ادریس رازی سے روایت کیا۔ ابو حاتم ثقات و اعاظم و مستند علما میں تھے ملاحظہ ہوں کتاب الانساب سمعانی و کامل ابن اثیر و مصنفات علامہ ذہبی مثل سیر النبلا و تذکرۃ الحفاظ و تذہیب التہذیب و تاریخ العبر و دول الاسلام و الکاشف و طبقات سبکی و تاریخ یافعی و تہذیب التہذیب و تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی و طبقات الحفاظ جلال الدین سیوطی

(۴) ابن شاہین ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان نے کتاب السنۃ میں اس حدیث کو محمد بن الحسین بن حمید بن الربیع سے اونہوں نے محمد بن عمران بن حجاج سے اونہوں نے عبید اللہ بن موسیٰ سے اونہوں نے ابی راشد حرانی سے اونہوں نے ابو ہارون عبدی سے اونہوں نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ ہم آنحضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں علی ابن ابی طالب آئے آپ نے اون کی طرف دیکھ کر فرمایا جو شخص علم آدم و حکمت نوح و حلم ابراہیم کو دیکھنا چاہے وہ انہیں دیکھے۔ ابن شاہین کے مدائح و محامد کے لئے ملاحظہ ہوں انساب سمعانی۔ کامل ابن اثیر۔ اسماء الرجال مسند امام ابی حنیفہ محمد بن محمود خوارزمی۔ طبقات جزری و تاریخ العبر ذہبی۔ تاریخ یافعی۔ طبقات و منتہی العقول سیوطی طبقات المفسرین شمس الدین داؤدی مالکی۔ تاریخ الخمیس۔ شرح مواہب۔

(۵) ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد بن محمد بن احمد بن بطہ عکبری الحنبلی نے ابو ذر احمد بن محمد باغندی سے اونہوں نے محمد باغندی سے اونہوں نے مسعر بن یحییٰ نہدی سے اونہوں نے شریک سے اونہوں نے ابن اسحاق سے، انھوں نے اپنے والد سے اونہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ ہم لوگوں کی ایک جماعت کیساتھ آنحضرت تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت علی آئے آنحضرت اون کو

دیکھ کر فرمانے لگے اگر کوئی شخص علم آدم و حکمت نوح و حلم ابراہیم کو دیکھنا چاہے تو علی ابن ابیطالب کو دیکھے اس حدیث کو محمد بن یوسف گنجی شافعی نے ابوالحسن بن المقیر بغدادی سے اونہوں نے مبارک ابن الحسن شہرزوری سے اونہوں نے ابوالقاسم ابن البُسری سے اونہوں نے ابوعبداللہ ابن بطہ عکبری سے روایت کیا۔ اسی حدیث کی بنا پر محمد ابن یوسف گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب میں ایک باب اس عنوان سے منعقد کیا۔

الباب الثالث والعشرون فی تشبیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب بآدم علیہ السلام فی علمہ وانہ مثلہ بنوح فی حکمتہ ومثلہ بابراھیم خلیل الرحمن فی حلمہ	باب تیئیس اس بیان میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابیطالب کو علم میں حضرت آدم سے تشبیہ دی اور حضرت نوح سے حکمت میں اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمن سے حلم میں تمثیل دی۔

علامہ ابن بطہ جلال الدین سیوطی کے شیوخ میں سے تھے آپ اکابر محدثین و اجلۂ فقہا سے ہیں (ملاحظہ ہوں تصانیف ذہبی و سمعانی و تراجم الحفاظ مرزا محمد بدخشانی وغیرہ)

(۶) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم ضبی طہمانی معروف بہ حاکم نے ابوجعفر محمد بن سعید سے اُنھوں نے محمد بن مسلم سے اُنھوں نے عبد ابن موسیٰ عبسی سے اُنھوں نے ابوعمر ازدی سے اُنھوں نے ابوراشد حرانی سے اُنھوں نے ابی الحمراء سے روایت کی چنانچہ ابوالموید موفق بن احمد معروف بہ اخطب خوارزم مناقب خوارزمی فصل سابع صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ مجھسے شیخ زاہد حافظ ابوالحسن علی بن احمد عاصمی خوارزمی نے بیان کیا اُن سے شیخ القضاۃ اسمٰعیل بن احمد واعظ نے اُن سے احمد بن حسین بیہقی نے اُن سے خبر دی ابوعبداللہ الحاکم حافظ صاحب تاریخ نیشاپور نے تاریخ میں احمد بن حسین بیہقی کا قول ہے کہ میں نے اس حدیث کو بجز ان سندوں کے اور کسی سند سے نہیں لکھا حاکم کی جلالت قدر و رفعت شان و تبحر حدیث و تبحر بعلم جرح و تعدیل و اسماء رجال محتاج بیان نہیں ملاحظہ ہوں کتب مشاہیر علما مثل ذہبی و سیوطی و سبکی و کفوی و ابن خلکان و ابوالفدا و ابن الوردی وغیرہ

(۷) ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصبہانی نے اس حدیث کو محمد بن احمد بن ابراہیم سے اُنھوں نے حسین بن علی بن حسین سکونی سے اُنھوں نے سعید بن مسعود بن یحییٰ بن حجاج نہدی سے اُنھوں نے

اپنے والد سے انہوں نے شریک سے انہوں نے ابو اسحاق سے انہوں نے حارث اعور علمدار حضرت علی سے روایت کی کہ مجھکو خبر پہونچی کہ آنحضرتؐ نے صحابہ کے مجمع میں فرمایا کیا میں تمہیں ایسے شخص کو دکھلاؤں جو علم میں حضرت آدم وفہم میں حضرت نوح وحکمت میں حضرت ابراہیم کا مثل ہے اتنے میں حضرت علی آئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ کس شخص پر آپ تین رسولوں کا قیاس فرماتے ہیں مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے انہوں نے عرض کیا نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا وہ علی ابن ابی طالب ہیں حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا ای ابو الحسن مبارک ہو تمہارا مثل کون ہے اس روایت کو بھی اخطب خوارزم نے مناقب خوارزمی صفحہ ۵۳ میں محدث دیلمی ابو منصور شہردار ابن شیرویہ بن شہردار ابن شیرویہ سے (اجازتاً) روایت کیا ہے اور انہوں نے ابو الفتح عبدوس ابن عبد اللہ ابن عبدوس ہمدانی سے انہوں نے ابو طالب مفضل بن محمد بن طاہر جعفری سے انہوں نے حافظ ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ بن فورک اصبہانی سے۔ محدثین میں ابن مردویہ کا پایہ بھی مسلمہ ہے ملاحظہ ہو تصانیف ذہبی وزاد المعاد ابن قیم حنبلی وزرقانی وابن کثیر وحلبی وشعراوی وسیوطی وجزری وغیرہ

(۸) ابو نعیم احمد بن عبد اللہ ابن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی نے اس حدیث کو فضائل الصحابہ میں مرفوعاً روایت کیا اس روایت میں بجائے "حکمت ابراہیم" کے "خُلت ابراہیم" ہے اس روایت کی تخریج محمد صدر عالم نے معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ میں کی۔ ابو نعیم کے حالات ان کے فضائل وتبحر علم حدیث محتاج بیان نہیں ملاحظہ ہوں کتب فضائل شافعی مصنفہ فخر الدین رازی وابن خلکان ومنہاج السنۃ لابن تیمیہ حنبلی وزاد المعاد ابن قیم واسماء الرجال جامع مسانید ابی حنیفہ وتاریخ العبر ذہبی وطبقات سبکی وکتاب الوافی بالوفیات وتاریخ یافعی وطبقات شافعیہ واسماء رجال مشکوۃ وغیرہ وغیرہ۔

(۹) احمد ابن حسین بیہقی نے اس حدیث کو حاکم سے حسب تحریر اخطب خوارزم روایت کیا انہیں کی روایت کو ابو سالم محمد بن طلحہ قرشی شافعی نے مطالب السئول صفحہ ۲۲ میں اور ابن الصباغ نور الدین علی بن محمد

اور حسین بن معین یزدی میبندی و مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشانی و احمد بن عبد القادر عجیلی نے لکھا۔
بیہقی کا شمار اعاظم علما و محدثین میں سے ہے ملاحظہ ہوں معجم الادبا یاقوت حموی و انساب سمعانی و ابن اثیر و ابن خلکان و ابو الفداء و کتب ذہبی و یافعی و سبکی و سیوطی و علی قاری و زرقانی وغیرہ

(۱۰) ابو الحسن علی بن محمد معروف بہ ابن المغازلی نے اس حدیث کو مناقب میں احمد بن محمد بن عبد الوہاب سے اونہوں نے حسین بن محمد بن حسین العدل علوی واسطی سے اونہوں نے محمد بن محمود سے اونہوں نے ابراہیم بن مہدی سے اونہوں نے ابان بن فیروز سے اُنہوں نے حضرت انس ابن مالک سے روایت کیا۔ ابن المغازلی بھی اکابر محدثین سے تھے ملاحظہ ہوں انساب سمعانی و ابن خلکان و تراجم الحفاظ میرزا محمد بدخشانی و تذکرۃ الحفاظ ذہبی وغیرہ

(۱۱) ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی نے اپنی کتاب فردوس الاخبار میں روایت کیا۔ دیلمی کے محامد کتاب رافعی و تصانیف ذہبی و فیض القدیر مناوی وغیرہ سے معلوم ہوسکتے ہیں

(۱۲) ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے زین الفتی فی شرح سورۂ ہل اتی میں بطرق متعدد ابو الحمرا سے اس حدیث کو مع اسناد روایت کیا

(۱۳) ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی نے خصائص العلویہ میں روایت کیا۔ نطنزی سمعانی کے شیخ واستاد تھے انکا حال صلاح الدین صفدی نے وافی بالوفیات میں لکھا

(۱۴) ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی نے اس حدیث کو مسند الفردوس میں اس سند سے روایت کیا کہ مجھ سے میرے والد (شیرویہ) نے بیان کیا اون سے قاضی مکی بن وکین نے اون سے علی بن محمد بن یوسف نے اُن سے فضل کندی نے اُن سے عبد اللہ بن محمد بن الحسن مولی بنی ہاشم نے اُن سے علی بن الحسین نے اُن سے احمد بن ابی ہاشم نوفلی نے اُن سے عبد اللہ بن عبید اللہ موسی نے اُن سے ابو العلاء نے اُن سے ابو اسحاق سبیعی نے اُن سے ابی داؤد نے اُن سے نقیع نے اُن سے ابی الحمرا رضی اللہ عنہ نے۔ دیلمی کا شمار مشاہیر حفاظ و اجلہ محدثین میں ہے ملاحظہ ہوں کتب ذہبی و طبقات الشافعیہ مقالید الاسانید وغیرہ

(۱۵) ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید اسحاق مکی معروف بہ اخطب خوارزم نے مناقب خوارزمی میں اس حدیث کو بہ اسناد لکھا ہے اخطب خوارزم کا شمار عمائد فقہا و اعاظم فضلا میں ہے ملاحظہ ہو جواہر مضیہ و تاریخ ابن النجار و حسن المحاضرہ وغیرہ

(۱۶) ابو الخیر رضی الدین احمد بن اسمٰعیل بن یوسف طالقانی قزوینی الحاکمی۔ انکی روایت کو محب الطبری محب الدین احمد بن عبد اللہ نے ریاض النضرہ جلد ۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۱۸ میں و ذخائر العقبیٰ شمولہ ینابیع المودۃ باب ۵۶ صفحہ ۲۱۲ میں لکھا ہے۔ ابو الخیر حاکمی کا حال کتاب التدوین رافعی و عبر ذہبی و یافعی و طبقات القراء ابن الجزری و طبقات الشافعیہ و طبقات المفسرین میں ملاحظہ ہو

(۱۷) عمر بن محمد بن خضر المعروف بہ ملا اربیلی صاحب سیرت نے وسیلۃ المتعبدین میں لکھا آن کی روایت کو محب طبری نے ریاض النضرہ و ذخائر العقبیٰ میں لکھا۔ ملا عمر اجلۂ صالحین و اکابر مشائخ سے تھے

(۱۸) نور الدین ابو حامد محمود بن محمد الصالحانی آن کی روایت توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل مصنفہ سید شہاب الدین احمد میں ہے۔

(۱۹) کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ قرشی صاحب مطالب السئول (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲ مطالب السئول)

(۲۰) محمد بن یوسف گنجی شافعی صاحب کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب (باب الثالث والعشرون)

(۲۱) محب الدین احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری صاحب ریاض النضرہ و ذخائر العقبیٰ۔

(۲۲) سید علی بن شہاب ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں اس حدیث کو اس طرح روایت کیا کہ

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اراد ان ینظر الی اسرافیل فی ہیبتہ والی میکائیل فی مرتبتہ والی جبرائیل فی جلالتہ والی آدم فی علمہ والی نوح فی خشیتہ والی ابراہیم فی خلتہ والی یعقوب فی حزنہ و الی یوسف فی جمالہ والی موسیٰ فی مناجاتہ و

حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دوست رکھے اس امر کو کہ حضرت اسرافیل کی ہیبت اور حضرت میکائیل کا مرتبہ اور حضرت جبرئیل کی بزرگی اور حضرت آدم کا علم اور حضرت نوح کا خوف اور حضرت ابراہیم کی خلت اور حضرت یعقوب کا حزن اور حضرت یوسف کا جمال اور حضرت موسیٰ کی مناجات

والی ایوب فی صبرہ والی یحییٰ فی زھدہ والی	اور حضرت ایوب کا صبر اور حضرت یحییٰ کا زہد اور حضرت
عیسیٰ فی عبادتہ والی یونس فی ورعہ و	عیسیٰ کی عبادت اور حضرت یونس کا ورع اور حضرت محمد صلی
الی محمد فی حسبہ وخلقہ فلینظر الی علی فان	اللہ علیہ وسلم کی بزرگی حسب اور خلق دیکھنا چاہے اُس کو
فیہ تسعین خصلۃ من خصائل الانبیاء	چاہئے کہ علی کو دیکھے اللہ تعالیٰ نے اُس میں پیغمبروں
جمعھا اللہ ولم یجمعھا فی احد غیرہ الحدیث	کی نوّے خصلتیں جمع کی ہیں اونکے علاوہ اور کسی میں
وعلی ذلک فی کتاب جواھر الاخبار	نہیں جمع کیں جواہر الاخبار میں یہہ حدیث مروی ہے
(ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵۸)	ہدایت السعداء میں بھی ہے۔

(۲۳) سید شہاب الدین احمد (توضیح الدلائل علیٰ ترجیح الفضائل قلمی باب ۱۸)

(۲۴) ملک العلما شہاب الدین ابن عمر دولتابادی (مناقب السادات قلمی)

(۲۵) نور الدین علی بن محمد ابن الصباغ مالکی (فصول المہمہ صفحہ ۲۱)

(۲۶) کمال الدین حسین بن معین الدین میبذی (فواتح قلمی)

(۲۷) عبد الرحمٰن بن عبد السلام الصفوری الشافعی (نزہتہ المجالس)

(۲۸) ابراہیم ابن عبد اللہ وصابی یمنی شافعی (اکتفا فی فضیلۃ اربعۃ الخلفا)

(۲۹) جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی معروف بجمال الدین محدث (اربعین فی مناقب امیر المومنین قلمی)

(۳۰) شیخ احمد بن الفضل ابن محمد باکثیر مکی شافعی (وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل قلمی)

(۳۱) مرزا محمد بن معتمد خان البدخشی (مفتاح النجا فی مناقب آل العبا قلمی)

(۳۲) محمد صدر عالم سبط شیخ ابو الرضا (معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ قلمی)

(۳۳) شیخ محمد صالح کشفی (مناقب مرتضوی صفحہ ۱۴)

(۳۴) شیخ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر یمانی صنعانی (روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ ۵۸)

(۳۵) شہاب الدین احمد بن عبد اللہ عجیلی شافعی (ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل قلمی)

(۴۶) مولانا ولی اللہ بن مولوی حبیب اللہ لکھنوی فرنگی محلی (مرأة المومنین فی مناقب اہلبیت سید المرسلین قلمی)

(۴۷) شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی (ینابیع المودة)

(۴۸) مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری (ارجح المطالب)

ان علما کے علاوہ حضرت فرید الدین عطار نیشاپوری نے اس کو نظم بھی کیا ہے ؎

اے پسر تو بے نشانی از علی — عین ولام و یا بدانی از علی

از دم عیسیٰ کسی گر زندہ خاست — او بدم دست بریدہ کرد راست

مصطفےٰ گفتش تو ئی آدم بعلم — نوح فہم آنگاہ ابراہیم حلم

ہمچو یحییٰ زہد و موسیٰ بطش کیست — گر بمیدانی شجاع دین علی است

بس محمد چون جمال دوست دید — ہر کمال را کہ آن او ست دید

اس حدیث کے صحت کے متعلق جو کچھ کہ اوپر لکھا گیا اس سے بخوبی یہہ تو ثابت ہے کہ حدیث تشبیہ کو حضرت ابوہریرہؓ حضرت انس بن مالکؓ ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ حضرت جابرؓ ۔ حضرت ابی الحمراؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور انہیں کی روایت شائع ہوئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب کرام کے مجمع میں یہہ ارشاد فرمانا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خصوصیت کے ساتھ استفسار کرنا اس حدیث کے صحیح و متواتر ہونے میں کسی شک و شبہہ کی گنجائش کو باقی نہیں رکھتا ۔ منزلت ہارونی عطا ہونا ۔ حدیث منزلت انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ اور مثیل عیسیٰ ہونا حدیث مستخرجہ بزار و ابو یعلی و حاکم سے بھی ثابت ہے ۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فیك مثلا من عیسیٰ احبہ قوم فھلکوا فیہ وابغضوا قوم فھلکوا فیہ

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اے علی تم عیسیٰ کے مثل ہو ایک قوم نے اون سے اتنی محبت کی کہ اوس میں وہ ہلاک ہوئے ایک قوم نے اون سے بغض رکھا اوس بغض میں وہ ہلاک ہوئے ۔

مرقومہ بالا احادیث سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مشابہت حضرات انبیا علیہم السلام سے

ثابت ہے۔ مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ ہدایت السعداء میں منقول ہے کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مدینہ میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت علی آئے آپ نے فرمایا کہ جو شخص حضرت آدمؑ کی صفوت۔ حضرت نوحؑ کی برکت۔ حضرت سلیمانؑ کی حشمت۔ حضرت داؤدؑ کا اخلاق۔ حضرت موسیٰ کی مناجات۔ حضرت ادریسؑ کی منزلت۔ حضرت عیسیٰ کا زہد۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کو دیکھنا چاہے وہ میرے بھائی علی کو دیکھے۔ صحابہ میں سے کسی ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سب فضائل حضرت علی میں جمع ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں اس کو میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں بارہ انبیا کے مساوی علی کو کیا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو کہا ان اللہ اصطفیٰ آدم (اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا آدم کو) علی کو کہا ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (پھر وارث کیا ہم نے اُس کتاب کا اُن کو جسکو برگزیدہ کیا ہمنے اپنے بندوں سے) حضرت نوحؑ کو کہا انہ کان عبداً شکورا (تھا وہ بندہ شکرگذار) علی کو کہا انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً (ہمنے سیدھے راستہ کی ہدایت کی بعض اُن میں شکرگذار ہیں اور بعض ناشکرے) حضرت سلیمانؑ کو کہا وآتیناہ ملکاً عظیماً۔ (اور دیا ہمنے بہت بڑا ملک) علی کو کہا اذا رایت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا (جبکہ دیکھا تم نے پھر دیکھا تمہنے بہت اور بہت بڑے ملک کو) حضرت ابراہیمؑ کو کہا وابراھیم الذی وفّی (اور ابراہیم وہ ہے جس نے پورا کیا) علی کو کہا یوفون بالنذر ویخافون یوماً کان شرہ مستطیرا (پورا کرتے ہیں منت کو اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ جس کا شر پھیلنے والا ہے) حضرت اسماعیلؑ کو کہا فلما اسلما وتلہ للجبین (جبکہ مطیع ہوئے پچھاڑا اوس کو ماتھے پر) علی کو کہا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ (بعض اُن میں سے وہ شخص ہے جو بیچتا ہے اپنے نفس کو اللہ کے رضامندی سے) حضرت ایوب کو کہا انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب (پایا ہمنے اوسکو صابر اچھا بندہ رجوع کرنے والا ہے) علی کو کہا وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا (اور بدلہ دیا اُس کو اُسکے صبر کا بہشت اور ریشمی کپڑوں سے)۔ حضرت

موسیٰؑ کو کہا انہ کان رسولاً نبیا (بیشک وہی تھا رسول اور نبی) علی کو کہا ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا (بیشک کام والے پیویں گے پیالہ کہ جس میں کافور ہوگا) حضرت داودؑ کو کہا انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (ہم نے گردانا تم کو خلیفہ زمین میں) علی کو کہا و یستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (اور خلیفہ کرینگے اون کو زمین پر جیسا کہ اون کے قبل خلیفہ کیا تھا جنہے) حضرت ادریسؑ کو کہا ورفعناہ مکانا علیا (اور بلند کیا ہم نے اون کو مکان بلند سے) علی کو کہا وسندس خضر و استبرق و حلوا اساور من فضۃ و سقٰھم ربھم شرابا طھورا (لباس دبیز و چمکدار اور پہنا جائینگے کنگن چاندی کے اور پلایا جائیگا اون کو شراب طہور) حضرت عیسیٰؑ کو کہا اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ (وصیت کی ساتھ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے) علی کو کہا والذین یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ (اور وہ لوگ ہیں جو قایم کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہی رکوع کرتے ہیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر (دی ہمنے تجھکو کوثر پس نماز پڑھ اپنے پروردگار کی اور قربانی کر) علی کو کہا عینا یشرب بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا (چشمہ ہے کہ پیتے ہیں اوس میں خدا کے بندے اور جاری کرتے ہیں اوس کو اچھی طرح)

(۱) تمثیل با حضرت آدم علیہ السلام

اللہ جل شانہ نے حضرت آدمؑ کے متعلق کلام مجید میں ارشاد فرمایا وعلم آدم الاسماء کلھا آدم کو نام سب اسما سکھائے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے متعلق ارشاد فرمایا انا مدینۃ العلم و علی بابھا و علی عیبۃ علمی میں علم کا شہر ہوں اور علی اوس کا دروازہ ہیں یا علی میرے علم کا خزانہ ہے۔ احمد بن علی عاصمی نے زین الفتیٰ میں حضرت علی کی مشابہت حضرت آدم علیہ السلام سے دس چیزوں میں ذکر کی (۱) خلق و طینت میں (۲) مکث و مدت میں (۳) صاحبیت و زوجیت میں (۴) تزویج و خلعت میں (۵) علم و حکمت میں (۶) ذہانت و فطانت میں (۷) امارت و خلافت میں (۸) عداوت و مخالفت میں (۹) وفات و وصیت میں (۱۰) اولاد و عترت میں

(۲) تمثیل با حضرت شیث علیہ السلام

تمام اولاد حضرت آدم علیہ السلام میں حضرت شیث اجود و احسن و باصلاحیت تھی حضرت آدم نے انہیں اپنا وصی مقرر فرمایا تھا۔ حضرت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وصی کیا

عن انس ابن مالك قال قلنا لسلمان سل	حضرت انس کہتے ہیں کہ ہمنے سلمان فارسی سو کہا کہ تم آنحضرت
النبي صلى الله عليه وسلم عن وصيه فقال	سے پوچھو کہ آپکا وصی کون ہو سلمان نے عرض کیا آنحضرت
سلمان يا رسول الله من وصيك فقال يا	نے فرمایا کہ موسیٰ کا وصی کون تھا سلمان نے کہا یوشع
سلمان من وصي موسى فقال يوشع بن نون	بن نون تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا
قال صلى الله عليه وسلم وصيي ووارثي يقضي	وصی اور وارث اور میرے قرض کا ادا کرنے والا اور
ديني وينجز موعدي علي ابن ابي طالب	میرے وعدوں کو پورا کرنیوالا علی ابن ابیطالب ہے
(ينابيع المودة صفحہ ۷۷ وارجح المطالب صفحہ ۲۹)	اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مناقب میں روایت کیا ہے

جود کا یہ حال تھا کہ خلعت ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا سے سرفراز ہوئے۔ احسن ہونے کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے آپ کے ذکر اور آپکے چہرہ کی طرف نظر کرنے کو عبادت فرمایا ذکر علی عبادۃ والنظر الی وجہ علی عبادۃ آپکو دیکھ کر لوگ کلمہ پڑھتے کہ لا الہ الا اللہ ما اکرم ھذا الفتیٰ۔ صلاحیت کے متعلق آیات قرآنی ناطق اور واقعات زندگی شاہد عادل ہیں۔

(۳) تمثیل با حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس نشر علوم غریبہ (مثل حکمت و ریاضی و افلاک و اسرار طبیعی و الٰہی و منطق و حساب و نجوم) میں اور فنون میں (مثل صنعت حدادی وغیرہ) کمال رکھتے تھے۔ جہاد سیفی و سنانی کی ابتدا انہوں نے کی۔ کلام مجید میں انکی مخصوص صفت صدیقیت بیان ہوئی۔ حضرت علی کی ذات سے جیسی کچھ نشر و اشاعت علوم و فنون عجیبہ و غریبہ کی ہوئی وہ اس کتاب کے پڑھنے والے پر بخوبی ظاہر ہے۔ جہاد سیفی و سنانی کا کمال مسلمہ ہے محتاج بیان نہیں۔ اب رہی صدیقیت اس کے متعلق آیت والذی جاء بالصدق وصدق بہ برہان واثق ہے۔

(۴) تمثیل با حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوحؑ تقویٰ و فہم و حکمت میں ممتاز تھے۔ حضرت علی میں بھی یہہ تینوں صفات بدرجۂ کمال موجود تھے (ملاحظہ ہوں آپ کے فضائل علمی و عملی) حضرت نوحؑ نے سفینہ کو ذریعۂ نجات قرار دیا اور جو شخص اُس پر سوار ہوا اُس نے نجات پائی۔ حضرت علی کی ذات اقدس کو آنحضرتؐ نے خود سفینۂ نوح قرار دیا۔

مثل اھل بیتی کسفینۃ نوح من رکبھا — میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کے مثل ہے جس نے اتباعت کی
نجی ومن تخلف عنھا فقد ھلک (مشکوٰۃ شریف) — اوس نے نجات پائی جسنے علیحدگی اختیار کی ہلاک ہوا

حضرت علی کا اہلبیت میں شامل ہونا ہم احسن الانتخاب میں ثابت کرچکے ہیں۔ متابعت سے مراد حُبّ حضرت علی و اہلبیت ہے۔

(۵) تمثیل با حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہودؑ کے اوصاف میں سخاوت و عبادت و حمیت تھی۔ حضرت علی کے حالات زندگی صاف بتاتے ہیں کہ آپ میں یہہ اوصاف علیٰ وجہ الکمال موجود تھے۔ مقروض متوفی کا قرض ادا کرنا۔ سائل کو روٹی کرنا کمال سخاوت کی دلیل ہے۔ عبادت کی یہہ کیفیت تھی کہ ہمعصروں کا مقولہ تھا کہ کوئی ہاشمی ایسا عابد دیکھا ہی نہیں گیا۔ رحم کا یہہ حال تھا کہ لوگ برابر آپ کو بُرا بھلا کہتے آپ درگذر فرماتے واقعات حسن خلق۔ شفقت علی الخلق۔ عفو کرم۔ حمایت قوم وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔

(۶) تمثیل با حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالحؑ زمرہ انبیاء علیہم السلام میں نہایت حسین و جمیل و تقوے و صلاحیت میں ممتاز تھے آپ کا بہترین معجزہ آپکا ناقہ تھا اُس کا عاقر یعنی قتل کرنیوالا اشقی الاولین قرار دیا گیا۔ حضرت علی کا حسن و جمال۔ حلیۂ ظاہری سے اور تقوے و صلاحیت آپ کے اعمال و افعال سے پورے طور پر واضح ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین بدیہی معجزہ حضرت علی تھے کہ جن کا قاتل اشقی الآخرین قرار پایا۔

(۷) تمثیل با حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ خلت میں ممتاز تھے۔ حضرت علی کے حلم کے واقعات اور اُس کے متعلق ارشادات نبوی ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔ خلّت دلیل شدت ہیجان یعنی محبت ہوا کرتی ہے نفع بخش محبت وہی ہے جو خدا کے ساتھ ہو حضرت علی کی محبت خدا اور رسول کے ساتھ احادیث سے ظاہر ہے جنگ خیبر میں علم دیتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لاعطین ھذہ الرایۃ رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵)	ہم ایسے شخص کو یہہ علم دینگے جو اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہو اور جسکو اللہ اور اللہ کا رسول دوست رکھتے ہیں

یا بہترین دلیل خلّت آنحضرتؐ کے ارشادات حسب ذیل ملاحظہ ہوں کہ

علی ممسوس فی ذات اللہ	علی خدا کی ذات میں دیوانہ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر خانہ کعبہ فرمائی اور بُت شکنی فرمائی۔ حضرت علی نے کعبہ کے اندر بمعیت رسول اللہ بتوں کو توڑا اور حسب ارشاد نبوی خود بمنزلہ کعبہ کے ہوئے۔ ابن المغازلی مناقب میں حضرت ابو ذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اس امت میں علی کی مثال کعبہ کی ہے جنکی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اوس کا حج فرض ہے (محرر سطور کے نزدیک یہاں پر حج سے مراد حُبّ واتباع و تعظیم و وقار ہوسکتا ہے) دیلمی کبیر فردوس الاخبار میں حضرت ابن عباسؓ سے اور ابن اثیر اسد الغابہ میں حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ اے علی تم بمنزلہ کعبہ کے ہو لوگوں کو چاہئے کہ وہ تمہارے پاس آئیں نہ کہ تم لوگوں کے پاس جاؤ۔ بعض علما کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم کے اوصاف خاصہ حسب ذیل تھے۔

(۱) عرفان (۲) خوف عاقبت باوجود مامون العاقبت ہونے کے (۳) استجابت دعا۔

حضرت علی میں بھی یہہ تینوں باتیں موجود تھیں (۱) عرفان میں کمال اتم تھا آپ کے فیض صحبت سے ہزارہا عرفا ہوتے چلے آئے اور تا قیامت ہوتے چلے جائینگے فیضان ولایت و عرفان مسدود نہیں اس سے بڑھ کر کمال عرفان کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے (۲) خوف کا یہہ عالم تھا کہ حضرت امام حسنؑ

نے ایک مرتبہ بیت المال سے شہد بلا اطلاع لے لیا تھا حضرت علی بوجہ خوف بہت روئے اور استغفار
کیا (اس قسم کے واقعات فضائل علی میں بیان ہو چکے) (۳) دعا مستلزم عبودیت ہے عبودیت اس سے زیادہ اور
کیا ہو سکتی ہے کہ مخلع بخلعت ابوتراب ہوئے۔

(۸) تمثیل با حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط کا میلان خاطر حضرت ابراہیمؑ کی جانب زائد تھا امام ثعلبی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ
حضرت لوط کا نام لوط بوجہ شدت حب ابراہیمی کے ہوا حضرت ابراہیم بھی ان کو بہت چاہتے تھے۔
حضرت علی کے حب کی حالت خود آنحضرتؐ کے ارشادات نیز جان نثاری وغیرہ سے ظاہر ہے
آنحضرت خود آپ کو اتنا چاہتے تھے کہ دعا فرماتے

اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیاً (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۶۵) یا اللہ مجھکو موت نہ دے جبتک کہ علی کو دکھا نہ دے

(۹) تمثیل با حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

حضرت اسمٰعیل (موافق خواب حضرت ابراہیمؑ) خدا کی راہ میں اور حضرت ابراہیمؑ کی محبت
وخوشنودی میں اپنی جان کو قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔ حضرت علی نے بھی شب ہجرت اپنے آپ کو ہلاکت
میں ڈالا۔ اور بارہا اپنے سے زیادہ قوی بہادروں سے مبارزت کی اور اپنی جان پر کھیلے حضرت اسمٰعیلؑ
نے اپنے والد کیساتھ کعبہ شریف کی تعمیر کی۔ حضرت علی نے آنحضرتؐ کیساتھ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ حضرت
اسمٰعیلؑ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے صادق الوعد فرمایا آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو منجز الوعد (وعدہ
کو پورا کرنیوالا) فرمایا حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو
خاتم الانبیاء تھے جنکے متعلق تمام انبیا برابر بشارتیں دیتے آئے حضرت علی کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے
حضرت امام مہدی کے ظہور کو مقدر کیا جن کے محامد و اوصاف آنحضرتؐ نے بیان فرمائے جو خاتم الاولیا ہونگے

(۱۰) تمثیل با حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق کی اولاد میں بیشتر انبیاء جلیل القدر ہوئے۔ حضرت علی کی اولاد میں ائمہ اطہار
ہوئے جو حامل کمالات وحالات آنحضرتؐ تھے۔

(۱۱) تمثیل با حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب کو جسطرح اپنی تمام اولاد میں حضرت یوسفؑ محبوب و مرغوب تھے۔ حضرت علی کے یہاں تمام اولاد میں حضرات حسنین کا وہی مرتبہ تھا۔ حضرت یعقوب کا مقبول خدا ہونا خود ان کے نام اسرائیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرا کے معنی مقبول اور ئیل کے معنی خدا کے ہیں۔ اسی طرح حضرت علی کا مقبول خدا ہونا بھی آنحضرتؐ کی اُس دعا سے ظاہر ہے جو انھوں نے دربارہ اکل طیر فرمائی تھی بلاتخصیص اسم کے اور اُس دعا کی قبولیت کا حضرت علی کی تشریف آوری سے ظہور پذیر ہونا اس سے بڑھ کر مقبولیت کی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے (واقعہ طیر کا بیان آیندہ بضمن بیان "مقبول حق" آئیگا۔ اور حدیث طیر کا بیان مع طرق متعددہ و بیان جرح و تعدیل وغیرہ مناقب المرتضی من مواہب المصطفی میں ناظرین ملاحظہ کریں گے)

(۱۲) تمثیل با حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسفؑ حسن وجمال میں مشہور تھے۔ حضرت علی بھی آنحضرت کے بعد اپنے حسن وجمال میں تمام عرب میں مشہور ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے چہرہ سے فال بھی لی۔ قاعدہ ہے کہ فال کسی اچھی چیز سے لی جاتی ہے حضرت علی کے حسن الوجہ ہونے کے اس سے بہتر اور کوئی دلیل نہیں کہ آنحضرتؐ نے فال لی۔

(۱۳) تمثیل با حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوبؑ کے خاص اوصاف میں صبر وتحمل تھا ملاحظہ ہو آیۂ کلام اللہ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ حضرت علی کے صبر وتحمل کے واقعات ہم اوپر لکھ چکے ہیں ناظرین خود اندازہ کرسکتے ہیں کہ ان امور میں آپ کسقدر حضرت ایوبؑ سے مماثل تھے۔

(۱۴) تمثیل با حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیبؑ تمام نبیوں میں نہایت فصیح اللسان تھے اسی وجہ سے ملقب بہ خطیب الانبیا تھے۔ حضرت علی کی فصاحت وبلاغت پر علمائے عرب متفق ہیں آپکے خطبات ومواعظ میں فصاحت

کی کیفیت ظاہر ہے۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق "فضائل ذہنی" ملاحظہ ہوں۔

(۱۵) تمثیل با حضرت موسیٰ علیہ السلام

حدیث تشبیہ مرقومہ بالا میں حضرت موسیٰؑ کے اوصاف بطش و شدت بیان ہوئے جن کی تمثیل حضرت علی کیساتھ دیگئی۔ حضرت موسیٰؑ میں یہہ اوصاف بلحاظ خشیت الٰہی و خوف خداوندی مخصوص طور پر تھی جس کی وجہ سے آپ ہر چیز سے بے پروا تھے۔ بعینہ حضرت علی کی بھی یہی کیفیت تھی کہ کسی معاملہ میں آپ بھی کسی کی پروا نہیں کرتے آپ کے حقیقی بھائی عقیل ابن ابی طالب ناراض ہو گئے۔ محبوب ترین شاگرد حضرت عبداللہ ابن عباس بصرہ سے چلے گئے حضرت علی نے کچھ پروا نہ کی خود آنحضرتؐ کے ارشادات کہ علی خدا کی ذات میں سخت ہے اور خدا کی ذات میں دیوانہ ہے اسی صفت کے مشعر ہیں۔

(۱۶) تمثیل با حضرت ہارون علیہ السلام

اخوت اور موافقت میں حضرت ہارونؑ فرد تھے حضرت موسیٰ نے دعا کی تھی کہ خدایا ہارون کو میرا وزیر کر اور میرے جملہ امور میں اوسکو میرا شریک بنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بھی وقت نزول آیت وانذر عشیرتک الاقربین اپنی اخوت و وزارت سے سرفراز کیا (ملاحظہ ہو احسن الانتخاب) اس کے علاوہ آنحضرت نے غزوۂ تبوک میں منزلت ہارونی سے بھی معزز و ممتاز فرمایا۔ حدیث منزلت کی تشریح مناقب المرتضےٰ من مواہب المصطفےٰ میں تفصیل سے ناظرین ملاحظہ کریں گے۔

(۱۷) تمثیل با حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضرؑ حامل مرتبۂ علم و محرم اسرار حق ہیں۔ حضرت علی کے علم کی کیفیت حدیث علی عیبۂ علمی سے تو ظاہر ہی ہے۔ محرم اسرار رسالت ہونے کے لئے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہو ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۵۶) میں نے اوس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے سرگوشی کی یہہ ارشاد نبوی غزوۂ طائف میں ہوا جب آنحضرتؐ دیر تک حضرت علی سے سرگوشی فرماتے رہے صحابہ نے اس پر کچھ کہا تھا جس پر آنحضرتؐ نے یہہ ارشاد فرمایا۔ اس سے بڑھکر محرم اسرار ہونے کی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے

(۱۸) تمثیل با حضرت یوشع علیہ السلام

حضرت یوشع نے جہاد کرکے قوم عمالقہ پر فتح پائی۔ حضرت علی نے جہاد کرکے مارقین پر فتح پائی جو امت محمدیہ میں عمالقان روزگار سے تھے۔

(۱۹) تمثیل با حضرت حزقیل علیہ السلام

حضرت حزقیل کا نام ذوالکفل تھا ان کی صفت کلام مجید میں صابر آئی و اسمٰعیل و ادریس و ذوالکفل کل من الصابرین۔ حضرت علی کے صبر کی جو کیفیت تھی اُسکی وجہ سے آپ سید الصابرین کہے جانے کے مستحق ہوئے اُسکو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

(۲۰) تمثیل با حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاسؑ کو اپنی قوم بنی اسرائیل سے اسقدر تکلیفیں پہونچیں کہ وہ جناب باری سے طالب موت ہوئے۔ حضرت علی کو بھی اپنی قوم یعنی بنی امیہ سے حد سے زیادہ تکلیفیں پہونچیں کہ آخر میں آپنے بھی موت کی خواہش بایں الفاظ کی یا اللہ ان لوگوں کے بدلے میں مجھکو بہتر صحبت عطا فرما اور اُن پر بدتر شخص مسلط کر۔

(۲۱) تمثیل با حضرت الیسع علیہ السلام

حضرت الیسع کی تعریف کلام مجید میں بلفظ خیر آئی ہے واذکر اسمٰعیل والیسع وذوالکفل کل من الاخیار۔ حضرت علی کو آنحضرتؐ نے خیر البشر فرمایا۔ حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

علی خیر البشر من ابی فقد کفر (ارجح المطالب ص۵۸۸ بروایت ابن مردویہ) علی خیر البشر ہیں جس شخص نے انکار کیا وہ کافر ہوا

(۲۲) تمثیل با حضرت شموئیل علیہ السلام

حضرت شموئیلؑ کی نبوت پر بنی اسرائیل نے حسد ظاہر کیا۔ حضرت علی کی خلافت پر جس طرح کا حسد وعناد بنی امیہ سے ظاہر ہوا وہ ناظرین کتب سیر و تواریخ سے مخفی نہیں۔

(۲۳) تمثیل با حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤدؑ صاحب حکمت تھے قضا و اجرائے احکام خاص وصف تھا ملاحظہ ہو کلام مجید

وشددنا ملکہ و اٰتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب   زور دیا ہمنے اُسکو سلطنت کا اور اُسکو تدبیر دی در فیصلہ کرنیکا

حضرت علی کی حکمت و قضا و اجراء احکام کا حال ہم اوپر مفصل درج کر چکے ہیں جس کی بہترین سند آنحضرتؐ کے ارشادات ہیں ملاحظہ ہوں الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت واقضیٰ امتی علی ابن ابیطالبؑ اور واقضاکم علی اور واقضٰھم بالقضیۃ

(۲۴) تمثیل با حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمانؑ کے اوصاف میں اصابت رائے و شکر منعم حقیقی تخصیصی طور پر قابل ذکر ہیں گرچہ بلحاظ جامعیت آپ کو سب اوصاف عطا ہوئے جس کا خود آپنے اعتراف کیا کہ

علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیٔ ان   سکھلائی ہم کو چڑیوں کی بولی اور دی ہم کو ہر چیز بیشک

ھذا لھو الفضل المبین۔   وہ صاحب فضل مبین ہے۔

حضرت علی کی اصابت آراء کے واقعات مذکور ہو چکے شکر کے حالات بھی واقعات زندگی سے واضح ہو سکتے ہیں یہاں شکر عطائے نعمت ظاہری پر تھا یہاں مواہب باطنی پر حضرت سلیمانؑ کو وحوش و طیور کے مکالمہ کا اگر علم کامل و فہم صحیح تھا تو حضرت علی کو ملائکہ کی آواز اور مکالمت میں درک کامل حاصل تھا۔ امام احمد مناقب میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اُن کے پاس چند آدمی حضرت علی کا ذکر کر رہے تھے۔ حضرت ابن عباس اُن سے کہنے لگے کہ تم ایسے شخص کا ذکر کرتے ہو جو جبرئیل کے آنے کی آواز اپنے گھر سے سنا کرتا تھا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

(۲۵) تمثیل با حضرت شعیا علیہ السلام

حضرت شعیا نبی صاحب الامر اور صاحب بطش و قوت مثل حضرت موسیٰؑ کے تھے حضرت علی کے بطش و قوت کا بیان سابق میں بہ بحث تمثیل حضرت موسیٰ آچکا۔

(۲۶) تمثیل با حضرت ارمیا علیہ السلام

حضرت ارمیا کے اوصاف میں عجز و زاری و تضرع مخصوص چیز تھی۔ حضرت علی کے عجز و انکسار

سلہ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ سلہ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ سلہ مناقب مرتضوی صفحہ ۲۷۵ سلہ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸

کا سب سے بہتر ثبوت آپ کی کنیت ابوتراب ہے

(۲۷) تمثیل با حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیرؑ کو مسئلہ قضا و قدر میں جب شبہہ ہوا تو انہوں نے مناجات کی حکم ہوا کہ اس سوال سے باز رہو ورنہ دفتر نبوت سے نام محو ہو جائے گا۔ حضرت علی پر بعنایت الٰہی و مواہب حضرت رسالت پناہی اسرار قضا و قدر کھلتے گئے جن کو آپ نے نہایت عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا۔ اس سے مقصود حضرت عزیرؑ پر حضرت علی کی فضیلت ثابت کرنا نہیں بلکہ مماثلت دکھانا ہے۔

(۲۸) تمثیل با حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونسؑ محنت۔ جفاکشی۔ امانت اور کثرت عبادت میں ممتاز تھے۔ حضرت علی کی محنت وجفاکشی کے حالات "بیان صبر بر تنگی معیشت" (جو اوپر لکھے جا چکے ہیں) اور "خانگی زندگی" سے (جو آئندہ آئیں گے) معلوم ہو سکتے ہیں امانت کا یہ حال تھا کہ وقت ہجرت جن جن لوگوں کی امانتیں آنحضرتؐ کے پاس جمع تھیں وہ سب آپ کے سپرد کی گئیں (کہ یہ جن جن کی ہیں اُن کو دیکر مدینہ منورہ آئیں) عبادت کا بیان اوپر آ چکا۔

(۲۹) تمثیل با حضرت لقمان علیہ السلام

حضرت لقمان میں علاوہ کمال حکمت کے نسبت احسانیہ کا غلبہ تھا اس نسبت کا کمال محویت میں ہوتا ہے حضرت علی کی محویت کا یہ عالم تھا کہ حالت نماز میں تیر نکالا گیا آپکو اسکی خبر نہ ہوئی۔ اس کا تفصیلی قصہ معہ نظم مولانا جامی علیہ الرحمۃ ہم بیان "عبادات حضرت علی" میں نماز کے متعلق لکھ چکے ہیں۔

(۳۰) تمثیل با حضرت دانیال علیہ السلام

حضرت دانیال شجاعت میں ممتاز تھے حضرت علی کی شجاعت اظہر من الشمس ہے آنحضرتؐ کا ارشاد ہے

هذا اسد الله فی ارضه وسیف المسلول علی اعدائه (شرف النبوۃ وارجح المطالب صفحہ ۲۹) — یہ زمین پر خدا کا شیر ہے اور دشمنوں کے لئے اُسکی برہنہ تلوار ہے۔

آپ کی شجاعت کے بہترین اسناد ہیں۔

ط۵ حضرت لقمان وحضرت دانیال کے متعلق علما سے مورخین ومفسرین میں باہم اختلاف ہے کہ آیا یہ نبی تھے یا نہیں ہم ذہنو نیکر۔۔۔

(۳۱) تمثیل با حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریاؑ دائم التسبیح الذکر تھے۔ حضرت علی میں یہہ خاص خصوصیت تھی کہ آپ جس بات کو اپنے اوپر لازم کر لیتے اُس کو ہمیشہ پابندی کے ساتھ کرتے رہتے (ملاحظہ ہو بیان ذکر عبادات حضرت علی)، سوتے وقت کی تسبیح اور ہر نماز کے بعد کی تسبیح جنگ صفین کی لیلۃ الہریر میں بھی آپ سے ناغہ نہ ہوئی اس سے بڑھکر دوام و استمرار کیا ہوسکتا ہے۔

(۳۲) تمثیل با حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ زہد میں مشہور تھے۔ حضرت علی کے حالات زندگی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ازہد العرب وسید الزاہدین والعابدین تھے۔ حالات زہد "فضائل علی" میں بیان زہد حضرت علی سے واضح ہو سکتے ہیں۔

(۳۳) تمثیل با حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰؑ سے تمثیل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بہ ایں الفاظ دی کہ اے علی تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی ایسی ہے ایک قوم اُن کی شدت محبت میں ہلاک ہوئی (اس سے مراد فرقہ نصاریٰ ہے جنہوں نے محبت میں اتنی زیادتی کردی کہ ہلاکی میں پڑے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا دیا)، دوسری قوم اُنکی اسقدر دشمن ہوئی کہ خون کی پیاسی ہوگئی (اس سے مراد یہود ہیں جنھوں نے بغض وعداوت کی حد کردی)، امام احمد ونسائی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا اے علی تم عیسیٰ کے مثل ہو یہود ایسے اُنکے دشمن ہوئے کہ اُنکی والدہ پر تہمت لگائی۔ نصاریٰ نے محبت میں ایسا رتبہ بڑھایا جو اُن کے لئے نہ تھا دیلمی فردوس الاخبار میں حضرت علی سے ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) متعلق کوئی صحیح بات لائق اعتماد نظر نہیں آتی حقیقت حال کا علم عالم حقیقی کے سوا اور کس کو ہو سکتا ہے انبیاء علیہم السلام کے حالات میں بہترین اور جامع و مانع کتاب تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء مولفہ حضرت مولانا وحید انبیا مولوی شاہ حسن بخش کاکوروی کی ہے اُس میں ان دونوں کے حالات بہ زمرۂ انبیا تحریر ہیں مع اختلافات کے لہذا یہی کتاب سند قرار دی گئی ۱۲

میری اُمت کے لوگ تیرے حق میں ایسی بات نہ کہہ گذریں کہ جو نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے حق میں کہہ رہے ہیں تو البتہ میں آج تیرے حق میں ایک بات کہتا کہ تو کسی مسلمان کے پاس سے ہو کر نہ گذرتا کہ وہ تیرے پاؤں کی خاک لیکر اُس سے برکت نہ حاصل کرتا (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۲ و مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵)

حضرت علی کو بھی ایک گروہ نے شدت محبت میں خدا بنا دیا۔ عجیب و غریب عقیدوں کا اظہار کیا آپ کی پرستش کرنے لگے اپنے آپ کو شیعان علی کے نام سے ملقب کیا صحابہ وغیرہ پر سب و شتم شروع کر دیا اور اس کو عبادت میں داخل کر لیا حضرت علی نے اپنے زمانہ میں اُن لوگوں کو تعزیری سزائیں دیں مگر وہ اپنے حرکات سے باز نہ آئے اور اپنے عقائد وغیرہ زور شور سے شائع کرنا شروع کر دیئے نتیجہ یہہ ہوا کہ اس فرقہ نے بہت زور پکڑ لیا۔ درمیان میں فرقہ بندیاں ہوگئیں انہیں سے بعض فرقہ قائل رفض ہوگئے ہیں اور بعض بھی اپنے کو اثنا عشری متبعین و جان نثاران اہلبیتؑ کہتے ہیں۔ دوسرے گروہ کی بغض و عداوت آپ کے شہادت کا باعث ہوئی یہہ فرقہ خوارج کا ہے اس کو حروری و ناصبی بھی کہتے ہیں علاوہ سب و شتم و اعتراضات۔ کے یہہ فرقہ خوارج حضرت علی کے ایمان تک کا قائل نہیں تھا دونوں گروہ شدت افراط و تفریط کی وجہ سے ہلاکت و ضلالت میں پڑ گئے اور

من یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔ — جس شخص کو اللہ گمراہ کرتا ہو تو اسکو کوئی ہدایت دینے والا نہیں

کے مصداق ہوگئے۔ پھر آنحضرت نے اُسی حدیث میں جس میں حضرت علی کی تمثیل حضرت عیسیٰ سے دی اتنا اور فرمادیا کہ علی کے منافقین مثل عیسیٰ کے مخالفین کے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی کہ

ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منہ یصدون (ارجح المطالب صفحہ ۴۷۹) — جب ابن مریم کا قصہ تمثیل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے تب تیری قوم اس سے چلانے لگتی ہے۔

(۴۳) تمثیل با حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا اظہار علیٰ وجہ الکمال جیسا حضرت علی کی ذات مبارک میں ہوا ویسا کسی اور میں نہیں ہوا خود آنحضرت کا ارشاد بھی اسی امر کا مشعر ہے کہ

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ — حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا ولہ نظیر فی امتہ وعلی نظیری اخرجہ الخلعی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴) ہر نبی کی نظیر اسکے امت میں ہوتی رہی ہے علی میری نظیر ہے (اس حدیث کی تخریج خلعی نے کی ،

حضرت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو مشابہت تامہ حاصل تھی اوسکی دو حیثیتیں ہیں مجازی و حقیقی ہم ہر حیثیت کو علیحدہ علیحدہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

۱- مجازی

(۱) دست مبارک کے متعلق۔ یعنی حضرت علی کے ہاتھ کا ناپ مثل آنحضرت صلعم کے ہاتھ کے ہونا خود آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کفی وکف علی فی العدل سواء میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ اندازہ میں برابر ہے

محب طبری ریاض النضرۃ میں لکھتے ہیں کہ کتاب الموافقۃ لابن السمان میں بروایت حبشی بن جنادہ مروی ہے کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رض کے پاس بیٹھا ہوا تھا انھوں نے فرمایا کہ جس شخص سے رسول اللہ نے کوئی وعدہ کیا ہو وہ بیان کرے۔ مجمع میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے خلیفہ رسول مجھ سے آنحضرت صلعم نے تین مٹھی بھر کر کھجور دینے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت ابو بکر رض نے یہہ سن کر فرمایا کہ اس کو حضرت علی کے پاس لیجاؤ اور ان سے کہو کہ یہہ کہتا ہے کہ مجھ سے آنحضرت صلعم نے تین مٹھی کھجور دینے کا وعدہ کیا تھا آپ اسکو تین مٹھی کھجوریں حضرت علی نے دیدیں۔ حضرت ابو بکر رض نے اس سے کہا کہ ہر مٹھی کے چھوہاروں کو گنو۔ چنانچہ وہ گنے گئے ہر ایک میں ساٹھ ساٹھ تھے کسی میں ایک کھجور کم یا زیادہ نہ تھے حضرت ابو بکر رض نے یہہ دیکھ کر فرمایا اللہ اور اس کا رسول سچا ہی آنحضرت صلعم نے ہم سے شب ہجرت غار حرا سے باہر مدینہ جاتے وقت فرمایا تھا کہ اے ابو بکر رض میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ ناپ (وسعت) میں برابر ہے

(ریاض النضرہ جلد ۲ باب رابع فصل سادس صفحہ ۱۶۴ وارجح المطالب صفحہ ۴۵۶)

(۲) حدیث تسمیہ یعنی آنحضرت صلعم کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنا سوائے حضرت علی کے اور کسی کو جائز نہیں جیسا کہ ارشاد ہے یا علی یولد لک ابن قد نحلتہ اسمی وکنیتی اے علی تمہارے ایک لڑکا ہوگا جس کے لئے میرا نام اور کنیت جائز ہوگی۔ بخاری شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم بازار میں تشریف لئے جاتے تھے ایک شخص نے اپنے ایک عزیز کو پکارا جس کا نام

محمد اور کنیت ابو القاسم بھی اُس کے پکارنے پر آنحضرتؐ متوجہ ہو گئے اس خیال سے کہ یہہ مجھ کو پکار رہا ہے اُس نے عرض کیا کہ میں نے حضور کو نہیں پکارا۔ آنحضرتؐ نے منغض ہو کر فرمایا کہ کسی کو یہہ جائز نہیں کہ نام یا کنیت میرے نام یا کنیت پر رکھے۔ صرف حضرت علی کو اسکی اجازت تھی جیسا کہ احادیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ امام احمد مسند میں حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے لئے میرا نام اور میری کنیت جائز ہوگی۔ مخلص ذہبی محمد بن الحنفیہ سے ناقل ہیں کہ وہ اپنے والد حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے فرمایا اگر تمہارے لڑکا پیدا ہو تو اُس کا نام میرے نام پر اور کنیت میری کنیت پر رکھنا صرف تم کو اس کی اجازت ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۹) سنن ابی داؤد میں محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ حضرت علی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کے بعد میرے کوئی لڑکا پیدا ہو تو میں اُس کا نام آپ کے نام پر رکھوں اور اُسکی کنیت بھی وہی رکھوں جو آپ کی کنیت ہے فرمایا ہاں۔ محرر سطور کہتا ہے کہ حضرت علی نے اپنے صاحبزادوں میں محمد بن الحنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی حضرات حسنینؓ کے بعد آپ اُنہیں سب اولاد سے زائد محبوب رکھتے تھے اور وقت وفات حضرت امام حسنؑ سے اُن کے لئے وصیت بھی فرمائی تھی (انہیں صاحبزادے کی اولاد میں ہونے کا محرر سطور کو شرف حاصل ہے)

(۳) حضرت علی کا مال غنیمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل حصہ پانا۔ حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے کہ تبوک جاتے وقت آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم کو ویسا ہی اجر ملے جیسا کہ مجھکو اور غنیمت میں بھی تمہارا حصہ میری برابر ہو (ریاض النضرہ جلد صفحہ ۱۶۴) سیرت حلبیہ میں ہے کہ علامۂ زمخشری سے فضائل عشرہ میں مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے تبوک کی غنیمت تقسیم فرمائی تو حضرت علی کو دو حصہ دئے اور ہر ایک کو ایک ایک۔ زایدہ بن الاکوع نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ یہہ آپ موافق وحی دے رہے ہیں یا اپنی طرف سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے اپنے فوج کے میمنہ پر ایک سبز عمامہ باندھے سوار کو دیکھا

تھا یا نہیں جن کے کندھوں پر گیسو لٹک رہے تھے اور وہ کفار کے میمنہ اور میسرہ فوج کو اپنے حملوں سے پراگندہ کر رہا تھا لوگوں نے عرض کیا بیشک ہمنے دیکھا تھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جنھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میرا حصہ بھی علی کو دیدینا زائدہ کہنے لگے مبارک ہو ایسے حصہ پانے والے کو (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۶)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا یودی الا انا وعلی یعنی کسی بات کو جو میرے متعلق ہو سوائے میرے اور علی کے کوئی اور ادا نہیں کرسکتا۔ امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و بغوی و ابن ابی عاصم و ابن قانع و ضیاء صاحب مختارات و ماوردی و طبرانی و ابن ابی قتیبہ و حافظ ابن عساکر دمشقی و حافظ سلفی و محب طبری بروایت حبشی ابن جنادہ لکھتے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں حاضر تھا) آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں میری متعلقہ بات سوائے میرے یا علی کے اور کوئی ادا نہیں کرسکتا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۴ ارجح المطالب صفحہ ۴۹۵ دیلمی نے بروایت ابن عباس اسکو لکھا ہے) آنحضرت سے آپکی بہترین تمثیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے آپکو اپنی جگہ پر مکہ معظمہ سورۂ برات لیکر روانہ فرمایا جسکے متعلق احادیث یہ ہیں

(۱) عن سعد قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر ببراءۃ اذا کان ببعض الطریق ارسل علیا فاخذھا منہ ثم سار بھا فوجد ابوبکر فی نفسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤدی الا انا و رجل منی اخرجہ	(۱) سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات کیساتھ مکہ کو روانہ کیا کچھ دور وہ گئے ہونگے کہ حضرت علیؑ کو انکے پیچھے روانہ کیا وہ ان سے سورۂ برات لیکر مکہ چلے گئے حضرت ابوبکر کے دل میں خیال گذرا آنحضرتؐ نے انسے فرمایا کہ اسکو بجز میرے یا جو میرا ہو اور کوئی ادا نہیں کرسکتا
(... ارجح المطالب)	
(۲) عن انس قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالبراءۃ مع ابی بکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی فدعا علیا فاعطاہ ایاھا رواہ النسائی والترمذی و قال ھذا حدیث حسن غریب	(۲) حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے سورۂ برات دیکر حضرت ابوبکر کو مکہ بھیجا پھر ان کو بلا لیا اور فرمایا کہ کسی ایک کے لائق نہیں کہ اسکی تبلیغ کرے مگر کوئی مرد میرے گھر والوں میں سے پھر حضرت علی کو بلایا اور انکو دیا نسائی اور ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے
(ینابیع المودۃ صفحہ ۸۸ و ارجح المطالب صفحہ ۴۹۳)	

(۳) عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث برأة الی اهل مکة مع ابی بکر ثم اتبعه بعلی فقال خذ هذا الکتاب فامض به الی اهل مکة فلحقته واخذت الکتاب منه قال فانصرف ابو بکر وهو کئیب قال یا رسول اللہ انزل فیّ شیٔ قال لا الا انی امرت ان ابلغه انا ورجل من اهل بیتی اخرجه النسائی (ارجح المطالب صفحہ ۲۹۳)

(۳) حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت دیکر مکہ معظمہ روانہ کیا پھر مجھ کو انکے بعد بھیجا کہ جاکر کاغذ ان سے لیلو وہ غمگین ہوکر لوٹ آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے فرمایا نہیں مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں اس سورت کو خود پہونچاؤں یا میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص لیجاے (نسائی نے اسکی تخریج کی)

(۴) عن ابن عباس قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر بسورة التوبة وبعث علیا خلفه فاخذها منه وقال لا یذهب بها الا رجل من اهل بیتی هو منی وانا منه اخرجه احمد والنسائی (ارجح المطالب صفحہ ۲۹۳)

(۴) حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو سورۂ توبہ دیکر روانہ کیا اس کے بعد حضرت علی کو روانہ کیا انہوں نے حضرت ابوبکر سے اسکو لے لیا آنحضرت نے فرمایا اسکو کوئی نہیں لیجا سکتا مگر وہ شخص کہ جو میرے اہلبیت سے ہو اور میرا ہو اور میں اسکا ہوں (احمد ونسائی نے اسکی تخریج کی)

(۵) عن ابی سعید وابی هریرة قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر فلما بلغ ضجنان سمع بغام ناقة علی فعرفه فاتاه فقال ما شانی قال خیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثنی ببراءة فلما رجعنا انطلق ابو بکر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ما لی قال خیر انت صاحبی فی الغار غیر انه لا یبلغه غیری او رجل منی یعنی علیا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ وارجح المطالب صفحہ ۲۹۳ بروایت احمد ونسائی)

(۵) ابو سعید خدری وابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت دیکر مکہ معظمہ روانہ فرمایا وہ مقام ضجنان تک پہونچے تھے کہ حضرت علی کے ناقہ کی آواز سنی جب وہ قریب آئے تو حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ میرے لئے کیا ارشاد ہوا ہے فرمایا کہ آنحضرت نے مجکو سورۂ برأت لیجانے کا حکم دیا ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ لوٹکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے کیا حکم ہوا ارشاد ہوا کہ تم میرے رفیق غار ہو مگر اس کام کو میرے سوا یا علی کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرسکتا

(۶) عن علی قال لما نزلت عشرۃ آیات من
براءۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر فبعثہ بھا لیقرأھا
علی اھل مکۃ ثم دعانی فقال لی ادرک
ابا بکر فحیثما لقیتہ فخذ الکتاب فاذھب
بہ الی اھل مکۃ فاقرأہ علیھم فلحقتہ
بالجحفۃ فاخذت الکتاب منہ ورجع ابو بکر
الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول
اللہ نزل فی شئ قال لا جبرئیل جاءنی فقال
لن یؤدی عنک الا انت او رجل منک
(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۳ وارجح المطالب صفحہ ۴۹۴)

(۷) وعنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین
بعثہ ببراءۃ قال یا رسول اللہ انی لست
باللسن ولا بالخطیب قال ما بد لی ان یذھب
بھا انا او تذھب بھا انت قال فان کان و
لا بد فاذھب انا قال انطلق فان اللہ
یسدد لسانک ویھدی قلبک قال ثم وضع
یدہ فی فمہ اخرجھما احمد
(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۳ وارجح المطالب صفحہ ۴۹۴)

حضرت علی سے مروی ہے کہ جب دس آیتیں سورہ برات
کی آنحضرت پر نازل ہوئیں تو آنحضرت نے حضرت
ابوبکر کو بلایا اور وہ آیتیں دیکر ان سے فرمایا کہ جاؤ اہل مکہ
کو سناؤ وہ چلے گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھکو بلا کر فرمایا کہ جاؤ ابوبکر جہاں ہوں اُن سے وہ کاغذ
لیکر تم اہل مکہ کو سنا دو میں چلا اور حضرت ابوبکر سے
بمقام جحفہ ملا اور اُن سے وہ نوشتہ لے لیا حضرت ابوبکر
نے واپس آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میرے حق میں
کوئی بات نازل ہوئی ہے آنحضرت نے فرمایا نہیں جبرئیل
نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ کی طرف سے کوئی دوسرا اس
فرض کو ادا نہیں کر سکتا یا تو آپ خود ہوں یا وہ آدمی
ہو جو آپ کا ہو۔

(۷) اور آپ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت مجھکو سورہ برات
کیساتھ مکہ روانہ فرمانے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
نہ میں فصیح اللسان ہوں اور نہ خطیب مقرر ارشاد فرمایا
کہ مجبوری ہے یا تو میں اس سورت کو لیجاؤں یا تم لیجاؤ
حضرت علی نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہو تو میں لئے جاتا ہوں
آنحضرتؐ نے فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو
درست اور قلب کو ہدایت یافتہ کردیگا یہہ کہکر آنحضرتؐ
نے اپنا ہاتھ میری منہ پر رکھا (ان دونوں کی تخریج احمد نے کی)

اسی مضمون کی حدیث حضرت جابر سے بھی ریاض النضرہ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۷۳ میں بروایت نسائی

وینابیع المودۃ صفحہ ۸۸ مجمع الفوائد سے منقول ہے۔ اسی دعا کی برکت تھی کہ فصحاے عرب و عجم حضرت علی کی فصاحت و بلاغت کا لوہا مانگئے تھے۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سورۂ برأت دیکر مکہ معظمہ اس لئے بھیجا تھا کہ عرب کا قاعدہ ہے کہ عہود و مواثیق قبیلہ کا سردار یا اُس کا شریک یا وہ جو اُس کا قائم مقام ہو کیا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قاعدہ کے لحاظ سے آپ کو روانہ فرمایا تاکہ اہل عرب اس بات کو سمجھ لیں کہ آپ آنحضرتؐ کے قائم مقام ہیں (تذکرۂ خواص الامہ سبط ابن الجوزی صفحہ ۲۳ وارجح المطالب صفحہ ۹۴)

۲۔ تحقیقی

(۱) حدیث تخلیق یعنی آنحضرتؐ کے جسم اقدس اور حضرت علی کے جسم اطہر کا ایک خاک پاک سے بنایا جانا (انا و علی من تربۃ واحدۃ)

عن انس بن مالک قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل مولود یولد فھو فی سیرۃ من التربۃ التی خلق منھا و انا و علی ابن ابی طالب خلقنا من تربۃ واحدۃ اخرجہ العاصمی (ارجح المطالب صفحہ ۴۶۳)

حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ جو لڑکا پیدا ہوتا ہے اُسکی ناف میں خاص اُس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے کہ وہ پیدا کیا جاتا ہے میں اور علی ابن ابیطالب ایک ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں (ابو محمد احمد عاصمی نے زین الفتی میں اسکو لکھا ہے)

(۲) آنحضرتؐ کے خون و گوشت اور حضرت علیؑ کے خون و گوشت کا ایک ہونا ان علیاً لحمہ لحمی و دمہ دمی

(۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا علی لحمہ لحمی و دمہ دمی (ینابیع المودۃ صفحہ ۵)

(۱) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ علی ہیں انکا گوشت میرا گوشت ہے اور اُن کا خون میرا خون ہے

(۲) و عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لام سلمۃ یا ام سلمۃ ان علیا لحمہ لحمی و دمہ دمی (ارجح المطالب صفحہ ۵۹۱)

(۲) اور انہیں سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا اے ام سلمہ علی کا گوشت میرا گوشت اور اُس کا خون میرا خون ہے۔

(۳) و عن علی قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتحت خیبر انت باب علمی و

(۳) حضرت علی فرماتے ہیں کہ جس روز میں نے خیبر کو فتح کیا تو آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے علم کا دروازہ ہو تمہاری

ولدك ولدی ولحمك لحمی و دمك دمی۔

(۴) وعن ابن مسعود قال خرج رسول الله صلی الله علیہ وسلم من بیت زینب بنت جحش واتی بیت ام سلمۃ وکان یومها من رسول الله فلم یلبث اذ جاء علی فدق الباب دقا خفیفا فاثبت النبی الدق وانکرتہ ام سلمۃ فقال رسول الله قومی فافتحی لہ الباب قالت یا رسول الله من ھذا الذی افتح لہ الباب ینظر بمحاسنی وقد نزلت فی آیۃ من کتاب الله بالامس فقال لها صلی الله علیہ وسلم کھیئۃ المغضب ان طاعۃ الرسول کطاعۃ الله ومن عصی الرسول فقد عصی الله ان بالباب رجلا لیس بنزق ولا علق رجل یحب الله ورسولہ ویحبہ الله ورسولہ ففتحت الباب فدخل فقال رسول الله یا ام سلمۃ اتعرفینہ قالت نعم یا رسول الله ھذا علی بن ابی طالب قال صدقت لحمہ من لحمی ودمہ من دمی ھو عیبۃ علمی اسمعی یا ام سلمۃ واشھدی وھو قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین من بعدی فاسمعی اشھدی

بیٹا میری بیٹا اور تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہی

(۴) عبد اللہ ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ حضرت زینب بنت جحش کے مکان سے حضرت ام سلمہ کے یہاں تشریف لیگئے وہ دن اُن کی باری کا تھا کچھ ہی دیر کے بعد حضرت علی تشریف لائے اور آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا آنحضرتؐ نے کھٹکھٹانا بھی سنا اور یہہ بھی سمجھ گئے کہ حضرت ام سلمہ کو اچھا نہ معلوم ہوا آنحضرت نے اُن سے فرمایا اُٹھکر دروازہ کھولدو حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ کون ہی جسکے لئے میں دروازہ کھولوں کہ وہ میری چہرہ کو دیکھے کل ہی میری اور سب ازواج کے متعلق آیت حجاب نازل ہوچکی ہی۔ آنحضرت کو یہہ سنکر ناگوار ہوا آپنے فرمایا خدا کی رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہی جس نے رسول کی حکم کی نافرمانی کی اُس نے خدا کی حکم کی نافرمانی کی دروازہ پر ایسا شخص ہی جو نہ متلون مزاج ہی اور نہ عشق باز بلکہ وہ ہی جو اللہ اور اُس کی رسول کو دوست رکھتا ہی اور اللہ اور اسکا رسول اُسکو دوست رکھتی ہیں پھر حضرت ام سلمہ نے دروازہ کھولدیا حضرت علی اندر تشریف لائے آنحضرت نے فرمایا اے ام سلمہ تم پہچانتی ہو یہہ کون ہی اُنھوں نے کہا یہہ علی بن ابی طالب ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ سچ کہتی ہو اس کا گوشت میرا گوشت ہے

لو ان عبدا عبد الله الف عام بين الركن
والمقام ثم لقي الله عزوجل مبغضا لى و
عترتي اكبه الله على منخريه يوم القيامة
في نار جهنم اخرجه امام الرافعي في
تاريخ قزوين المسمى بالتدوين
في ترجمة ابراهيم بن زيد النخعي
من التابعين والخوارزمي وابونعيم
واليمني والوصابي في الاكتفا في فضائل
اربعة الخلفا۔

(ارجح المطالب صفحہ ۵۹۱)

اور اُسکا خون میرا خون ہے اور یہہ میری علم کا مخزن
ہے ام سلمہ سن رکھو اور گواہی دینا کہ یہہ میرے بعد ناکثین
وقاسطین ومارقین سے جنگ کرنیوالا ہے یہہ میرے
دشمنوں کو توڑیگا اگر کوئی شخص ایک ہزار برس درمیان
رکن ومقام کے خدا کی عبادت کرے اور خدا کے سامنے میرا
اور علی اور میری عترت یعنی اولاد کا بغض لیکر جائے تو خدا
اُس کو قیامت کے دن جہنم میں اوندھا گرائیگا امام
رافعی نے تاریخ قزوین میں جس کا نام تدوین ہے تحت ترجمہ
ابراہیم بن زید نخعی تابعین سے اور خوارزمی وابونعیم ویمنی
ووصابی نے اکتفا فی فضائل اربعۃ الخلفا میں اُسکی تخریج کی

(۱۳) حدیث الشجرہ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کا ایک شجرہ سے ہونا انا وعلی من شجرۃ واحدۃ والناس من اشجار شتی۔ اس حدیث کو صحابہ میں سے حضرت علی۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت جابر ابن عبد اللہ اور ابوامامہ باہلی نے روایت کیا اور محدثین وعلما میں سے حسب ذیل حضرات نے اس حدیث کو لکھا سلیمان بن احمد طبرانی۔ ابوعبد اللہ محمد حاکم۔ احمد بن موسیٰ۔ بن مردویہ اصبہانی۔ ابوالحسن علی بن محمد الجلابی معروف بابن المغازلی۔ شیرویہ بن شہردار دیلمی۔ ابوالمؤید موفق بن احمد اخطب خوارزم مکی۔ محمد بن یوسف زرندی۔ سید شہاب الدین احمد۔ شمس الدین محمد لاہجی نوربخشی۔ حسین ابن معین الدین میبذی۔ جلال الدین سیوطی۔ علی متقی۔ ابراہیم وصابی۔ جمال الدین محدث عبد الرؤف مناوی۔ شیخ بن محمد حضرمی۔ مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشی۔ محمد صدر عالم۔ نظام الدین احمد دہلوی۔ مولوی محمد مبین فرنگی محلی۔ شیخ سلیمان بلخی قندوزی۔ عبید اللہ بسمل امرتسری

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا وعلی من
شجرۃ واحدۃ والناس من اشجار شتی

(۱) فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میں اور علی
ایک درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے

در اوسط طبرانی و صواعق محرقہ از جابر بن عبداللہ
انصاری و در مودات از ابن عباس مروی است
کہ رسول گفت من و علی از یک درختیم و آدمیان
دیگر از درخت پراگندہ ؎

طبرانی نے معجم اوسط میں اور صاحب صواعق محرقہ
نے جابر بن عبداللہ انصاری سے اور مودات میں
ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں اور علی ایک
درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔

شجر معرفت رسول خدائے — گفت در شان قاتل کفرہ
خلقت ناس ہر یک از شجریست — من و او ہر دو از یکے شجرہ

(مناقب مرتضوی شیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۴۷ و ارجح المطالب صفحہ ۴۵۰ بروایت طبرانی از حضرت جابر و ابو امامہ باہلی)

(۲) اخبرنی حسین بن علی التمیمی حدثنا
ابو العباس احمد بن محمد حدثنا هارون بن
حاتم انبانا عبد الرحمن بن ابی حماد حدثنی
اسحق بن یوسف عن عبد الله بن عقیل
عن جابر بن عبد الله قال سمعت رسول الله
صلی الله علیه وسلم یقول لعلی یا علی الناس
من شجرة شتی وانا وانت من شجرة
واحدة ثم قرأ رسول الله صلی الله علیه
وسلم وجنات من اعناب وزرع ونخیل
صنوان وغیر صنوان یسقی بماء واحد
هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه
(مستدرک للحاکم کتاب التفسیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ و ارجح المطالب
صفحہ ۴۵۷)

(۲) خبر دی مجھکو حسین بن علی تمیمی نے کہ حدیث بیان کی
ہم سے ابو العباس احمد بن محمد نے کہ حدیث بیان
کی ہم سے ہارون بن حاتم نے کہ خبر دی ہم کو عبد الرحمن
بن ابی حماد نے کہ حدیث بیان کی مجھ سے اسحق بن
یوسف نے اُنہوں نے روایت کی عبد اللہ بن عقیل
سے اُنھوں نے جابر بن عبد اللہ سے کہ کہا سُنا میں نے
آنحضرت کو حضرت علی سے فرماتے ہوئے کہ اے
علی لوگ مختلف درخت سے ہیں اور میں اور تم
ایک درخت سے ہیں پھر آنحضرت نے یہہ آیت
(جسکا ترجمہ یہہ ہے) پڑھی انگور کے باغات اور کھیتیاں
اور کھجوریں ایک جڑ کی اور متفرق جڑوں کی ایک پانی سے
سیراب کیجاتی ہیں حاکم کا قول ہے کہ یہہ حدیث صحیح الاسناد
ہے بخاری و مسلم نے اسکی تخریج نہیں کی

(۳) ابو الحسن علی بن محمد معروف بہ ابن المغازلی نے مناقب میں بروایت حضرت جابرؓ اس حدیث کو

باسناد روایت کیا (ارجح المطالب صفحہ ۵۴) ابن المغازلی کے رواۃ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر (۲) ابوزکریا (۳) حافظ عبدالرحمٰن بن احمد بن نصرازدی (۴) ابومحمد حافظ عبدالغنی بن سعید ازدی (۵) یوسف بن القاسم (۶) علی بن عباس (۷) محمد بن مروان (۸) ابراہیم بن الحکم (۹) حکم (۱۰) ابی مالک (۱۱) عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم

(۴) ابوبکر احمد بن مردویہ اصبہانی (مناقب خوارزمی صفحہ ۸۶ و ارجح المطالب صفحہ ۴۵۷)

(۵) شیرویہ ابن شہردار دیلمی صاحب فردوس الاخبار (مناقب خوارزمی صفحہ ۸۶ و ارجح المطالب صفحہ ۵۴ و کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴)

(۶) ابوالمؤید موفق بن احمد اخطب خوارزم مکی (مناقب خوارزمی صفحہ ۸۶) رواۃ خوارزمی حسب ذیل ہیں

(۱) سید الحفاظ ابومنصور شہردار بن شیرویہ دیلمی صاحب مسند الفردوس (۲) عبدوس ابن عبداللہ ہمدانی (۳) ابوطالب فضل بن محمد (۴) حافظ ابوبکر بن مردویہ (۵) جد ابوبکر بن مردویہ (۶) عبداللہ بن اسحاق (۷) محمد بن احمد (۸) احمد بن ابی العوام (۹) ابوالعوام (۱۰) عمر بن عبدالغفار (۱۱) محمد بن علی (۱۲) عبداللہ بن محمد (۱۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم

(۷) محمد بن یوسف زرندی (درر السمطین قلمی)

(۸) سید شہاب الدین احمد (توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل قلمی)

(۹) شمس الدین لاہجی نوربخشی (مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز صفحہ ۱۰۱)

(۱۰) حسین میبذی (فواتح شرح دیوان حضرت علی قلمی)

(۱۱) جلال الدین سیوطی (قول جلی فی فضائل علی حدیث ثالث عشر[۱۳])

(۱۲) ملا علی متقی (کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴)

(۱۳) ابراہیم بن عبداللہ وصابی (الاکتفا بروایت حضرت علی و جابر ابن عبداللہ)

(۱۴) جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب (اربعین قلمی حدیث رابع)

(۱۵) عبدالرؤف مناوی (کنوزالحقائق مشمولہ ینابیع المودۃ باب ۵۶ صفحہ ۱۷۹)

(۱۶) شیخ محمد حضرمی (کنز البراہین الکسبیۃ لسادات المشائخ العلویہ قلمی)

(۱۷) مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشی (مفتاح النجا قلمی باب ثالث فصل خامس و فصل حادی عشر)

(۱۸) مولوی محمد صدر عالم (معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ قلمی)

(۱۹) مولوی نظام الدین دہلوی (تحفۃ المحبین قلمی خاتمہ در بیان فضائل حضرت علی و ائمہ و جوب محبت شان)

(۲۰) مولوی محمد مبین فرنگی محلی (وسیلۃ النجات صفحہ ۶۹)

(۲۱) شیخ سلیمان بلخی قندوزی (ینابیع المودۃ صفحہ ۹ و باب العشرون صفحہ ۹۱)

(۲۲) مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۷)

اس کے علاوہ حدیث شجرہ دوسرے طریقہ پر بھی مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہیں اور حضرت علی اُسکی فرع اور حضرات حسنین علیہما السلام اُس کے اغصان ہیں اس حدیث کو عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبل شیبانی۔ سلیمان بن احمد طبرانی۔ ابو نعیم۔ ابن المغازلی۔ ابن عساکر۔ محمد بن یوسف گنجی۔ ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی۔ سید شہاب الدین احمد نے روایت کیا۔ جس میں سے تین طریقہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) عن ابی امامۃ الباھلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق الانبیاء من اشجار شتی وخلقنی وعلی من شجرۃ واحدۃ فانا اصلھا وعلی فرعھا وفاطمۃ لقاحھا والحسن والحسین ثمرھا فمن تعلق من اغصانھا نجا ومن زاغ عنھا ھوی ولو ان عبدا عبد اللہ بین الصفا والمروۃ الف عام ثم لم یدرک محبتنا اکبہ اللہ علی منخریہ فی النار ثم تلا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ

(۱) ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو متفرق شجروں سے پیدا کیا اور مجھکو اور علی کو ایک شجرہ سے پیدا کیا میں اُسکی جڑ ہوں اور علی اُسکی شاخ اور فاطمہ پیوند اور حسنین اُسکے پھل جس شخص نے اُسکی شاخیں پکڑیں وہ نجات پائیگا اور جس نے اُسکو چھوڑ دیا وہ اوندھا گریگا اگر کوئی شخص ہزار برس مابین صفا و مروہ خدا کی عبادت کرے اور ہماری محبت نہ حاصل کرے تو اللہ اُسکو ناک کے بل آگ میں گرا ئیگا پھر آنحضرت نے یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

فى القربى اخرجه الطبرانى

(ارجح المطالب صفحہ ۲۵۴)

(۲) عن ابى الزبير المكى قال سمعت جابر بن عبد الله يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفات وعلى تجاهه فاومى النبىؐ الى على وقال اذن منى فدنا على منه فقال خمس فى خمسى يعنى كفك فى كفى يا على خلقت انا وانت من شجرة انا اصلها وانت فرعها والحسن والحسين اغصانها فمن تعلق بغصن منها ادخله الله الجنة يا على لو ان امتى صاموا حتى يكونوا كالحنايا وصلوا حتى يكونوا كالاوتار ثم ابغضوك لاكبهم الله تبارك وتعالى على وجوههم فى النار اخرجه عبد الله بن احمد بن حنبل وابو نعيم وابن المغازلى فى المناقب والطبرانى وابن عساكر (ارجح المطالب صفحہ ۲۵۵)

(۳) وعن عاصم بن حمزة عن على قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله خلقنى وعليا من شجرة انا اصلها وعلى فرعها والحسن والحسين ثمرها والشيعة ورقها فهل يخرج من الطيب الا الطيب انا مدينة العلم وعلى بابها فمن اراد العلم فليات الباب اخرجه الخطيب فى تاريخه والكنجى فى كفاية الطالب (ارجح المطالب صفحہ ۲۵۸)

اے محمد میں تم سے اسپر کوئی اجر نہیں مانگتا بجز محبت قرابت داروں یعنی اہلبیت کے (طبرانی نے اسکی تخریج کی)

(۲) ابو الزبیر مکی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت جابر سے سنا کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ عرفات پر رونق افروز تھے حضرت علی آنحضرتؐ کے سامنے تھے آنحضرتؐ نے انکو اپنے پاس بلایا جب آئے تب آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا اے علی اپنے پنجہ کو میرے پنجہ میں ڈالو میں اور تم ایک شجرہ سے پیدا ہوئے ہیں میں اصل ہوں اور تم اسکی فرع اور حسنین اسکی شاخیں ہیں جو شخص ان شاخوں کو پکڑیگا اللہ تعالی اسکو جنت میں داخل کریگا اے علی اگر میری امت کے لوگ اسقدر روزے رکھیں کہ شکل کمان کی ٹیڑھی ہو جائیں یا اسقدر نمازیں پڑھیں کہ شکل تار کے باریک ہو جائیں پھر بھی اگر تم سے بغض رکھیں تو اللہ تعالی انکو منہ کے بل دوزخ میں ڈالیگا (عبد اللہ بن احمد بن حنبل وابو نعیم وابن المغازلی طبرانی وابن عساکر نے اسکی تخریج کی)

(۳) عاصم ابن حمزہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت فرماتے تھے اللہ تعالی نے مجھکو اور علی کو ایک شجرہ سے پیدا کیا ہیں اسکی اصل ہوں اور علی اسکی فرع اور حسنین اسکے پھل اور محبین اسکے پتے ہیں پاکیزہ آدمی سے بجز پاکیزہ چیز کے اور کیا ظاہر ہوتی ہے میں مدینہ علم ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں جو شخص شہر علم تک پہونچنا چاہے اسکو لازم ہے کہ دروازہ سے آوے (خطیب نے تاریخ میں اور کنجی نے کفایۃ الطالب میں اسکی تخریج کی)

(۴) حدیث نور۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کا ایک نور سے ہونا انا وعلیؑ من نور واحد

(اسمائے صحابۂ کرام رواۃ حدیث نور)

(۱) حضرت علی ابن ابی طالبؑ۔ آپکی روایت کو صالحانی۔ کلاعی۔ سید محمد جعفر مکی۔ ابراہیم وصابی۔ محمد واعظ ہروی۔ محمد صدر عالم نے لکھا ہے

(۲) حضرت امام حسینؑ۔ آپکی روایت کو عاصمی۔ اخطب خوارزم۔ مطرزی۔ شہاب الدین احمد نے لکھاہے

(۳) حضرت سلمان فارسیؓ۔ انکی روایت کو احمد بن حنبل۔ عبداللہ ابن احمد۔ ابن المغازلی۔ شیرویہ دیلمی نطنزی۔ شہردار دیلمی۔ اخطب خوارزم۔ ابن عساکر۔ حموینی۔ شرف الدین محمود طالبی۔ علی ہمدانی۔ محمد بن یوسف کنجی۔ محب الدین طبری۔ ابراہیم وصابی۔ محمد واعظ ہروی۔ محمد صدر عالم نے لکھا ہے

(۴) حضرت ابوذر غفاریؓ انکی روایت کو ابن المغازلی نے لکھا ہے

(۵) حضرت جابر ابن عبداللہؓ۔ انکی روایت کو بھی ابن المغازلی نے لکھا ہے

(۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ آن کی روایت کو خطیب بغدادی۔ نطنزی محمد بن یوسف کنجی حموینی زرندی۔ شہاب الدین احمد۔ جمال الدین محدث نے ذکر کیا ہے

(۷) حضرت ابوہریرہؓ۔ انکی روایت کو ابو المویدٔ ابراہیم بن محمد حموینی نے لکھا ہے

(۸) حضرت انس ابن مالکؓ۔ اُن کی روایت کو ابو محمد احمد بن محمد علی عاصمی نے لکھا ہے

(اسمائے تابعین عظام رواۃ حدیث نور)

(۱) حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام (۲) ابو عمر زاذان کندی (۳) ابوعثمان نہدی (۴) سالم بن ابی الجعد اشجعی (۵) ابوزبیر محمد بن مسلم اسدی مکی (۶) عکرمہ ابن عبداللہ بربری مولی ابن عباس (۷) عبدالرحمٰن بن یعقوب جہنی مدنی (۸) ابو عبیدہ حمید الطویل بصری۔

(اسمائے محدثین وعلمائے کبار رواۃ حدیث نور)

(۱) امام احمد بن محمد حنبلؒ۔ ان کی روایت کو ابو المظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامہ فی معرفۃ الائمہ صفحہ ۲۸ میں اس طرح لکھا ہے کہ

قال احمد فی الفضائل حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن خالد بن معدان عن زاذان عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت انا و علی ابن ابی طالب نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باربعۃ الاف عام فلما خلق آدم قسم ذلک النور جزئین فجزء انا و جزء علی و فی روایۃ خلقت انا و علی من نور واحد۔

احمد نے فضائل میں کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے عبد الرزاق نے اُنہوں نے معمر سے اُنہوں نے زہری سے اُنہوں نے خالد بن معدان سے اُنہوں نے زاذان سے اُنہوں نے سلمان فارسی سے اُنہوں نے آنحضرت صلعم سے کہ فرمایا آپ نے میں اور علی خدا کے سامنے ایک نور تھا حضرت آدم کے پیدا ہونے سے چار ہزار سال قبل پس جب آدم پیدا ہوئے تو اس نور کی تقسیم دو جزؤں پر ہوئی ایک جزء میں میں ہوں اور دوسری میں علی اور ایک روایت میں ہے کہ میں اور علی ایک نور سے پیدا کیا گیا۔

اس حدیث کے رواۃ میں سب ثقہ ہیں فضائل محامد عبد الرزاق و معمر و زہری محتاج بیان نہیں، خالد بن معدان و زاذان کا ثقہ ہونا بھی تصانیف ذہبی و ابن حجر عسقلانی میں موجود ہے امام احمد ابن حنبل رحمہ کے مدائح و مفاخر و فضائل و مآثر بھی روز روشن کی طرح واضح و لائح ہیں جس سے انکار نہیں ہو سکتا (ملاحظہ ہوں کتب تواریخ و اسماء الرجال وغیرہ) سبط ابن الجوزی کے محامد جامع مسانید ابی حنیفہ و تاریخ ابن خلکان و تاریخ العبر ذہبی و تاریخ ابو الفدا و تاریخ یافعی و کشف الظنون وغیرہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اُن کی تصنیف تذکرۃ خواص الامہ مشہور و معروف کتاب ہے ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اور مرزا محمد بدخشی نے مفتاح النجا میں اور دیگر علما نے اپنی اپنی تصنیفات میں اس سے استدلال کیا ہے ابن الوردی نے تتمۃ المختصر فی اخبار البشر میں انکے حال میں تصریح سے لکھا ہے کہ سبط ابن الجوزی کے تصانیف میں تذکرۂ خواص الامہ ہے۔ اس حدیث کے متعلق سبط ابن الجوزی لکھتے ہیں۔

فان قیل فقد ضعفوا هذا الحدیث فالجواب ان الحدیث الذی ضعفوه غیر هذه الالفاظ وغیر الاسناد اما اللفظ خلقت انا و هرون بن

پس اگر کہا جائے کہ یہہ حدیث ضعیف کیگئی ہے اُسکا جواب یہہ ہے کہ جو حدیث ضعیف کیگئی ہے اُسکی نہ یہہ اسناد ہیں اور نہ یہہ الفاظ۔ الفاظ یہہ ہیں کہ میں اور ہارون ابن عمران و یحییٰ ابن زکریا و علی

عمران و یحیی بن زکریا و علی ابن ابی طالب من طینة
واحدة وفی روایة خلقت انا و علی من نور وکنا من
یمین العرش قبل ان یخلق الله ادم بالفی عام فجعلنا
ننقلب فی اصلاب الرجال الی عبد المطلب اما للاسناد
فقالوا فی اسناده محمد بن خلف المروزی وکان
مغفلا وفیه ایضا جعفر بن احمد بن بیان وکان
شیعیا والحدیث الذی رویناه یخالف هذا اللفظ
والاسناد رجاله ثقات فان قیل عبد الرزاق کان
یتشیع قلنا هو اکبر شیوخ احمد بن حنبل ومشی
الی صنعاء من بغداد حتی سمع منه وقال ما
رایت مثل عبد الرزاق ولو کان فیه بدعة
لما روی عنه ومازال الی ان مات یروی عنه
ومعظم الاحادیث التی فی المسند رواها
من طریقه وقد اخرج عنه ایضا فی الصحیح
(صفحہ ۲۸)

ابن ابیطالب ایک مٹی سے پیدا کئے گئے دوسری روایت یہ ہے کہ ہم
اور علی ایک نور سے پیدا کئے گئے اور ہم عرش کی داہنی جانب آدم
علیہ السلام کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال قبل تھے اور ہم مردوں
کی پیٹھ میں منتقل ہوتے رہے عبد المطلب تک اسناد میں
لوگوں کا قول ہے کہ اس سند میں محمد بن خلف مروزی
ہیں جو متروک ہیں اور اس میں جعفر بن احمد بن بیان ہیں
جو شیعی تھے جس حدیث کو روایت کیا وہ ان الفاظ اور
اسناد کے مخالف ہے اسکی اسناد میں سب رجال ثقہ ہیں اگر
یہہ کہا جائے کہ عبد الرزاق میں شیعہ پن تھا تو ہم یہہ کہیں گے
کہ وہ احمد ابن حنبل کی بہت بڑی شیوخ میں تھے وہ صنعاء سے
بغداد گئے یہاں تک کہ ان سے حدیث سُنی اور کہا کہ میں نے
عبد الرزاق کی مثل نہیں دیکھا اگر اُن میں بدعت ہوتی تو
اُن سے وہ روایت ہی کیوں کرتے اور ہمیشہ وقت موت تک
اسی حال پر رہے سب سے بڑی حدیثیں جو انھوں نے روایت کیں
وہ مسند میں ہیں کسی طریقہ سے اُن سے روایت کی اور
صحیح میں بھی اُن سے تخریج کی گئی

(۴) ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی - اُن کی روایت کو احمد بن محمد عاصمی نے زین الفتی فی شرح
سورۂ ہل اتی میں حسب ذیل اسناد سے روایت کیا (۱) حسین بن محمد (۲) عبد اللہ بن ابی منصور (۳)
محمد بن بشر (۴) محمد ابن ادریس رازی (۵) محمد بن عبد اللہ بن المثنی (۶) حمید الطویل (۷) انس ابن مالک

عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم خلقت انا و علی من نور واحد

انس ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ
مخلوقات کی پیدائش سے قبل ہم اور علی ایک نور سے پیدا

نسبح الله عزوجل فی یمنة العرش قبل خلق الدنیا
ولقد سکن آدم الجنة ونحن فی صلبه ولقد رکب
نوح السفینة ونحن فی صلبه ولقد قذف ابراهیم
فی النار ونحن فی صلبه فلم نزل یقلبنا الله عزو
جل من اصلاب طاهرة الی ارحام طاهرة
حتی انتهی بنا الی صلب عبد المطلب فجعل
ذلک النور بنصفین فجعلنی فی صلب عبد الله
وجعل علیا فی صلب ابی طالب وجعل
فی النبوة والرسالة وجعل فی علی الفروسیة
والفصاحة واشتق لنا اسمین من اسمائه
فرب العرش محمود وانا محمد وهو الاعلی و
هذا علی۔ (ارجح المطالب صفحہ ۴۶۲)

ہوئی اور عرش کے داہنی بازو کی طرف خدا کی تسبیح کیا کرتے
تھے جب حضرت آدم بہشت میں رکھی گئی تو ہم اُن کی پشت
میں تھے اور جب حضرت نوح کشتی پر سوار ہوئی تو اُسوقت ہم
اُنکی پشت میں تھے اور جب حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے
تو ہم اُنکی پشت میں موجود تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمکو اصلاب
طاہرہ سے ارحام طاہرہ کیطرف منتقل کرتا رہا حتیٰ کہ عبد المطلب
کے صلب کیطرف منتقل کر کے اُس نور کو دو حصوں میں منقسم
کردیا مجھکو عبد اللہ کے صلب میں اور علی کو ابو طالب کے
صلب میں گردانا مجھکو نبوت اور رسالت سے اور علی کو شجاعت
اور فصاحت سے ممتاز فرمایا اور اپنی اسمائے حسنہ سے دو نام
مشتق فرمائے چنانچہ رب العرش محمود ہیں محمد ہوا اور وہ اعلیٰ
ہے یہ علی ہوئے۔

(۳) عبد اللہ ابن احمد بن محمد بن حنبل۔ اُن کی روایت زوائد المسند میں حسب ذیل اسناد سے ہے
(۱) حسن (۲) احمد بن مقدام عجلی (۳) فضیل بن عیاض (۴) ثور بن یزید (۵) خالد بن معدان (۶)
زاذان (۷) سلمان فارسی (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ا ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹) عبد اللہ بن احمد بن حنبل کے
مدائح تذکرہ الحفاظ ذہبی وتہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی وتاریخ یافعی میں موجود ہیں۔

(۴) احمد بن موسیٰ ابن مردویہ اصفہانی اُنکی روایت کو اخطب خوارزم نے مناقب خوارزمی صفحہ ۸۷ میں لکھا ہے

اخبرنا شهردار هذا اجازة اخبرنا عبدوس
بن عبد الله بن عبدوس الهمدانی کتابة حدثنا
الشریف ابوطالب الجعفری حدثنا ابن مردویه
الحافظ حدثنا اسحق بن محمد علی بن خالد

خبر دی ہمکو شہردار نے اور اُسکی اجازت دی کہا خبر دی ہمکو
عبدوس بن عبد اللہ بن عبدوس ہمدانی نے بطور کتابت
کہا حدیث بیان کی ہم سے شریف ابو طالب جعفری نے
کہا حدیث بیان کی حافظ بن مردویہ نے کہا حدیث بیان کی

الهاشمی حدثنا الحسین بن اسمعیل بن حماد عن ابیہ عن زیاد بن المنذر عن محمد بن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ الحسین عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت انا و علی نورًا بین یدی اللہ تعالٰی من قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ تعالٰی آدم سلک ذلک النور فی صلبہ فلم یزل اللہ تعالٰی ینقلبہ من صلب الی صلب حتی اقرہ فی صلب عبد المطلب فقسمہ نصفاین قسمین فاخرج قسمًا فی صلب ابی عبد اللہ وقسمًا فی صلب عمی ابی طالب فعلی منی و انا منہ لحمہ لحمی و دمہ دمی فمن احبہ فبحبی احبہ ومن ابغضہ فببغضی ابغضہ

(ینابیع المودۃ صفحہ ۱۱ و ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

اسحاق بن محمد علی بن خالد ہاشمی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسین بن اسمٰعیل بن حماد نے اپنے والد سے انہوں نے زیاد بن المنذر سے انہوں نے محمد بن علی (امام باقرؑ) سے انہوں نے علیؑ ابن الحسینؑ سے انہوں نے امام حسینؑ سے انہوں نے حضرت علیؑ سے انہوں نے آنحضرتؐ سے کہ فرمایا آپ نے میں اور علی حضرت آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل ایک نور سے پیدا کئے گئے جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو وہ نور اُنکی صلب میں رہا پھر اللہ اُسکو ایک صلب سے دوسری میں منتقل کرتا رہا یہانتک کہ وہ صلب عبد المطلب میں جاگزیں ہوا پھر اُسکے دو حصہ ہوئے ایک حصہ صلب عبد اللہ میں رہا اور دوسرا صلب ابو طالب میں پس علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اُسکا گوشت میرا گوشت اور اُسکا خون میرا خون ہے جسنے اُس سے محبت کی میری وجہ سے اُس سے محبت کی اور جس نے اُس سے بغض رکھا میرے بغض کی وجہ سے اُس سے بغض رکھا۔

(۵) حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ معروف بہ ابن عبد البر نمری قرطبی۔ اُنکی روایت بہجۃ المجالس میں ہے اُس کتاب کا تذکرہ کشف الظنون میں بھی ہے

(۶) ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی۔ اُنکی روایت کو محمد بن یوسف گنجی نے کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب باب السابع والثمانون میں اس طرح لکھا ہے جسکے روات یہ ہیں۔

(۱) ابراہیم بن برکات خشوعی (۲) حافظ علی بن الحسن (۳) ابو القاسم ہبۃ اللہ (۴) حافظ ابو بکر خطیب (۵) علی بن محمد بن عبد اللہ العدل العدلی (۶) ابو علی حسن بن صفوان (۷) محمد بن سہل عطار۔

(۸) ابوذکوان (۹) حرب بن بیان (۱۰) احمد بن عمرو (۱۱) احمد بن عبدالصمد (۱۲) عبیداللہ بن عمرو (۱۳) عبدالکریم جزری (۱۴) عکرمہ (۱۵) ابن عباس رضی اللہ عنہم۔

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ تعالیٰ قضیبا من نور قبل ان یخلق الدنیا باربعین الف عام فجعلہ امام العرش حتی کان اول مبعثی فشق منہ نصفا فخلق منہ نبیکم فالنصف علی ابن ابی طالب اخرجہ الخطیب البغدادی فی تاریخہ ومحمد بن یوسف الکنجی الشافعی وشہاب الدین احمد فی توضیح الدلائل

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ دنیا کی پیدائش سے چالیس ہزار سال قبل اللہ نے ایک نور کی چھڑی پیدا کر کے عرش کے سامنے نصب کر دی جب مجھ کو پیدا کرنا چاہا تو اس سے توڑ کر نصف سے تمہارے نبی کو اور نصف سے علی کو بنایا (خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں اور محمد بن یوسف کنجی اور شہاب الدین احمد نے اسکی تخریج کی)

(۷) ابوالحسن علی ابن محمد بن الطیب الجلابی معروف بہ ابن المغازلی الشافعی نے تین طریقوں سے اسے روایت کیا ہے اول کے رواۃ حسب ذیل ہیں (۱) ابوغالب محمد بن احمد بن سہل نحوی (۲) ابوالحسن علی ابن منصور حلبی (۳) علی بن محمد عدوی (۴) حسن بن علی بن زکریا (۵) احمد بن مقدام (ملاحظہ ہوں رواۃ حدیث نمبر ۳ ونمبر ۱ بروایت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم)

دوم کے رواۃ حسب ذیل ہیں (۱) ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان (۲) محمد بن الحسن بن سلیمان (۳) عبداللہ بن محمد عکبری (۴) عبداللہ بن محمد بن حسان (۵) جابر بن سہل (۶) سہل بن عمر (۷) اعمش (۸) سالم بن ابی الجعد (۹) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم

عن ابی ذر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کنت انا وعلی نورا عن یمین العرش بین یدی اللہ عزوجل یسبح اللہ ذلک النور ویقدسہ قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ عشر الف عام فلم یزل انا وعلی شیٔ واحد حتی افترقنا فی صلب عبدالمطلب فجزء انا وجزء علی (ینابیع المودۃ صفحہ ۱)

ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علی ایک نور تھا عرش کے داہنے جانب خدا کے سامنے یہ نور اللہ کی تسبیح اور تقدیس قبل خلقت آدم چودہ ہزار سال کرتا رہا پس میں اور علی ایک ہی چیز رہا یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں ہم متفرق ہو گئے ایک جزو میں ہوں اور دوسرا علی۔

سوم کے رواۃ حسب ذیل ہیں (۱) ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نحوی (۲) ابو عبد اللہ محمد بن علی واسطی (۳) احمد بن علی قواریری (۴) محمد بن عبد اللہ بن ثابت (۵) محمد بن مصفا (۶) بقیہ بن الولید (۷) سوید بن عبد العزیز (۸) جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہم

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل انزل قطعۃ من نور فاسکنہا فی صلب آدم فساقہا حتی قسمہا جزئین جزءا فی صلب عبد اللہ وجزءا فی صلب ابی طالب فاخرجنی نبیا واخرج علیا وصیا (ارجح المطالب صفحہ ۴۶۰)	جابر بن عبد اللہ آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نور کا ٹکڑا انازل فرمایا اور اُسکو حضرت آدم کے صلب میں رکھا پھر اُسکے دو جزو کئے ایک جزو عبد اللہ کے صلب میں رکھا اور دوسرا ابو طالب کے صلب میں اور مجھکو نبی بنا کر اور علی کو وصی بنا کر ظاہر کیا

(۸) ابو شجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی ہمدانی نے فردوس الاخبار میں بروایت حضرت سلمان فارسی لکھا (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۰) دیلمی کی روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خلقت انا وعلی من نور واحد قبل ان یخلق آدم باربعۃ الف عام فلما خلق اللہ آدم رکب ذلک النور فی صلبہ فلم نزل فی شیء واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ وفی علی الخلافۃ	میں اور علی آدم کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل ایک نور سے پیدا ہوئے جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو وہ نور اُنکی صلب میں رہا یہانتک کہ عبد المطلب میں آکر تفریق ہوئی مجھ میں نبوت آئی اور علی میں خلافت

(۹) ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے زین الفتی فی سورۃ ہل اتی میں بطریق زیاد ابن المنذر روایت کیا جو حدیث نمبر ۴ میں بروایت ابن مردویہ گذر چکی۔ اُنھوں نے حدیث محمد بن زکریا سے اُنھوں نے محمد بن عبد اللہ سے اُنھوں نے اسحٰق بن محمد بن علی بن خالد ہاشمی سے روایت کی تا آخر۔

(۱۰) ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی نے خصائص علویہ میں ابو علی حسن بن احمد حداد سے اُنھوں نے ابو نعیم احمد بن عبد اللہ سے اُنھوں نے احمد بن یوسف بن خلاد نصیبی سے اُنھوں نے حارث بن اسامہ سے اُنھوں نے داؤد بن المجر بن محمد سے اُنھوں نے قیس ابن الربیع سے اُنھوں نے عباد بن کثیر سے اُنھوں نے ابو عثمان رازی سے اُنھوں نے حضرت سلمان فارسی سے اُنھوں نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ

خلقت انا وعلی من نور عن یمین العرش نسبح اللہ ونقدسہ من قبل ان یخلق اللہ عزوجل آدم باربعۃ عشر الف سنۃ فلما خلق آدم نقلنا الی اصلاب الرجال وارحام النساء الطاہرات ثم نقلنا الی صلب عبد المطلب وقسمنا بنصفین فجعل النصف فی صلب عبد اللہ وجعل النصف فی صلب ابی طالب فخلقت من ذلک النصف وخلق علی من النصف الآخر واشتق لنا من اسمائہ اسماء واللہ محمود وانا محمد واللہ الاعلی واخی علی واللہ فاطر وابنتی فاطمۃ واللہ محسن وابنائی الحسن والحسین فکان اسمی فی الرسالۃ وکان اسمہ فی الخلافۃ والشجاعۃ فانا رسول اللہ وعلی سیف اللہ (ارجح المطالب صفحہ ۴۶)

آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل میں اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے اور ہم عرش کے داہنی طرف خدا کی تسبیح اور تقدیس کیا کرتے تھے جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ہمکو اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ ہم عبد المطلب تک پہونچے پھر ہم کو دو حصوں پر منقسم کیا ایک حصہ کو صلب عبد اللہ میں اور دوسرے حصہ کو صلب ابو طالب میں رکھا ایک حصہ سے مجھکو اور دوسرے سے علی کو پیدا کیا اور ہمارے لئے اسمائے حسنہ سے نام مشتق کئے اللہ تعالیٰ محمود ہے میں محمد ہوا اور وہ اعلیٰ ہے میرا بھائی علی ہوا اور وہ فاطر ہے میری بیٹی فاطمہ ہوئی اور وہ محسن ہے میرے بیٹے حسن وحسین ہوئے میرا نام بہ زمرۂ نبوت اور علی کا نام بہ زمرۂ خلافت و شجاعت درج ہوا میں خدا کا رسول ہوں اور علی اس کی تلوار ہیں

(۱۱) ابو منصور شہردار بن شیرویہ دیلمی۔ انکی روایت کو اخطب خوارزم نے صفحہ ۸۷ مناقب خوارزمی میں لکھا

(۱۲) ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید اسحاق معروف بہ اخطب خوارزم نے مناقب خوارزمی میں لکھا

(۱۳) علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن عساکر۔ انکی روایت کو محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں لکھا (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

(۱۴) ابو الرجا نور الدین محمود بن محمد صالحانی۔ انکی روایت کو شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل میں لکھا (ملاحظہ ہو ارجح المطالب صفحہ ۴۵۵)

(۱۵) ابو الفتح ناصر بن ابو المکارم مطرزی انکی روایت کو حموینی نے فرائد السمطین میں لکھا (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

مطرزی اخطب خوارزم سے روایت کرتے ہیں اُن سے محب الدین نجار اُن سے ابو طالب بن الحسین

اُن سے حموینی۔

(۱۶) ابو محمد قاسم بن الحسین بن محمد خوارزمی (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

(۱۷) ابوالقاسم امام الدین عبدالکریم بن محمد رافعی قزوینی نے حدیث نور روایت کی شیخ عبدالقادر بن ابی صالح جیلی سے انہوں نے ابوالبرکات ہبۃ اللہ بن موسیٰ سے انہوں نے قاضی ابوالمظفر ہناد بن ابراہیم سے انہوں نے ابوالحسن محمد بن موسیٰ سے انہوں نے محمد بن الفرحان سے انہوں نے قاضی محمد بن یزید سے انہوں نے لبیب بن سعید سے انہوں نے علا بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے عبدالرحمٰن سے انہوں نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لما خلق الله ابا البشر و نفخ فیه من روحه التفت آدم یمنة العرش فاذا نور خمسة اشباح سجداً و رکعاً قال آدم یا رب هل خلقت احداً من طین قبلی قال لا یا آدم قال فمن هولاء الخمسة الذین اراهم فی هیئتی وصورتی قال هولاء خمسة من ولدك لولاهم ما خلقتك هولاء خمسة شققت لهم خمسة اسماء من اسمائی لولاهم ما خلقت الجنة ولا النار ولا العرش ولا الکرسی ولا السماء ولا الارض ولا الملائکة ولا الانس ولا الجن فانا المحمود وهذا محمد وانا العالی وهذا علی وانا الفاطر وهذه فاطمة وانا الاحسان وهذا الحسن وانا المحسن وهذا الحسین آلیت بعزتی انه

ابوہریرہ سے مروی ہے اور وہ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ نے ابوالبشر کو پیدا کیا اور انکے جسم میں اپنی روح پھونکی تو حضرت آدم نے عرش کو داہنی بازو کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو پانچ جسم نورانی رکوع و سجود میں نظر آئے پوچھا کہ خداوندا کیا تو نے مجھ سے پہلے کسی کو خاک سے پیدا فرمایا ہے ارشاد ہوا کہ نہیں عرض کیا کہ یہہ کون لوگ ہیں جنکو میں اپنی صورت اور ہیئت پر دیکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہہ تیری اولاد میں سے پانچ شخص ہیں جن کے لئے میں نے اپنے ناموں میں سے پانچ نام مشتق کئے اگر یہہ نہوتے تو میں جنت و دوزخ عرش و کرسی آسمان و زمین فرشتے و جن و انسان وغیرہ پیدا نہ کرتا میں محمود ہوں اور یہہ محمد میں عالی ہوں اور یہہ علی۔ میں فاطر ہوں اور یہہ فاطمہ میں احسان ہوں یہہ حسن میں محسن ہوں اور یہہ حسین مجھے اپنی عزت کی قسم اگر کوئی ایک ذرّے کے برابر بھی انکا

(ويأتيني احد بمثقال حبة من خردل من
بغض لاحدهم الا ادخلته ناري ولا اُبالي
يا آدم هؤلاء صفوتي بهم انجيهم وبهم اهلكهم
فاذا كان لك الي حاجة فبهؤلاء توسل فقال
النبي صلى الله عليه وسلم نحن سفينة النجاة من
تعلق بها نجي ومن حاد عنها هلك فمن كان
له الى الله حاجة فليسئل بنا اهل البيت
(اخرجه ابو القاسم عبد الكريم بن محمد بن
عبد الكريم الرافعي وابراهيم بن الحمويني)
(ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱)

بغض لیکر میری پاس آئیگا تو میں اُسے دوزخ میں ڈالوں
گا ای آدم یہ میری برگزیدہ ہیں انکی وجہ سے بہتوں کو نجات
دونگا اور بہتوں کو ہلاک کرونگا جب تجھ کو کوئی حاجت
پیش آئے انکو وسیلہ بنا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہم نجات
کی کشتی ہیں جس نے اس کشتی کیساتھ اپنا تعلق اختیار
کیا وہ نجات پاگیا اور جس نے اعراض کیا وہ ہلاک ہوگیا
جس کسی کو خدا سے اپنی حاجت روائی منظور ہو اُسکو چاہئے
کہ ہم اہلبیت کو خدا کی جناب میں وسیلہ گردانے (ابو القاسم
عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم رافعی وابراہیم بن الحمویني
نے اسکی تخریج کی۔

(۱۸) ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم کلاعی معروف بہ ابن سبوع اندلسی نے کتاب الشفا میں لکھا (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۸)

(۱۹) محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب باب ۵۸ صفحہ ۱۱۲و۵۳ میں لکھا۔ انکی روایت ابن عباسؓ کی مرویہ ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱ میں بھی ہے۔

(۲۰) ابو العباس محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ باب رابع فصل سادس)

(۲۱) ابراہیم بن محمد بن محمد ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد بن حمویہ الجوینی الحموینی نے اس حدیث کو فرائد السمطین میں شیخ العدل بہاء الدین محمد بن یوسف برزانی سے اُنہوں نے شیخ احمد اموی سے اُنہوں نے جمال الدین احمد قزوینی سے اُنہوں نے ابو القاسم امام الدین عبد الکریم رافعی قزوینی سے اُنہوں نے شیخ عالم عبد القادر بن ابی صالح جیلی سے تا آخر روایت کیا (ملاحظہ ہو ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱ ونمبر ۱۷ دینابیع المودۃ صفحہ ۱۱)

(۲۲) جمال الدین محمد بن یوسف بن محمود بن الحسن مدنی زرندی (ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱)

(۲۳) سید محمد بن یوسف حسینی معروف بہ گیسو دراز (کتاب الاسمار قلمی سمر چہل وہفتم)

(۲۴) سید محمد بن جعفر مکی ۔ بحر الانساب (مناقب مرتضوی للشیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۴۰)

(۲۵) جلال الدین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیان ۔ خزانہ جلالی (مناقب مرتضوی صفحہ ۴۰)

(۲۶) سید علی بن شہاب الدین ہمدانی (مودۃ القربےٰ المشمولۃ ینابیع المودۃ مودۃ ثامنہ صفحہ ۲۵۷)

(۲۷) جلال الدین احمد خجندی (توضیح الدلائل قلمی)

(۲۸) سید شہاب الدین احمد ۔ توضیح الدلائل (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

(۲۹) ملک العلما شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر دولت آبادی ۔ ہدایۃ السعداء (مناقب مرتضوی صفحہ ۴۰)

(۳۰) ابن حجر عسقلانی ۔ تسدید القوس فی مختصر مسند الفردوس قلمی

(۳۱) احمد بن محمد حافی حسینی شافعی تبر المذاب قلمی بروایت امام احمد بن حنبل

(۳۲) ابراہیم بن عبد اللہ وصابی یمنی شافعی ۔ کتاب الاکتفاء (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۵)

(۳۳) جمال الدین محدث عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبد الرحمٰن شیرازی نیشاپوری ۔ کتاب الاربعین قلمی

(۳۴) شیخ محمد واعظ ہروی ۔ ریاض الفضائل قلمی فصل الحادی عشر

(۳۵) سید محمد بن سید جلال ماہ عالم ۔ تذکرۃ الابرار قلمی

(۳۶) محمد صدر عالم ۔ معارج العلیٰ قلمی

(۳۷) شیخ محمد صالح کشفی ۔ مناقب مرتضوی صفحہ ۳۹ بروایت کتاب اربعین ابو المکارم حسن واہخانی ونزل السائرین وغیرہ

(۳۸) شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی ۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۹

(۳۹) مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری ۔ (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۸)

(۴۰) شیخ فرید الدین محمد عطار نیشاپوری ۔ اسرار نامہ ؎

تو نور احمد و حیدر یکے دان   کہ تا گردد بتو اسرار آسان

مثنوی الٰہی نامہ ؎

پیمبر گفتہ است اے نور دیدہ   زیک نوریم ہر دو آفریدہ

علی چوں با نبی آمد زیک نور   یکے باشند ہر دو از دوئی دور

اس حدیث نور سے جس طرح کا شرف و قرب و معیت و اتحاد بہ حسب ظاہر و باطن حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے اُس میں اہلبیت عظام و صحابۂ کرام میں سے کوئی بھی آپ کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا (مناقب مرتضوی شیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۳۷)

امامت

مولوی سید انوار الرحمن بسمل رسالہ ائمۃ الہدیٰ حصہ اول صفحہ ۱۴ میں لکھتے ہیں کہ مراتب قرب الٰہی میں نبوت سے فروتر دوسرا درجہ امامت کا ہے اُسکے بھی دو رُخ ہیں امام من وجہ الی الخلق و من وجہ الی الحق متوجہ ہوتا ہے۔ جس طرح انبیا میں بعض صاحب جبر و اولوالعزم ہوتے ہیں اور انکی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں پر وہ مامور بالقتال ہوتے ہیں اور بعض مامور بالقتال نہیں ہوتے اسی طرح امام بھی اپنی امامت کے اظہار پر مامور ہوتے ہیں مگر بعض کی دعوت خفی اور بعض کی جلی ہوتی ہے اور جس طرح انبیا کی نبوت سے انکار مستلزم کفر ہے اسی طرح امام کی امامت سے انکار بھی مستلزم عصیان ہے اسی فضل و شرف کا اظہار تھا جو جناب امیر نے انعقاد خلافت صدیقی و عثمانی پر فرمایا تھا اور حضرت عمرؓ کی خلافت پر عدم اظہار کا یہ سبب تھا کہ اُن کی خلافت خلافت صدیقی کا جزو تھی اور بطریق استخلاف واقع ہوئی تھی اور یہ بزرگوار آپ کے اس فضل کا اعتراف بھی فرماتے رہے اور امامت و نبوت مستلزم خلافت و سلطنت نہیں ہے اور نہ نبی و امام کی موجودگی میں اُس کی نبوت اور امامت کے اعتراف کے باوجود خلافت و سلطنت قبول کرنے سے خلیفہ عاصی سمجھا جاسکتا ہے۔ جناب امیر امام تھے اور اپنی امامت کے اظہار پر مامور۔

سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ میں لکھتے ہیں کہ

عن فاطمۃ بنت رسول اللہ قالت قال رسول اللہ   حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ سے مروی ہے کہ

صلی اللہ علیہ وسلم من کنت ولیہ فعلی ولیہ و آنحضرت نے ارشاد فرمایا جسکا میں ولی ہوں علی بھی

من کنت امامہ فعلی امامہ اُسکو ولی ہیں اور جسکا میں امام ہوں علی بھی اُسکے امام ہیں

حافظ عبد الرحمٰن امرتسری رسالہ "المرتضیٰ" صفحہ ۵۹ میں لکھتے ہیں کہ

علی مرتضیٰ کے حق میں خلیفہ کے علاوہ امام کا لقب بھی استعمال کیا جاتا ہے جسکو معنی پیشرو کے ہیں

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام کا لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے چنانچہ اُن سے مخاطب ہو کر اُنکی اور اُنکی اولاد کی بابت اس طرح ارشاد کیا ہے۔

انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی میں تم کو لوگوں کا امام (پیشوا) بنانے والا ہوں ابراہیم نے کہا

قال لاینال عھدی الظالمین۔ اور میری اولاد میں سے فرمایا (ہاں) مگر میری اقرار میں وہ لوگ

(پ ۱ بقرہ آیت ۱۲۴) داخل نہیں جو ناحق پر ہوں۔

فرقۂ امامیہ لفظ امام کو علی مرتضیٰ اور آپ کی اولاد سے مختص قرار دیتے ہیں اور صوفیائے کرام کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں ؎

زمشرق یا بمغرب گر امام است علی وآل واولادش تمام است

مگر علمائے اہلسنت کے نزدیک یہ لفظ عام ہے۔ امت محمدیہ میں سے ہر شخص جس کو کسی دینی معاملہ میں کمال حاصل ہو امام کہلانے کا مستحق ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے بزرگوار ایسے ہو گذرے ہیں جن کو قوم نے خاص خاص کمالات کے باعث امام کا خطاب عطا کیا ہے مضمون مندرجۂ ذیل سے معلوم ہوگا کہ امام کا لفظ کن اشخاص پر اور کن وجوہات سے استعمال کیا گیا ہے اور مسلمانوں پر اُسکے احکام کس درجہ تک واجب التعمیل ہیں۔ اس مقام پر امام کے لفظ سے ہماری مراد اُس شخص سے نہیں ہے جو سب کے آگے کھڑا ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے بلکہ ایسے شخص سے مراد ہے جو بہ سبب کمال نفسی و روحانی یا علمی و عملی امام کے لفظ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں علاوہ نبوت اور نفاذ احکام اور محافظت مسلمین کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شان خلافت سے متعلق ہیں ذاتی کمالات اور اعلیٰ درجہ کی صفات

بھی تھیں۔ پس اُن صفات کمال میں مشابہت پیدا کرنا اس کمال میں امامت کے درجہ پہنچنا ہے مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دین میں محققاً بذریعۂ وحی یا الہام کے جو مقتضائے فطرت نبوت تھا اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل تھا۔۔ جو اس درجہ کا کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا مگر جن لوگوں نے علم دین اور احکام شریعت کے سمجھنے اور نکالنے میں نہ بطور تقلید بلکہ بطور اجتہاد کوشش کی اور اسکو حاصل کیا اور جم غفیر مسلمانوں نے اس کو قبول و تسلیم کیا گو کہ اس میں خطا کا احتمال بھی ہو اُنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال دینی سے ایک قسم کی مشابہت پیدا کی اور اس کمال میں درجۂ امامت حاصل کیا اور تمام لوگوں نے اس فن میں اُن کو تسلیم کیا جیسے کہ مجتہدین اربعہ امام ابو حنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے۔

یا مثلاً جو تقدس ذاتی اور صفات روحانی اور علم دینی و روحانی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حاصل تھا اسکو ائمۂ اہلبیت علیہم السلام نے حاصل کیا خواہ تعلیماً خواہ وہباً اور اس کمال میں رسول خدا کے ساتھ مشابہت پیدا کی اس لئے جم غفیر مسلمانوں نے اُن کو اس کمال میں امام تسلیم کیا اور ائمۂ اہلبیت کے لقب سے ملقب ہوئے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عقائد تحقیقاً یا از روئے وحی یا الہام کے حاصل تھا جو دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ پس اس میں مشابہت کا حاصل کرنا صرف استدلال پر منحصر تھا پھر جس نے استدلال سے اُسکو حاصل کیا گو کہ اس میں غلطی کا بھی احتمال ہو اور جم غفیر مسلمانوں نے اُسکو تسلیم کیا اس نے اس فن میں امام کا درجہ پایا جیسے کہ امام غزالی اور امام فخر الدین رازی و دیگر علمائے علم کلام اس فن میں درجۂ امامت کو پہونچے تھے۔

علاوہ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بہت سے کمالات ذاتی تھے جیسے تقدس روحانی استغراق فی ذات اللہ۔ توجہ الی اللہ تعمیل حکم ربانی۔ حلم۔ رحمت۔ شفقت علی المسلمین وغیرہ وغیرہ پس جو شخص کمالات مصطفوی کے کسی کمال سے آپنے کو مشابہ کرتا ہے وہی اوس کمال کا امام ہوتا ہے خواہ وہ امام کے نام سے مشہور ہوا ہو یا نہیں۔

اور جس نے تمامی روحانی اور اخلاقی صفات محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مشابہت پیدا کی ہو اور ملک بھی اُسکی حکومت میں ہو جس میں اُس کو احکام شرعی کے نفاذ اور مسلمانوں کی ہدایت اور حفاظت کا اختیار حاصل ہو۔ بلاشبہ وہ شخص بھی اُس ملک کے لئے جو اُسکی حکومت میں ہے خلیفہ رسول اللہ اور امام کے لقب سے ملقب ہونے کا مستحق ہے اور اگر اُس نے اپنے کو اُن صفات کمال کے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں تھیں مشابہ نہیں کیا اور کسی ملک کی حکومت حاصل کی جیسا کہ بنی امیہ و بنی عباس نے تو وہ درحقیقت اُس ملک کے مسلمان رہنے والوں کے لئے سلطان ہے نہ امام اور نہ خلیفۂ رسول اللہ گو کہ اُس نے فخریہ طور پر خلیفہ کا لقب اختیار کیا ہو اور بزور حکومت اپنے کو خلیفہ کہلوایا ہو۔ اسی لئے اُس نے اپنے اجتہاد سے جو احکام متعلق بہ مذہب دئے ہوں وہ وقعت سے نہیں دیکھے جاتے۔

اور اگر اُس نے اپنے کو صفات کمال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کیا ہے اور کوئی ملک اُسکے حکومت اور قبضۂ اقتدار میں نہیں ہے جس میں وہ احکام شرعی کو نافذ اور وہاں کے مسلمانوں کی حفاظت کر سکے تو وہ صرف اُنہی امور میں جنمیں اُس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت پیدا کی ہو امام ہے مگر اُس پر خلیفہ رسول اللہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور اسی وجہ سے ائمہ اہلبیت علیہم السلام امام کے لقب سے ملقب ہوئے ہیں مگر فرق اسلامیہ میں امام کا مرتبہ قرار دینے میں اختلاف ہے۔ شیعہ تو امام کو معصوم اور منصوص من اللہ اور مفترض الطاعت قرار دیتے ہیں اور یہہ کہ امامت حضرت امام مہدی علیہ السلام پر جو ائمہ اہلبیت کے اخیر امام ہیں ختم ہوگئی وہ پیدا ہوئے تھے اور سُرّ من رائے کے غار میں غائب ہوگئے ہیں مگر اب تک زندہ ہیں اور امام العصر الزمان ہیں اور قیامت کو قریب ظاہر ہونگے اور اُس لئے کوئی دوسرا شخص امام نہیں ہو سکتا مگر اہلسنت وجماعت کسی امام کو منصوص من اللہ اور معصوم عن الخطا قرار نہیں دیتے۔ بلکہ وہ سوائے پیغمبر کے کسی کو گو وہ کیسا ہی مقدس ذی علم اور صاحب فضل وکمال ہو معصوم عن الخطا نہیں سمجھتے۔

نتیجہ اس اختلاف کا یہہ ہے کہ شیعہ تو امام کے حکم کو تمام دنیا کے شیعہ مسلمانوں پر بچون وچرا واجب التعمیل

سمجھتے ہیں۔ مگر چونکہ اُن کے امام دنیا کی آنکھوں سے غائب ہیں اس لئے اس زمانہ میں کوئی ایسا حکم اُنکی لئے وجود پذیر نہیں ہوسکتا جس کی اطاعت تمام دنیا کے شیعہ مسلمانوں پر واجب ہو۔

اہل سنت والجماعت کسی امام موجودہ یا گذشتہ کا حکم تمام دنیا کے سُنی مسلمانوں پر بلے چون و چرا واجب التعمیل نہیں سمجھتے۔ جو لوگ بے پڑھے یا کم استعداد ہیں وہ تو جس امام کے معتقد ہیں یا جس کے اُنکے باپ دادا معتقد تھے اسی کی پیروی کرتے ہیں اور جو لوگ ذی استعداد اور قابل ہیں وہ جب تک اس بات کو نہ سمجھ لیں کہ وہ حکم امام کا صحیح اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہے اُسکو واجب التعمیل نہیں جانتے

مولانا سید صدر الدین احمد موسوی کتاب روائح المصطفیٰ من آثار المرتضیٰ صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں

باید دانست کہ امام بہ چند معنی استعمال میشود اول خلافت کہ آنرا امامت کبریٰ گویند چون امامت خلفائی راشدین دوم امام فی العلم مانند امام ابو حنیفہ و شافعی و احمد حنبل و مالک و محمد بن اسمٰعیل بخاری و نسائی و غیرہم سوم امام فی الصلوۃ کہ اورا امام مسجد نیز گویند پس مراد از ائمہ اثنا عشر کدام امام است بدانکہ نزد امامیہ امامت کبریٰ مراد است و نزد اہلسنت و جماعت بعد آنحضرت مرتضیٰ و حسنین با وصف استحقاق و قابلیت خلافت امامت فی العلم والتقوےٰ مراد است ائمہ اثنا عشر بعد از حسنین نہ تن کہ مانند اول ایشان علی بن الحسین و آخر ایشان محمد بن الحسن العسکری است اگر ایشان امام فی العلم بودند پس در کدام فن امام بودند و تعداد ایشان در کدام طبقات است جواب این است کہ چون ایشان در جمیع علوم دینی افضل وقت خود بودند لہذا ایشان را علی العموم امام

جاننا چاہیئے کہ لفظ امام چند معنی پر مستعمل ہوتا ہے اول خلافت کہ اُسکو امامت کبرےٰ کہتے ہیں مثل امامت خلفائے راشدین دوسرے امام فی العلم مثل ائمہ ابو حنیفہ و شافعی و احمد حنبل و مالک و محمد بن اسمٰعیل بخاری و نسائی وغیرہ تیسرے امام فی الصلوٰۃ جس کو امام مسجد بھی کہتے ہیں پس ائمہ اثنا عشر سے کون امام مراد ہیں واضح ہو کہ امامیہ کے نزدیک امامت کبریٰ مراد ہے اور اہلسنت و جماعت کے نزدیک بعد حضرت مرتضیٰ و حسنین با وصف استحقاق و قابلیت خلافت امامت فی العلم والتقوےٰ مراد ہے بعد حضرات حسنین ائمہ اثنا عشر سے نو حضرات ہیں جنہیں اول علی بن الحسین اور آخر محمد بن الحسن العسکری ہیں اگر یہ امام فی العلم تھے تو کس فن میں امام تھے اور کس طبقہ میں شمار کرنے کے قابل اُس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام علوم دینی میں اپنے وقت میں افضل تھے لہذا اُن کو علی العموم امام کہیں گے۔

گویند و ابوحنیفه و امثال ایشان را امام فی الفن گویند چنانچه شاه عبدالعزیز در تحفهٔ اثنا عشریه تصریح بدان نموده بالجملهٔ اهلسنت بدان قائل اند که این تن بعد از صحابهٔ کبار افضل بشر اند در وقت خود چنانچه در مقام خود مذکور خواهد شد و استحقاق خلافت در ایشان بر وجه اتم و اکمل حاصل بود مگر ایشان دعوے امامت نکردند و بیعت ایشان نیز واقع نشده و قاطبتهً نزد امامیه و بعض اهلسنت ایشان امام بودند مگر از تصرف ممنوع بودند چنانچه ابن صباغ مالکی کتابی در این امر تالیف نموده و آنرا فصول المهمه فی معرفة الائمه نام نهاده و آن کتاب را دوازده باب قرار داده هر بابے براے اثبات امامت و مناقب یکے از ائمه دوازده گانه که اول آن مرتضیٰ و آخر آن محمد بن الحسن العسکری است مقرر داشته

اور ابوحنیفہ اور اُن کے مثل کو امام فی الفن کہیں گے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ میں اس کی تصریح کی ہے بالجملہ اہلسنت اس کے قائل ہیں کہ یہ نو حضرات بعد صحابہ کبار افضل خلق اپنے وقت میں ہیں جیسا کہ اپنے مقام میں مذکور ہوگا اور استحقاق خلافت اُن میں بر وجہ اتم و اکمل حاصل تھا مگر ان حضرات نے دعوے امامت نہ کیا اور بیعت انکی بھی نہ واقع ہوئی یقیناً امامیہ و بعض اہلسنت کے نزدیک یہہ امام تھے مگر تصرف سے ممنوع تھے جیسا کہ ابن صباغ مالکی نے اس امر میں ایک کتاب تالیف کی اور اُس کا نام فصول المہمہ فی معرفة الائمہ رکھا اور اُس کتاب کے بارہ باب قرار دیئے ہر باب علیحدہ علیحدہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کے اثبات میں اور مناقب میں لکھا جن کے اول حضرت مرتضیٰ اور آخر محمد الحسن عسکری کو مقرر کیا۔

ارباب کشف کے نزدیک امامت سے قطب الارشادی مراد ہے۔ اکابر اولیاے امت کو بکشف صریح معلوم ہوا کہ فیض و برکات ولایت جو اولیائے اللہ پر نازل ہوتے ہیں وہ اولاً ایک شخص پر نازل ہوتے ہیں پھر اُسکے ذریعہ سے اوروں کو بقدر استعداد و مرتبہ عطا ہوتے ہیں بغیر اُسکے توسط کے کسی کو فیض نہیں پہونچتا اور نہ درجہ ولایت حاصل ہوتا ہے۔ ایسی ہی شخص کو امام اور قطب الارشاد بالاصالة کہتے ہیں۔ یہہ منصب عالی حضرت آدم علیہ السلام کے ظہور سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے مقرر تھا۔ قبل از نشأة عنصری حضرت ولایت مآب امم سابقہ میں بھی جو کوئی درجہ ولایت پر پہونچتا تھا وہ بتوسط روح حضرت علی پہونچتا تھا۔ پھر آپ کے حیات میں تمام صحابہ

تابعین کو یہہ دولت آپ ہی کے ذریعہ سے پہونچی۔ بعد رحلت یہہ مرتبہ حضرت امام حسنؑ کو پھر حضرت امام حسینؑ کو پھر یکے بعد دیگرے آور حضرات ائمہ کو یہہ منصب عالی تفویض ہوتا چلا آیا۔ بعد وفات امام حسن عسکری تا ظہور حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی حسنی حسینی حضرت امام حسن عسکری کی روح [نیت] سے متعلق رہا جب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی پیدا ہوئے تو یہہ منصب اُن سے متعلق ہوگیا اور تا ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام اُنہیں کے متعلق رہے گا (ماخوذ از روض الازہر صفحہ ۳۷۸ و شہادت نامہ صفحہ ۱۱)

قصیدہ

علی امام و علی ہادی و علی مولا   علی وصی نبی و علی ولی خدا
علی قسیم و علی قاسم و علی مہدی   علی حبیب و علی ایلیا علی اولیٰ
علی شفیع و علی عابد و علی طاہر   علی امین و علی صادق و علی ادنیٰ
علی صفی و علی عابد و علی زاہد   علی رضی و علی راضی و علی ارضیٰ
علی شہید و علی شاہد و علی مشہود   علی کریم و علی ساقی و علی آقا
علی است راکب دوش پیمبر امی   علی خلاصۂ آل عبا علی اعلا
علی ابو الحسنین و علی است نفس نبی   علی است زوج بتول و علی است شیر خدا
علی امام نخستین خلیفۂ چارم   علی سعید و علی سید و علی والا
علی برادر ختم الرسل علی ہارون   علی چراغ ہدایت علی امام ورا
علی است آنکہ عبادت زیارتش گردید   علی است کرمہ اللہ وجہہ البیضا
علی است باب ز علم کہ شہر است نبی   علی است جامع ایمان صدق و عدل و حیا
علی ز راکع و ساجد مشار رب کریم   علی ز لحمک لحمی مراد شاہ ہدا
علی خود است امامت علی خود ا [بست] امام   علی خود است ولایت علی خود [بست] اولیا
علی خود است کرامت علی خود [بست] اکریم   علی خود است ہدایت علی خود [بست] ا ہدا
علی خود است حسین و علی خود [بست] ا حسن   علی خود است علی و علی خود است [علا]

علی است قاسم مینای شوق جان بازی — علی است ساقی صہبای صبر و درد و رضا
علی چه نام مبارک علی چه اسم لطیف — ہزار جان به این نام نامی تو فدا
مرا بس است به محشر اضافت نامت — مرا بس است بمحشر غلامیت آقا
مراکه ہست اضافت بنام پاک تو بس — غریق بحر گناہم بگیر دست مرا
مریض درد فراقم علی طبیب من است — علیلم از غم ہجران علی دوا و شفا
علی ست جان من و جان جان جانانم — نظر کن و گره از کار بسته ام بکشا
خطا شعاری من رنجه کرد یارم را — گناہگاری من کرد مبتلاے بلا
فغان ز درد فراق و فغان سوز نہان — بگیر دست من ناتوان اغث غوثا
شده است ذات تو حلال مشکل عالم — منم بمشکل و غیر تو نیستم ما وا
رسید جان بلب از دست ہجر ہوش ربا — تو خود بیا ز نجف یا مرا طلب فرما
تو ئی که جرعۂ وادی ز جام صدق مرا — تو ئی که روزئی من کردہ ز خوان ولا
ز نور روے نگار این ظلم منور کن — طلوع ساز ز جیب من آفتاب ولا

ولایت

ولایت کے لغوی معنی قرب کے ہیں اور اصطلاحی معنی تخلق بہ اخلاق کے۔ لفظ ولایت ولی سے مشتق ہے۔ ولی اسکو کہتے ہیں جو ذات وصفات الٰہی کو اپنے امکان بہر جانتا ہو اور عبادت میں مداومت رکھتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو اور اپنے آپ کو لذات وشہوات سے بچاتا ہو۔

شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کے دیکھنے سے ذکر کا فائدہ حاصل ہو چونکہ ذکر (یعنی خدا کی یاد) سب سے بڑی عبادت ہے اور اولیا اللہ کے جمال باکمال کا مشاہدہ اس نعمت کے حصول کا موجب ہوتا ہے اس لئے اولیا اللہ کی زیارت عبادت الٰہی ہے۔ حدیث نبوی

النظر الی وجه علی عبادة (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۹) علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے

میں بھی یہی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس مضمون کی حدیث کا کسی اور صحابی کے شان میں وارد ہونا

اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی ہی منصب ولایت پر بالاصالت فائز ہوئے۔ حدیث ولایت من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور حدیث موالات

ان اللہ عزوجل مولای وانا ولی کل مومن ثم اخذ بید علی فقال من کنت ولیہ فہذا ولیہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ	اللہ عزوجل میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا مولی ہوں پھر علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس شخص کا میں ولی ہوں یہ بھی اسکا ولی ہے خدایا جو اسکو دوست رکھے اسکو دوست رکھ اور جو اسکو دشمن

بھی اسی شرف پر دلالت کرتی ہے۔

مولوی انوار الرحمن بسمل ایڈیٹر رسالہ ائمۃ الہدیٰ کے حصہ اول صفحہ ۱۲۱ میں لکھتے ہیں کہ "نبوت اکمل ترین مراتب قرب الٰہی کا نام ہے اور نبی منجانب اللہ عالم خلق و عالم امر دونوں کی اصلاح پر مامور ہوتا ہے عالم خلق کی تہذیب نبی کے نبوت سے متعلق ہے اور عالم امر کی اصلاح نبی کی ولایت سے متعلق ہوتی ہے۔ اصلاح عالم خلق اصالتاً نبی پر ختم ہو جاتی ہے اور ولایت علیٰ حالہ جاری رہتی ہے اور کسی شخص سے بالاصالت اسکا تعلق ہو جاتا ہے۔ چونکہ حضرت علی کا روئے توجہ الی الخلق مغلوب اور روئے توجہ الی الحق غالب تھا آپ سے عالم امر کی اصلاح نہایت اکمل طریقہ سے ہوئی ایسا کہ آپ ہی فائز بمرتبہ ولایت ہوئے اور تمام صحابہ ولایت میں آپ کے تابع ہوئے۔ ولایت کا کام بغیر سلطنت و خلافت کے بھی انجام پذیر ہو سکتا ہے خلفائے ثلثہ فیضان نبوت میں آنحضرت سے مکتسب تھے اس لئے اصلاح عالم خلق جو نبوت سے متعلق ہے ان حضرات سے خوب ہوئی اور مقامات ولایت محمدی میں چونکہ اکتساب حضرت علی کو تھا اصلاح عالم خلق تو آپ سے علی وجہ الکمال نہ ہو سکی۔ مگر قیامت تک حصول ولایت آپ کے اتباع پر مربوط رکھا گیا اور اولیائے امت آپ کے سرکار سے وابستہ اور آپ کے خوان فیض کے محتاج قرار دیئے گئے"

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ محققین صوفیہ نے لکھا ہے کہ شیخین کمالات نبوت کے حامل تھے اور حضرت علی کمالات ولایت کے اسی لئے جہاد با کفار و ترویج احکام شریعت و اصلاح امور ملت خلفائے ثلثہ کی ذات سے زیادہ ہوئے اور تعلیم طریقت و ارشاد احوال و مقامات

سالکین نیز غوائل نفس پر تنبیہ و ترغیب از بہ سب امور حضرت علی سے زیادہ جاری ہوئے شیخین کا کا زمانہ بقیۂ زمانہ نبوت تھا فقہائے شریعت و مجتہدین ملت کے سلاسل تلمذ شیخین و تابعین شیخین پر زائد منتہی ہوئے۔ حضرت علی کا زمانہ ابتدائی دور ولایت ہوا آپ چونکہ پر تو اور صورت کمال علمی آنحضرت کے تھے لہذا شیوخ طریقت و اصحاب معرفت و حقیقت نے آپ کو فاتح باب ولایت محمدیہ و خاتم ولایت مطلقہ انبیا لکھا ہے۔ اسی سبب سے اولیاء اللہ کے تمام سلاسل آپ پر منتہی ہوتے ہیں آپکو اور آپ کی ذریت طاہرہ کو تمام امت مثل پیروں اور مرشدوں کے مانتی ہے اور امور تکوینیہ کو آپ سے وابستہ جانتی ہے فاتحہ درود و صدقات نذر و منت آپ ہی کے نام سے رائج ہے ان امور میں شیخین کا نام کوئی زبان پر نہیں لاتا اور فاتحہ درود و صدقات نذر منت عرس و مجلس میں اُن کو کوئی شریک نہیں کرتا اور نہ امور تکوینیہ کو اُن سے وابستہ جانتا ہے باوجودیکہ اُنکے فضل و کمال کا قائل ہوتا ہے (شہادت نامہ صفحہ ۱۵ باختصار العبارت)

رباعی

اے بحر عجائب و غرائب مددے
اے شاہ مشارق و مغارب مددے
عمریست کہ گم نمودہ ام راہ طلب
اے باب مدینۂ مطالب مددے

خصائل حضرت علیؑ

امور معاش یعنی طرز زندگی

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خانگی زندگی کا دور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کیساتھ نکاح ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ کسب معاش کے لئے کسی خاص جد و جہد کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ بعد ہجرت جب حضرت فاطمہ سے شادی ہوئی تو ولیمہ کی فکر دامنگیر ہوئی قرب و جوار کے جنگل سے اونٹ پر گھانس لاکر بیچنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت حمزہؓ نے ایک روز بغیر اُنکی اجازت کے اُس اونٹ کو ذبح کرکے لوگوں کو کھلا دیا

بالآخر زرہ فروخت کی جس کی قیمت روپیہ سوا روپیہ سے زیادہ نہ تھی اور اُس سے سامان فراہم کیا۔

حضرت علی جب شادی کے بعد علیٰحدہ مکان میں رہنے لگے تو حصول معاش کی فکر لاحق ہوئی چونکہ شروع سے اُس وقت تک تمام زندگی سپاہیانہ کاموں میں بسر ہوئی تھی۔ اس لئے کسی قسم کا سرمایہ پاس نہ تھا۔ محنت مزدوری اور جہاد کے مال غنیمت پر گذر اوقات تھی۔ خیبر جب فتح ہوا تو آنحضرتؐ نے حضرت علی کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر عنایت کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں باغ فدک کا انتظام بھی آپ کے حوالہ کر دیا اور دوسرے صحابہ کی طرح آپ کے لئے بھی پانچ ہزار درہم (ایک ہزار روپیہ) سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔

حضرت عثمانؓ کے بعد جب آپ مسند نشین خلافت ہوئے تو بیت المال سے بقدر کفاف روزینہ مقرر ہو گیا اور اسی پر آخری لمحۂ حیات تک قانع رہے۔

حضرت علی نے تنگی اور تکلیف کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا جو سادہ طریقہ اختیار کیا تھا وہ آپ کی زندگی تک قائم رہا۔ جب آنحضرت کی صاحبزادی حضرت فاطمہ آپ کے نکاح میں آئیں تو اُس وقت والدہ کے سوا کوئی گھر میں نہ تھا اور نہ کوئی لونڈی یا غلام خدمت کرنے کو تھا اُس زمانہ میں آپ نے خانگی معاملات کو جس طرح تقسیم کر رکھا تھا اُسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ آپ نے اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد سے کہا کہ باہر کے کاروبار مثل آب کشی و دیگر ضروریات کا میں انصرام کروں گا اور گھر کا کام مثل آٹا گوندھنا روٹی پکانا چکی پیسنا فاطمہ بنت رسول اللہ کیا کرینگی (خلفائے راشدین صفحہ ۲۲۵ والمرتضیٰ صفحہ ۹۹)

کیفیت طعام

غیر معمولی زہد و ورع نے حضرت علی مرتضیٰ کی معاشرت کو نہایت سادہ بنا دیا تھا۔ کھانا عموماً آپ روکھا پھیکا نوش فرمایا کرتے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی سوائے اُس چیز کے جو مدینہ سے آپ کے پاس آتی تھی اور کچھ نہ نوش فرماتے تھے۔ ایک روز آپ کے سامنے فالودہ رکھا گیا آپ نے

نہ کھایا ہو میں نے پوچھا کہ کیا حرام ہے فرمایا حرام تو نہیں ہے مگر میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا خوگر کرنا نہیں چاہتا جس کو آنحضرتؐ نے نوش نہ فرمایا ہو (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۴)

عدی بن ثابت کہتے ہیں کہ حضرت علی کے سامنے جب فالودہ رکھا گیا تو آپ نے اسکے کھانے سے انکار کر کے یہہ فرمایا کہ مجھکو اس چیز کا کھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے جس کو آنحضرتؐ نے نہ کھایا ہو ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہہ دیکھ کر فرمایا واللہ اسکی خوشبو بہت اچھی ہے رنگ بھی خوش آیند ہے مزہ بھی اچھا ہے لیکن مجھے اپنے نفس کو اسکا عادی بنا لینے سے کراہت ہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کی خدمت میں دار الامارۃ میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا ہے روٹی ایسی خشک تھی کہ کبھی آپ اس کو ہاتھوں سے اور کبھی گھٹنوں سے توڑتے تھے یہہ دیکھ کر مجھکو تاسف ہوا میں نے آپ کی لونڈی فضہ سے کہا کہ تو ان پر ترس نہیں کھاتی اور ان کے لئے جو چھان کر روٹی نہیں پکاتی یہہ نہیں دیکھتی کہ اس پر بھوسی لگی ہوئی ہے اور اس سخت روٹی کے توڑنے میں ان کو کیسی سخت مشقت ہوتی ہے۔ فضہ نے کہا کہ میں مجبور ہوں انھوں نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ انکے لئے ہم روٹی چھان کر نہ پکائیں۔ اس کے بعد حضرت علی نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابن غفلہ تم اس لونڈی سے کیا کہہ رہے ہو میں نے تمام تقریر بیان کی اور عرض کیا اے امیر المومنین آپ اپنی جان پر رحم فرمایئے اور اتنی مشقت نہ اٹھایئے حضرت علی نے فرمایا اے سوید تجھ پر افسوس ہے رسول اللہ اور انکے اہل و عیال نے کبھی تین دن متواتر گیہوں کی روٹی آسودہ ہوکر نہیں کھائی اور نہ کبھی چھان کر انکے لئے آٹا پکایا گیا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں سخت بھوکا تھا۔ مزدوری کرنے کو نکلا دیکھا کہ ایک عورت مٹی کے ڈھیلے جمع کر کے بھگونا چاہتی ہے میں نے اس سے فی ڈول ایک کھجور اجرت طے کی اور سولہ ڈول کھینچ کر میں نے مٹی بھگوئی پھر وہ کھجوریں آنحضرتؐ کے حضور میں لایا اور واقعہ عرض کیا آنحضرتؐ نے بھی ان کھجوروں کو نوش فرمایا۔

(ارجح المطالب صفحہ ۱۴۵ بروایت امام احمد و تذکرۃ خواص الامہ بسبط ابن الجوزی صفحہ ۶۵)

ملا عمر سیرت میں زید سے ناقل ہیں کہ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز تم میرے ساتھ پڑھنا اور کھانا بھی کھانا دوسرے روز میں حاضر ہوا تو اُن کے دروازہ پر کوئی حاجب نہ تھا۔ جو مجھکو جانے سے روکتا میں گیا دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک لوٹا پانی آپ کے پاس رکھا ہوا ہے پھر آپ ایک بند برتن جس پر مہر لگی ہوئی تھی لائے میں نے خیال کیا کہ شاید اس میں جواہرات ہوں گے آپ اس میں سے غالباً کچھ مجھکو عطا فرمائینگے۔ جب اُسکی مہر توڑی اور کھلا تو میں نے دیکھا کہ اس میں ستو ہیں آپ نے ایک مٹھی بھر نکالے اور پیالہ میں ڈالکر پانی ملایا اور پیا اور مجھکو بھی پلایا میں صبر نہ کر سکا میں نے عرض کیا اے امیر المومنین عراق میں ہر قسم کے کھانے ہوتے ہیں آپ یہاں رہ کر یہہ کیا کھاتے ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم میں بخل کی وجہ سے اُس پر مہر نہیں لگاتا بلکہ اس خوف سے کہ اس میں سوائے ستو کے کہیں اور کوئی چیز نہ رکھ دی جائے۔ مجھے یہہ پسند نہیں کہ میرا پیٹ سوائے پاک چیزوں کے اور کسی چیز سے بھرے اس لئے اس قدر احتیاط کرتا ہوں (ارحج المطالب صفحہ ۱۴۶ و تذکرۂ خواص الامہ صفحہ ۶۵)

شیخ سلیمان بلخی قندوزی ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ عبد اللہ ابن ابی رافع سے منقول ہے کہ میں عید کے دن حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپنے میرے سامنے چمڑے کا ایک تھیلہ رکھ دیا میں نے اُس کو کھولا اُسمیں جو کی روٹیوں کے خشک ٹکڑے تھے۔ آپ اُس میں سے کھانے لگے میں نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ نے اس پر مہر کیوں لگائی فرمایا میں لڑکوں سے ڈرتا ہوں کہ کہیں روغن یا زیت سے اسکو چرب نہ کردیں (باب ۵۱ صفحہ ۱۵۰)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت علی ہمیشہ سرکہ اور نمک کیساتھ کھانا نوش فرمایا کرتے۔ جب کبھی اُس سے ترقی فرماتے تو بعض ترکاریاں استعمال فرماتے اور اگر اس سے بھی بڑھتے تو کبھی اونٹنی کا دودھ تھوڑا سا نوش فرمالیا کرتے۔ معمولاً گوشت نوش نہ فرماتے اگر کھاتے بھی تو بہت کم اور فرماتے کہ اپنے پیٹ کو حیوانوں کا مقبرہ مت بناؤ (ارحج المطالب صفحہ ۱۴۶ و ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵۰)

علی بن ربیعۃ الرائی سے منقول ہے کہ حضرت علی کی دو بیبیاں تھیں جب ایک کی باری ہوتی تو نصف درہم کا گوشت خرید فرماتے اور جب دوسری کی باری ہوتی تو بھی یہی کرتے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳)

ابو صالح سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ام کلثوم (حضرت علی کی صاحبزادی) کی خدمت میں گیا وہ کنگھی کر رہی تھیں میرے اور انکے درمیان صرف ایک پردہ تھا اتنے میں حضرات حسنین ع ان کے پاس تشریف لائے۔ حضرت ام کلثوم نے ان سے فرمایا ابو صالح کو آپ کچھ کھلاتے نہیں وہ میرے پاس ایک شوربہ کا پیالہ لائے جس میں دال پڑی ہوئی تھی میں نے کہا آپ حضرات امیر ہو کر ایسا کھاتے ہیں حضرت ام کلثوم نے فرمایا اے ابو صالح اگر تم امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کے طعام کو دیکھو تو تم کو یہہ شوربا غنیمت معلوم ہو (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶)

شیخ سلیمان بلخی قندوزی ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۹ میں لکھتے ہیں کہ

واما الزهد فی الدنیا فهو سید الزهاد ما شبع من طعام قط وكان اخشن الناس ماكلاً وملبساً۔

زہد فی الدنیا کے متعلق یہہ ہے کہ آپ سید الزہاد تھے اور آپ ہرگز کبھی آسودہ ہو کر کھانا نہیں کھایا آپ لوگوں میں بہت سخت موٹا جھوٹا کھانا اور کپڑا استعمال کرنے والے تھے

کیفیت لباس

عمدہ لباس اور قیمتی پوشاک سے حضرت علی کو بالکل ذوق نہ تھا۔ اور ظاہری نمائش اور طمطراق کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لباس میں عمامہ کو بہت پسند کرتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے کہ العمائم تیجان العرب یعنی عمامے عربوں کے تاج ہیں۔ کبھی کبھی سفید ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ کرتہ کی آستین اس قدر چھوٹی ہوتی کہ آدھا ہاتھ کھلا رہتا۔ تہمد بھی نصف ساق تک ہوتا تھا۔ کبھی صرف ایک چادر اور ایک تہمد ہی پر قناعت کرتے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے۔ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے جس پر للہ الملک منقوش تھا (خلفائے راشدین صفحہ ۳۲۴)

ہارون ابن عنترہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علی کے پاس قصر خورنق گیا موسم سرما تھا سردی شدت سے پڑ رہی تھی حضرت علی صرف ایک پرانا کپڑا اوڑھے ہوئے تھے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپکے اور آپ کے اہل وعیال کیلئے بیت المال میں حصہ مقرر کیا ہے اور آپ اپنے نفس کے ساتھ یہہ برتاؤ کر رہے ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم میں تمہارے

مالوں میں سے کسی چیز کو نہیں پسند کرتا یہہ میرا وہی کمیص ہے جو مدینہ سے لایا ہوں (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ و تذکرۃ خواص الامہ صفحہ ۶۶ و ارجح المطالب صفحہ ۱۴۱ بروایت امام احمد و ابن اثیر)

زید ابن وہب سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی گھر سے باہر تشریف لائے تہمد میں جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ ابن نعجہ خارجی اُس لباس کو دیکھ کر برا کہنے لگا۔ آپنے فرمایا تم کو میرے لباس سے کیا سروکار میرا یہہ لباس غرور سے بالکل دور ہے اور اس لائق ہے کہ مسلمان اسکی پیروی کریں (کنز العمال جلد صفحہ ۴۱۱ و ریاض النضرہ بروایت احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ و ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی سے عرض کیا اے امیر المومنین آپ اپنے کرتے میں پیوند کیوں لگایا کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ یہہ دل میں خشوع پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کے لئے ایک اچھا نمونہ ہے کہ وہ اسکی پیروی کریں (کنز العمال بروایت هناد و حلیۃ الاولیا جلد ۶ صفحہ ۴۰۹ و ریاض النضرہ بروایت امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ و ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

ام سلیم سے حضرت علی کے لباس کے متعلق پوچھا گیا وہ کہنے لگیں کہ سنبلانی کملی تھی ضحاک بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کی اُس قمیص کو دیکھا تھا جس پر آپ کی وفات ہوئی وہ سنبلانی کا رذی ٹاٹ تھا جس نے اُس میں خون کا اثر بھی دیکھا (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳)

شیخ سلیمان بلخی لکھتے ہیں کہ کتاب المناقب میں ہے کہ جو قمیص آپ وقت شہادت پہنے ہوئے تھے وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس تھی اُس کا طول ۱۲ بالشت اور عرض تین بالشت تھا اور اُس میں خون کا اثر تھا (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵۰)

ابو ملیکہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان نے مجھکو یعاقیب میں حضرت علی کی خدمت میں بھیجا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنی ردا کا تہمد باندھے اور اُس پر رسی لپیٹے ہوئے اونٹ پر بدبودار روغن مل رہے ہیں۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

ابی بحر اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو ایک موٹا تہمد باندھے ہوئے دیکھا جسکی قیمت پانچ درہم تھی اور پانچ درہم اُن کے پاس تھے آپ فرمانے لگے کہ یہہ ہمارا نفقہ ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳)

اسد الغابہ میں ہے کہ ابی البحر نے اپنے شیخ سے روایت کی کہ میں نے حضرت علی کو ایک موٹا تہمد باندھے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا میں نے اسکو پانچ درہم کو خریدا ہے اگر کوئی اسمیں مجھکو ایک درہم نفع دے تو میں اسکو بیچ ڈالوں راوی کا قول ہے کہ میں نے آپکو بحالت خلافت چار کا تہمد باندھے رسی سے بہت سخت کسے ہوئے اونٹ پر روغن ملتے ہوئے دیکھا ہے (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

حافظ سلفی حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی جب خلیفہ تھے تو انہوں نے ایک قمیص تین درہم کو مول لی اور اسکی آستینوں کو ہاتھ کے جوڑ کے پاس سے کتروا دیا اور فرمایا کہ الحمد للہ الذی هذا من ریاشہ۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰) اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو یہ لباس فاخرہ عطا کیا

ابو سعید ازدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ آپ بازار میں کھڑے فرما رہے تھے کہ کیا کسی کے پاس تین درہم کی قیمت کا اچھا کرتہ ہے ایک شخص نے کہا میرے پاس ہے آپ نے کرتہ دیکھ کر پسند فرمایا اور اس کو تین درہم کو خرید کر لیا۔ جب پہنا تو اسکی آستین انگلیوں سے بڑی نکلی آپ نے اسکو ترشوا دیا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

عبد اللہ ابن ابی الہذیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو گھر سے تشریف لاتے دیکھا آپ ایک موٹا کرتہ پہنے ہوئے تھے اگر اسکی آستین کھینچی جاتی تو وہ ہاتھ کے ناخن تک پہونچ جاتی اور اگر چھوڑ دی جاتی تو سکڑ کر نصف کلائی تک ہو جاتی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۹)

حسن بن جرموز اپنے والد سے ناقل ہیں کہ میں نے حضرت علی کو مسجد کوفہ سے نکلتے ہوئے دیکھا دو چادریں قطری انکے پاس تھیں ایک کا تہمد باندھے ہوئے تھے اور ایک اوڑھے ہوئے۔ تہمد نصف ساق تک تھا بازاروں میں گشت فرما رہے تھے اور ہاتھ میں درہ تھا لوگوں کو خدا کے خوف اور بیچ بوٹے اور کم اسود ا بیچنے اور ناپ تول درست رکھنے کی نصیحت فرما رہے تھے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹)

ابی النوار کرپاس فروش کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی میرے پاس قنبر کو ساتھ لئے تشریف لائے اور دو موٹے کپڑے خریدے پھر قنبر سے فرمایا کہ اس میں سے ایک جو تجھکو پسند ہو وہ تو لے لے قنبر نے ایک کو پسند کیا دوسرا آپ نے لے لیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۳)

ابوحبان تیمی اپنے والد سے ناقل ہیں کہ میں نے حضرت علی کو ممبر پر فرماتے سنا ہے کہ کون میری یہہ تلوار خریدتا ہے اگر میرے پاس تہمد کی قیمت ہوتی تو میں اس کو نہ بیچتا۔ عبدالرزاق اپنے مصنف میں لکھتے ہیں کہ یہہ حال حضرت علی کا اُس وقت تھا جب ملک شام کے سوا تمامی اسلامی دنیا اُنکے قبضہ میں تھی (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۳۵)

عطا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو بغیر دُھلا ہوا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا ہے (کنز العمال جلد۶ صفحہ ۴۰۹)

علی ابن ارقم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو بازار میں تلوار فروخت کرتے وقت یہہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے اس تلوار کو خریدے اُس خدا کی قسم جو دانہ کو پھاڑتا ہے میں نے اس تلوار سے آنحضرتؐ کے ساتھ ہوکر کافروں سے جہاد کیا ہے اگر اُس وقت میرے پاس تہمد کی قیمت ہوتی تو میں اسکو ہرگز نہ بیچتا (کنز العمال جلد۶ صفحہ ۴۰۹ و ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۳۵ و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۶۲)

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ جوتا سی رہے ہیں میں نے کہا کہ یہہ آپ کا جوتا کون ایسا قیمتی ہے جسے آپ درست کر رہے ہیں فرمایا کہ بخدا مجھکو یہہ جوتا بہت پسند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوتا سیتے تھے کپڑوں کو پیوند لگاتے تھے اور حمار پر سوار ہوتے تھے اور اپنی پشت پر دوسرے کو بھی بٹھالیتے تھے (تذکرۂ خواص الامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۶۷)

کیفیت فرش

حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا نکاح حضرت فاطمہ سے ہوا تو میرے پاس کوئی فرش نہ تھا صرف ایک بکرے کی کھال تھی جس پر رات کو ہم لیٹتے اور صبح کو ہمارا اونٹ اسپر چارا کھاتا (کنز العمال جلد۶ صفحہ ۴۰۹)

سوید ابن غفلہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک پُرانے بورئے پر تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا اے امیرالمومنین آپ مسلمانوں کے امیر اور بیت المال کے مختار ہیں بادشاہوں کے ایلچی آپ کے پاس آتے ہیں لیکن آپ کے گھر میں اس پُرانے بورئے کے سوا کچھ نہیں فرمانے لگے عاقل کبھی ایسے گھر سے اُنس نہیں کرتا جس سے کہ نقل کرنا ضروری ہے۔

ہمارے پیش نظر دار آخرت ہے ہم اپنے سامان کو وہاں منتقل کر چکے ہیں اور خود بھی عنقریب وہیں جانیوالے ہیں۔ میں یہ سن کر رو دیا (تذکرۃ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی صفحہ ۶۷)

خصائص حضرت علیؑ

سید انوار الرحمن بسمل جلد اول رسالہ ائمۃ الہدیٰ نے صفحہ ۱۰۵ میں حضرت علیؑ کے خصائص حسب ذیل لکھے ہیں آپ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آنحضرتؐ کے آغوش رحمت میں تربیت پائی۔ سابق الاسلام ہوئے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ سب سے پہلے آنحضرتؐ کیساتھ نماز ادا کی۔ خلعت وزارت و منصب وصایت حاصل فرمایا۔ شب ہجرت میں جان نثاری کے لئے آنحضرتؐ کے بستر پر سوئے۔ حضرت فاطمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح فرمایا۔ آپکا گھر ازواج مطہرات کے حجروں کے درمیان بنایا گیا۔ مسجد میں آپ کے گھر کا دروازہ رہا۔ بحالت جنابت آپ کو مسجد میں آنا جائز تھا۔ آنحضرتؐ نے عقد مواخات کے موقع پر آپ کو اپنا بھائی بنایا۔ بدر میں آپ سے خاص شجاعت ظاہر ہوئی۔ اُحد میں علاوہ ثابت قدمی کے حضرت جبرئیلؑ جنگ میں بصورت دحیہ کلبی آپ کے معین ہوئے فرشتوں نے آپ کی شان میں لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار پکارا۔ قصہ مظاہرہ میں اللہ تعالیٰ نے بہ لقب صالح المومنین آپ کو یاد فرمایا۔ غزوۂ خندق میں شجاعت ایسی آپ سے ظاہر ہوئی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علی کی کارگذاری میری اُمت کے تمام اعمال سے جو قیامت تک کریں افضل ہے صلح حدیبیہ میں کاتب صلح نامہ آپ ہی تھے۔ فرامین رسالت بنام شاہان عالم و دیگر امور میں اکثر آپ ہی کاتب رہے۔ غزوۂ خیبر میں فتح کا سہرا آپ کے سر رہا۔ فتح مکہ کے دن آپ راکب دوش نبیؐ ہوئے۔ غزوۂ حنین میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہے۔ محاصرہ طائف میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے سرگوشی کی۔ سال نہم میں بحکم الٰہی آپ حامل سورۂ برات ہوئے۔ غزوۂ تبوک میں آپ کو منزلت ہارونی عطا ہوئی۔ عام الوفود میں بروز مباہلہ آپ نفس نبی قرار پائے۔ یمن بھیجے گئے تو آپ کو منشور قضا ملا۔ حجۃ الوداع سے واپسی پر مولائے مومنین ہوئے۔ آپ کی ولا سے لوگ ولی اللہ اور عداوت سے عدو اللہ ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام غسل و تجہیز و تکفین جسد اطہر

ٹھہرے۔ آپ سے آنحضرتؐ نے آخر وقت تکلم فرمایا۔ آپ کو غسالہ رسول پینا نصیب ہوا۔ آنحضرتؐ کے نماز جنازہ کی دعا آپ نے تعلیم فرمائی۔ آنحضرتؐ نے قربانی کی دعا میں آپ کو اپنا شریک فرمایا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حسب ارشاد آپ اپنی شہادت تک آنحضرتؐ کی طرف سے قربانی کرتے رہے۔ آپ نے گھروں سے فرشتوں کے نزول کی آواز سنی اور فرشتوں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ راسخ الایمان ہوئے۔ ایمان کی ٹھنڈک قلب جبرئیل علیہ السلام میں پہونچی۔ ایمان کا پلہ آسمان اور زمین سے زیادہ بھاری ہوا۔ ذات الٰہی میں دیوانگی۔ احکام کی پابندی میں سختی۔ گوشت اور خون کا ایمان میں مخلوط ہونا۔ دل کا امتحان الٰہی میں ثابت قدم ہونا۔ دل کا ہدایت یافتہ و ہدایت کرنیوالا ہونا اور زبان کا ثابت ہونا۔ آپ کے وجود کا بمنزلہ کعبہ کے ہونا۔ آپ کے ذکر و محبت کا عبادت میں شمار ہونا۔ آپ سے علیحدہ ہونا رسول اللہ سے علیحدہ ہونے کے مساوی ہونا۔ آپ سے حسد کرنا رسول اللہؐ سے حسد کرنے کے برابر ہونا۔ آپ کی مدد کرنے والے کی خدا کی جانب سے امداد ہونا آپ سے جنگ کرنا آنحضرؐ سے جنگ کرنے کے مساوی ہونا۔ آپ سے بغض کرنا علامت نفاق ہونا۔ آپ کی ایذا آنحضرتؐ کی ایذا کے مساوی ہونا۔ آپ کا سبّ سبّ رسول ہونا۔ آپ کا غضب غضب رسول ہونا۔ آپ کی تولا کے بغیر خوشبوئے جنت سے محروم رہنا۔ آپ کی محبت اور رفاقت کا موجب صد ہزار فضائل ہونا آپ کی تولا کے بغیر پل صراط سے گذر کا دشوار ہونا۔ آپ کے گوشت اور خون کا آنحضرتؐ کا گوشت اور خون ہونا۔ قرآن اور حق کا آپ کے ساتھ ہونا۔ آپ کا ناکثین و قاسطین و مارقین سے جہاد کرنا۔ آپ کے قاتل کا بدبخت ترین خلائق ہونا۔ آپ کا جنت میں آنحضرت کے ساتھ ایک گھر اور ایک درجہ میں ہونا۔ آپکا اہل جنت پر مثل ستارۂ صبح کے چمکنا۔ آپ کا ساقی کوثر ہونا۔ آپ کی ملاقات کا اشتیاق انبیاء علیہم السلام کو ہونا وغیرہ اس قسم کے آپ کے خصائص صدہا ہیں۔ احادیث ان سے بھری ہوئی ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے ہمنے ناظرین کے سامنے پیش کر دئیے ہیں تاکہ اس سے اس امر کا اندازہ ہو جائے کہ عند اللہ و عند الرسول حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ کس قدر عالی ہے اور اتباع محمدی کو آپکے بارے میں کسقدر احتیاط و ادب و احترام لازمی ہے۔ کیا خوب کہا ہے سہ

ایکہ از نور ولایت می نگنجی در جہات | ذات پاک تست الحق فخر کائنات
نقشہا بستند گرچہ بعد پیغمبر بسے | ہیچو تو نقشے نشد ممکن ہم اندر ممکنات
گرچہ حق را بندگی مختص وے تعظیم را | بر عباد الصالحین واجب سلامست فی الصلوٰۃ
ذات پاکت را چہ تواں گفت آخر یا علی | بودہ معروف از اسمائے حسنیٰ فی الصفات
بندہ افتادہ بر عتبۂ پاکِ توام | لے خدا وند نعم من ذرہ خاکِ توام
سایہ افگن بر سرم ای مصطفیٰ را نونہال | کیف مد الظل را کن درحق من عین حال (نجم)

اولیات حضرت علیؑ

مولوی سید صدر الدین احمد علوی موسوی کتاب روائح المصطفےٰ من ازہار المرتضیٰ صفہ ۱۱ میں لکھتے ہیں۔

کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اولیات حسب ذیل ہیں (۱) آپ سب سے اول ہیں جو دو ہاشمیوں سے پیدا ہوئے باسطور سے کہ آپ کے والد ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم اور آپکی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں آپ سے قبل کسی کو یہہ شرف حاصل نہیں ہوا (۲) آپ بنی ہاشم میں سب سے اول خلیفہ ہوئے (۳) آپ بہ قول مرجح بعد حضرت خدیجہؓ سب سے اول اسلام لائے (۴) آپ نے رسول اللہ صلی اللہ کے سامنے کفار پر سب سے پہلے تیغ زنی کی (۵) آپنے بدر میں سب سے اول کافر کو قتل کیا (۶) آپ ہی سے اولاً انگشت بیعت کیا گیا (۷) آپنے سب سے پہلے محاربہ میں مبالغہ کیا یعنی کثرت سے کفار کو قتل کیا (۸) آپنے سب سے پہلے قید خانہ بنایا (۹) آپنے سب سے پہلے سلونی عما دون العرش[1] فرمایا (۱۰) آپنے سب سے پہلے مسئلہ عائلہ کا استخراج کیا (۱۱) آپنے سب سے پہلے میراث خنثیٰ اشکل میں فتوےٰ دیا (۱۲) آپنے سب سے اول آنحضرتؐ کے حضور میں قضایا کے فیصلے کئے اور آنحضرتؐ نے آپ کے قضایا کو برقرار رکھا (۱۳) آپ سب میں اول ہیں جن کے بیٹے باپ کے بعد خلیفہ ہوئے (۱۴) آپ سب سے اول ہیں کہ آپ کی خلافت میں تحکیم ہوئی

[1] مجھ سے پوچھو عرش کے نیچے جتنی چیزیں ہیں ۱۲۔

(۱۵) آپ کلام عرب میں اصول وقواعد عربیہ کے بنانے میں اول ہیں (۱۶) آپ اول ہیں جنھوں نے دارالامارت مدینہ سے منتقل کرکے کوفہ کو دارالامارت بنایا (۱۷) آپ اول ہیں جن سے طرق اسلامی اللہ جاری ہوئے تمام اولیاء اللہ کے سلاسل آپ کی طرف منتہی ہوتے ہیں (۱۸) آپ اول ہیں اُن میں کہ جنھوں نے اپنے نفس کو خدا کی راہ میں فروخت کیا (۱۹) آپ اول ہیں بنی ہاشم کے امداد میں (۲۰) آپ اول ہیں جو قیامت میں خدا کے سامنے دونوں زانو ٹوڑ کر خصومت کریں گے (۲۱) آپ اول ہیں جو حوض پر وارد ہوں گے (۲۲) آپ اول ہیں جو رسول اللہ سے مصافحہ قیامت میں کریں گے (۲۳) آپ سب سے اول ہیں جن کی نعش ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کی گئی (۲۴) آپ اول ہیں جو قیامت میں اُٹھیں گے۔

پھر صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی عشرۂ مبشرہ میں سے ایک اور خلفائے راشدین میں سے ایک اور شوریٰ میں سے ایک (جو حضرت عمرؓ نے خلافت کے لئے مقرر فرمایا تھا) اور خطبائے معروف میں سے ایک اور زہاد مشہور میں سے ایک اور سابقین اسلام میں سے ایک ....

... (کہ بقول صحیح مختار بجز حضرت خدیجہ کے اور کسی کو آپ پر سبقت نہیں) اور منتظرین خلافت میں سے ایک ہیں کہ آنحضرتؐ نے آپ کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو منتظر الخلافت کیساتھ کیا جاتا ہے۔

شیخ محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۸۹ میں لکھتے ہیں ؎

در فضائل بے نظیر آمد علی — بر ہمہ عالم امیر آمد علی
آن علی کو با محمد در شکم — داشت ایمان بلکہ در بطن قدم
آن علی کو مادرش در کعبہ زاد — آنکہ بر دوش پیمبر پا نہاد
آن علی کو چون بیامد در جہان — شست او راسر پیغمبران
آن علی کو نامش از غیب آمدہ — انچہ از غیب است بے عیب آمدہ
آن علی کز علم بر سر تاج یافت — آن علی کو خرقۂ معراج یافت
آن علی کو انس و جان را رہ نمود — گوئے میدان سلونی در ربود

آن علی کو واقف راز خداست — آن علی کو سرور اہل صفاست
آن علی کو خاتم خود در نماز — کرد با سائل ز بہر حق نیاز
آن علی کو انما در شان اوست — ہر دو عالم تابع فرمان اوست
آن علی کو مجتبیٰ و مرتضیٰ است — آن علی کو راز دار مصطفیٰ است
آن علی کو ہست امیر المومنین — آن علی کو ہست امام العارفین
آن علی کو اولین اولیا است — آن علی کو بہترین اوصیا است
آن علی کو قطب وقت خویش بود — در ہمہ داوری ز جملہ بیش بود
آن علی کو ساقی کوثر بود — رتبۂ او از ہمہ برتر بود
آن علی کو را اویس آمد مرید — آن اویسی کو بصفین شد شہید
آن علی کو شاہ دل درویش بود — مدحت او در دلم مستی فزود

مراتب حضرت علیؑ

مراتب میں محبوبیت سے بڑھکر کوئی مرتبہ نہیں - ارباب کشف و عرفان و علمائے عالی شان کی مصنفہ کتابیں اس کی شاہد ہیں - حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مرتبۂ محبوبیت علیٰ وجہ الکمال حاصل تھا اور یہ محبوبیت دو طرح پر تھی - محبوبیت حق و محبوبیت رسول -

(۱) محبوبیت حق

عن سفینۃ مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اہدت امرأۃ من الانصار الی رسول اللہ صلی اللہ وسلم طیراً بین رغیفین فقال رسول اللہ اللہم ائتنی باحب خلقک الیک فاذا الباب لفنیۃ فدخل علی فاکل معہ - الخ
اسعاف تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۳ بروایت کتاب الفضائل امام احمد

حضرت سفینہ مولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بھنا ہوا مرغ دو روٹیوں کے درمیان میں بطور ہدیہ کے لائی آنحضرتؐ نے دعا فرمائی خداوندا جو شخص مخلوقات میں تیرے نزدیک سب سے زائد محبوب ہو اسکو میرے پاس بھیجدے

و ریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ و ینابیع المودة بروایت مسند امام احمد صفحہ ۵۶ وغیرہ۔

ناگہاں دروازہ کھول کر حضرت علی داخل ہوئے اور آنحضرت کیساتھ کھانے میں شریک ہوئے امام احمد نے اسکی تخریج کی

عن انس بن مالک قال کان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم طیر فقال اللھم ائتنی باحب خلقک الیک یاکل معی ھذا الطیر فجاء علی ابن ابی طالب فاکل معہ اخرجہ الترمذی و قال غریب والبغوی فی المصابیح فی الحسان

(ریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت کے پاس ایک پکا ہوا مرغ تھا آپنے فرمایا خداوندا جو مخلوقات میں سب سے زیادہ تجھکو محبوب ہو اسکو میرے پاس بھیجدے کہ وہ میرے ساتھ کھائے پھر علی ابن ابیطالب آئے اور اُنکے ساتھ کھایا ترمذی نے اُسکی تخریج کی اور کہا کہ غریب ہے اور بغوی نے مصابیح میں حسان میں لکھا

اس حدیث کو حدیث طیر کہتے ہیں۔ اسکے متعلق ابن کثیر کا قول ہے کہ میں نے ایک کتاب مؤلفہ علامہ ابن جریر طبری دیکھی جس میں اُنہوں نے حدیث طیر کے طرق کو جمع کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے مفتاح کنوز الروایة میں بذیل ذکر صحیح عبد اللہ بن حاکم لکھا ہے کہ حدیث طیر کے بہت سے طرق ہیں ان سب طریقوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور اس واقعہ کی اصلیت ہے (ارجح المطالب صفحہ ۵۳۱)

حدیث طیر کا تفصیلی بیان معہ طرق مرویہ و اسامی صحابہ کرام و تابعین عظام و محدثین اعلام و جرح و قدح و اثبات بوجہ احسن ناظرین حصہ سوم کتاب السیرة العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں ملاحظہ کریں گے۔

عن سھل ابن سعد الساعدی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین الرایة غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ فلما اصبح الناس غدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھم یرجون ان یعطاھا فقال این علی ابن ابی طالب

حضرت سہل ابن سعد ساعدی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے یوم خیبر ارشاد فرمایا کل ہم یہ علم ایک ایسے شخص کو دیں گے جس کے ہاتھ سے اللہ فتح دیگا وہ شخص اللہ اور اسکے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اسکا رسول اُسکو دوست رکھتے ہیں جب صبح ہوئی تو سب لوگ آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوئے ہر ایک شخص کو علم ملنے کی آرزو تھی آنحضرت نے

فقالوا هو يا رسول الله يشتكي عن عينيه
قال فارسلوا اليه فاتي به فبصق رسول
الله صلى الله عليه وسلم في عينيه فبرء حتى
كان لم يكن به وجع فاعطاه الراية فقال
علي يا رسول الله اقاتلهم حتى يكونوا
مثلنا قال انفذ على رسلك حتى تنزل
بساحتهم ثم ادعهم الى الاسلام واخبرهم
بما يجب عليهم من حق الله فيه فوالله لان
يهدي الله بك رجلا واحدا خير لك من ان
يكون لك حمر النعم متفق عليه۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵)

پوچھا کہ علی کہاں ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ انکی
آنکھوں میں سخت آشوب ہے فرمایا انکو بلا بھیجو وہ بلائے گئے
آنحضرت نے اپنا لعاب دہن انکی آنکھوں میں لگایا آنکھیں
بالکل اچھی ہوگئیں گویا کہ کبھی درد تھا ہی نہیں پھر آنحضرت
نے انکو علم دیا حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں
ان سے یہاں تک لڑوں کہ یہ مثل ہمارے مسلمان ہوجائیں
آنحضرت نے فرمایا سیدھے چلو جاؤ یہانتک کہ تم انکے میدان
میں جاکر اترو پھر انکو اسلام کی دعوت دو اور جو کچھ انپر
خدا کا حق واجب ہے اُس سے انکو مطلع کرو خدا کی قسم اگر تمہارے
ذریعہ سے خدا ایک شخص کو بھی ہدایت کریگا تو تمہارے لئے
سُرخ بالوں والے اونٹ سے بہتر ہوگا۔

یہہ حدیث بھی کئی طریقوں سے مروی ہے اکثر طرق اسکے ناظرین مناقب المرتضےٰ من مواہب المصطفےٰ میں ملاحظہ کریں گے۔ یہاں حسب ضرورت ایک ہی حدیث متفق علیہ بخاری و مسلم پر اکتفا کی گئی۔

اِن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے اور محبت من اللہ سے کثرت ثواب مراد ہے امام نووی شرح منہاج میں لکھتے ہیں کہ بندہ کے ساتھ خدا کی محبت کرنے سے یہہ مطلب ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندہ کو عبادت پر قدرت دیتا اور تشریف عصمت سے مشرف فرماتا اور امتثال اوامر کی توفیق دیتا اور اپنی مہربانیاں اُسکے حق میں سہل کردیتا اور راہ ثواب کی ہدایت کرنا اور اپنی رحمت کا اُس پر افاضہ فرماتا ہے یہہ تمام امور مبادی محبت الٰہی ہوسکتے ہیں اور غایت محبت یہہ ہوتی ہے کہ حق اُسکے دل کے پردوں کو کھول دیتا ہے یہانتک کہ وہ اپنی بصیرت سے اپنے معبود کو دیکھتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ

لایزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبہ — ہمیشہ رہتا ہے میرا بندہ جو بذریعہ نوافل میرا تقرب حاصل

فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصر به (ارجح المطالب صفحہ ۵۱۳)

کرتا ہے یہاں تک کہ میں اُسکو دوست رکھتا ہوں اور جب اُسکو دوست رکھتا ہوں تو میں اُسکی سماعت ہوتا ہوں جس سے سنتا ہے اور اُس کی بصارت جس سے دیکھتا ہے۔

(۴) محبوبیت رسول

(۱) عن عائشة سئلت اى الناس احب الى رسول الله (صلعم) قالت فاطمة فقيل من الرجال قالت زوجها (رياض النضرة)

(۱) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اُنسے پوچھا گیا کہ آنحضرت کے نزدیک کون محبوب تر تھا کہا فاطمہ پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں کہا انکے شوہر

(۲) عن عروة قلت لعائشة من كان احب الناس الى رسول الله قالت على فقلت اى شئ كان سبب خروجك على قالت له تزوج ابوك امك قلت ذلك من قدر الله وقالت كان ذلك من قدر الله (كنز العمال جلد)

(۲) عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آنحضرت کو کون محبوب تھا کہا علی میں نے کہا آپنے انپر خروج کیوں کیا فرمایا تیری ماں سے تیرے باپ نے کیوں شادی کی تھی میں نے کہا کہ یہ خدا کی قدرت اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ بھی خدا کی قدرت تھی

(۳) عن مجمع قال دخلت مع ابى على عائشة فسالتها عن مسيرها يوم الجمل فقالت كان قدرا من الله وسالتها عن على قالت سئلت عن احب الناس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم (رياض النضرة جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

(۳) مجمع کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت عائشہ کے یہاں آیا میں نے اُنسے جنگ جمل کے بارہ میں پوچھا اُنھوں نے کہا یہ خدا کی تقدیر تھی پھر میں نے علی کے متعلق پوچھا فرمایا تم ایسے شخص کے بارہ میں دریافت کرتے ہو جو آنحضرت کو سب سے زائد محبوب تھے۔

(۴) وعن نعمان بن بشير قال استاذن ابوبكر على النبى فسمع صوت عائشة عاليا وهى تقول والله لقد علمت ان عليا احب اليك من ابى فاهوى ابوبكر ليلطمها وقال يا بنت فلانة اراك ترفعين صوتك على رسول الله فامسك رسول الله وخرج ابوبكر مغضبا فقال رسول الله قد ايتنى انقذتك من الرجل ثم استاذن ابوبكر بعد ذلك وقد اصطلح رسول الله و

(۴) نعمان ابن بشیر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عائشہ کو بہ آواز بلند باتیں کرتے سنا وہ آنحضرت سے کہتی تھیں خدا کی قسم میں جانتی ہوں کہ میرے باپ سے زیادہ علی آپکو عزیز ہیں حضرت ابوبکر نے بڑھکر قصد کیا کہ انکے ایک طمانچہ ماریں اور ڈانٹ کر حضرت عائشہ سے فرمانے لگے کہ اے فلاں کی بیٹی تو آنحضرت پر چلاتی ہے آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو روکا وہ

عائشة فقال ادخلاني في السلم كما ادخلتماني الحرب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قد فعلنا اخرجه النسائي في الخصائص

(ارجح المطالب صفحہ ٥٠٢)

خفا ہوکر چلے گئے آنحضرت نے حضرت عائشہ سے فرمایا کیوں ہمنے تمکو اس شخص کے غصہ سے بچایا پھر حضرت ابوبکر نے اُسوقت حاضر ہونیکی اجازت چاہی جبکہ آنحضرت و حضرت عائشہ میں صلح ہوچکی تھی حضرت ابوبکر نے عرض کیا جسطرح ہمیں آپکے جھگڑے میں دخیل ہوا تھا اُسی طرح آپ مجھکو اپنی صلح میں بھی شریک کریں آنحضرت نے فرمایا ہمنے شامل کیا نسائی نے خصائص میں اس کو لکھا۔

(٥) عن بريدة قال احب النساء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة ومن الرجال علي اخرجه

(ارجح المطالب صفحہ ٥٠٢)

(٥) بریدہ کہتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب آنحضرت کو فاطمہ اور مردوں میں علی تھے ترمذی نے اسکی تخریج کی۔

(٦) عن معاوية بن ثعلبة قال جاء رجل الى ابي ذر وهو في مسجد رسول الله فقال يا ابا ذر الا تخبرني باحب الناس اليك احبهم الى رسول الله قال اي ورب الكعبة احبهم الى احبهم الى رسول الله هو ذاك الشيخ و اشار الى علي۔ (رياض النضرة جلد ٢ صفحہ ١٥٩)

(٦) معاویہ بن ثعلبہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے مسجد نبوی میں ابوذر غفاری سے پوچھا کیا تم بتا سکتے ہو کہ سب سے زیادہ تمہیں محبوب کون ہے میں اسلئے پوچھتا ہوں جو تمکو سب سے زیادہ محبوب ہوگا وہی آنحضرت کو سب سے زاید محبوب ہوگا ابوذر کہنے لگے رب کعبہ مجھکو سب سے زائد محبوب اور آنحضرت کو سب سے زائد محبوب یہہ بزرگ ہیں یہہ کہکر حضرت علی کی طرف اشارہ کیا۔

(٧) عن عائشة قالت لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم الموت قال ادعوا لي حبيبي فدعوت له ابا بكر فنظر اليه ثم وضع راسه فقال ادعوا لي حبيبي فدعوت له عمر فنظر اليه ثم وضع راسه فقال ادعوا لي حبيبي فقلت ويلكم ادعوا له عليا فوالله ما يريد غيره فلما راه اخرج

(٧) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ میرے محبوب کو بلاؤ میں نے حضرت ابوبکر کو بلایا آنحضرت نے اپنا سر بالین پر رکھدیا پھر فرمایا میرے محبوب کو بلاؤ میں نے حضرت عمر کو بلایا آنحضرت نے انکو بھی دیکھکر سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ میرے محبوب کو بلاؤ میں نے کہا لوگو تم پر افسوس ہے علی کو بلاؤ خدا کی قسم آنحضرت سوا انکے

الثوب الذی کان علیہ ثم ادخلہ فیہ فلم یزل یحتضنہ حتی قبض ویدہ علیہ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ بروایت رازی و ارجح المطالب صفحہ ۵۰۵ بروایت ...) اور کسی کو طلب نہیں کی جب آنحضرتؐ نے انکو دیکھا تو اُن کو اپنی چادر کے اندر کر لیا اور وقت انتقال تک اُنکو سینہ سے لگائے رہے آپ کا ہاتھ ان پر تھا۔

اِن بیانات سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی محبوبیت کا اثبات ہوتا ہے مدارج اور مراتب کی اس سے بڑھکر اور کون دلیل ہوسکتی ہے ؎

صورت گرے کہ نقش جمال ترا کشید موئے قلم کند مژۂ آفتاب را

ظہور معجزات نبویؐ درحق حضرت مرتضویؑ

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات سراپا بہجت و کمالات انوار و برکات کے ظہور کے لئے بنائی گئی مخلوقات میں اُنکی ذات ستودہ صفات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین معجزہ تھی۔ انوار و برکات کا ظہور ائمہ کرام کا وجود باجود ہے جس کا منشا ظہور حضرت علی ہیں آپ پر کمالات و برکات کا جیسا کچھ ورود ہوا وہ ناظرین تواریخ و سیر پر مخفی نہیں۔ یہاں پر مقصود صرف وہ معجزات ہیں جو حضرت علی کے لئے ظاہر ہوئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا میں لکھتے ہیں کہ بارہا آپ کے نفس قدسی پر شعاع نبوی کا پرتو پڑا اور بڑے بڑے معجزات آپ کے حق میں ظاہر ہوئے اور فیض الٰہی نے ہمت نبویہ کو آپ کے کام میں صرف کیا جس سے آپکے بہت سے مقامات قوت سے فعلیت میں آئے۔

(۱) وقت روانگی بطرف یمن

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکو یمن کی جانب بھیجنے لگے آپنے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھکو سن رسیدہ لوگوں کی طرف بھیجتے ہیں حالانکہ میں کم سن ہوں اور مجھے قضا کا علم بھی نہیں ہے۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ آنحضرت نے اپنے دست مبارک کو میرے سینہ پر رکھا اور فرمایا خدا تم کو ہدایت کریگا اور تمہاری زبان کو قابو میں رکھیگا۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا مجھ پر فیصلہ کرنا دشوار نہیں ہوا ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھکو فیصلہ کرنے میں شبہ نہیں ہوا اسکے بعد میں برابر فیصلے کرتا رہا (جلد سوم ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۲۶)

(۲) حفظ قرآن مجید

ایک مرتبہ حضرت علی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا آپنے ایک نماز نفل تعلیم فرمائی۔ جامع ترمذی کے ابواب الدعوات و مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ تشریف فرما تھے۔ حضرت علی نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میرے سینہ سے کلام اللہ نکل جاتا ہے مجھکو اس کے یاد رکھنے کی قدرت نہیں ہوتی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایک نماز تمکو تعلیم کرتا ہوں جس سے تم کو بہت نفع ہوگا اور جس کو تم تعلیم کروگے اُسکو بھی فائدہ ہوگا وہ نماز یہہ ہے کہ شب جمعہ میں اگر تم سے ہوسکے تو رات کی اخیر تہائی میں اور اگر نہ ہوسکے تو اول رات میں چار رکعت بہ نیت نفل پڑھو پہلی رکعت میں بعد الحمد سورۂ یٰسین دوسری رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ دخان تیسری رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ الم سجدہ چوتھی رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ ملک پڑھو۔ سلام کے بعد خدا کی حمد و ثنا کرو اور مجھ پر اور تمام انبیائے کرام پر درود بھیجو اور جملہ مومنین کے حق میں استغفار کر کے یہہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْھِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ کِتَابِكَ کَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَارْزُقْنِیْ اَنْ اَتْلُوَہٗ عَلَی النَّحْوِ الَّذِیْ یُرْضِیْكَ عَنِّیْ۔ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْھِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِکِتَابِكَ بَصَرِیْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِہٖ لِسَانِیْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِہٖ عَنْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِہٖ صَدْرِیْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِہٖ بَدَنِیْ فَاِنَّہٗ لَا یُعِیْنُنِیْ عَلَی الْحَقِّ غَیْرُكَ وَلَا یُؤْتِیْہِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

پھر فرمایا اے ابوالحسن یہہ دعا تین جمعہ یا پانچ یا سات جمعہ تک پڑھو اللہ تعالیٰ دعا قبول کرے گا خدا کی قسم جو دیندار اُسکو کریگا اُسکا مقصد حاصل ہوگا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ پانچ یا سات جمعہ نہ گذرے تھے کہ حضرت علی نے آکر آنحضرتؐ سے بیان کیا کہ اس سے قبل تین یا چار آتیں روز یاد کرتا تھا وہ بھی بھول جاتا تھا اب چالیس آتیں جس وقت پڑھتا ہوں اس طرح یاد ہوجاتی ہیں کہ گویا دیکھ کر پڑھتا ہوں اس سے قبل ایک بات بھی یاد نہ رہتی تھی اب جو کچھ سنتا ہوں وہ بجنسہ یاد رہتا ہے حاکم نے مستدرک

میں بھی اس روایت کو لکھا (ترمذی والی روایت ازالۃ الخفا جلد سوم صفحہ ۲۲۷ سے ماخوذ ہے)

(۳) حفظ احادیث

آنحضرت نے حفظ احادیث کے لئے حضرت علی کے حق میں دعا فرمائی۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت وتعیھا اذن واعیہ نازل ہوئی تو آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ علی کو یاد رکھنے کے کان عطا فرما۔ (اس آیت کا شان نزول مع دیگر متعلقات مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفےٰ میں بالتفصیل بیان ہوگا۔

(۴) دفع درد چشم

جنگ خیبر میں جب حضرت علی کی آنکھیں آشوب کر آئی تھیں تو آنحضرت نے اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا مانگی آنکھیں بالکل اچھی ہوگئیں۔ تو حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب سے آنحضرت نے اپنا لعاب دہن لگایا اس وقت سے میری آنکھیں نہیں دکھیں (امام احمد و ابو یعلی و ابو الخیر قزوینی نے اسکی تخریج کی یہ روایت کتب احادیث صحاح وحسان میں بروایت سعدؓ ابن ابی وقاص وسلمہ بن الاکوع وسہل بن سعد مرقوم ہے)

(۵) دفع تکلیف صیف وشتا

حضرت علی گرمی وسردی کی تکلیف سے محفوظ ہوگئے تھے اسی جنگ خیبر میں آنحضرت نے آپ کے لئے دعا فرمائی تھی کہ خدایا علی سے سردی وگرمی کی مضرت کو دفع فرما۔ اس کا اثر یہہ ہوا کہ آپ گرمیوں میں جاڑوں اور جاڑوں میں گرمیوں کے کپڑے پہنے رہتے تھے سردی یا گرمی کی تکلیف بالکل نہیں ہوتی تھی۔ امام احمد وبزار وابن جریر بادنیٰ اختلاف اس روایت کو صحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ابی لیلےٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی جاڑوں میں صرف تہمد اور ایک ہلکی چادر اوڑھکر نکلا کرتے تھے اور گرمیوں میں روئی دار موٹے کپڑے پہنا کرتے تھے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے والد کے ذریعہ سے اسکا سبب دریافت کراؤ انہوں نے حضرت علی سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ بے خوف وخطر سردی میں گرمی کے کپڑے اور گرمی میں سردی کے کپڑے پہنتے ہیں آپ کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی اسکی کیا وجہ ہے فرمایا اے ابو لیلیٰ کیا تم ہمارے ساتھ خیبر میں موجود نہ تھے انہوں نے کہا

میں موجود تھا۔ فرمایا کہ جب آنحضرت صلعم نے خیبر فتح کرنے کے لئے حضرات شیخین کو بھیجا اور وہ شکست کھا کر واپس آئے تب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہم یہہ علم ایسے شخص کو دینگے جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اسکا رسول اسکو دوست رکھتے ہیں وہ بھاگنے والا نہیں پھر آنحضرت صلعم نے مجھکو بلوایا میری آنکھیں آشوب کر رہی تھیں آنحضرت صلعم نے اپنا لعاب دہن میری آنکھوں میں لگایا اور دعا فرمائی کہ خداوندا اس سے سردی و گرمی کی تکلیف دور کر اسکے بعد پھر مجھکو سردی و گرمی نے نہ ستایا اسی لئے میں ایسا کرتا ہوں (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴ و ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۳۲۴ میں یہہ تینوں واقعہ بھی موجود ہیں)

(۶) دفع درد پا

حضرت علی کے پاؤں میں آنحضرت صلعم نے جب سے اپنا لعاب دہن لگایا تب سے آپ کے پاؤں میں درد نہیں ہوا چنانچہ ابو رافع سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے وقت ہجرت حضرت علی کو امانات وغیرہ ادا کرنے کیلئے مکہ معظمہ میں چھوڑ دیا تھا اور یہہ فرمایا تھا کہ بعد ادائے امانات مدینہ چلے آنا آپ تعمیل ارشاد کرکے مدینہ روانہ ہوئے رات کو چلتے اور دن میں کفار کے خوف سے پوشیدہ ہوجاتے۔ جب مدینہ شریف پہونچے اور آنحضرت صلعم کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو لوگوں سے فرمایا کہ علی کو میرے پاس لاؤ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ چل نہیں سکتے۔ آنحضرت صلعم خود اُن کے پاس تشریف لے گئے دیکھا اُن کے پاؤں متورم تھے اور اُن سے خون ٹپک رہا تھا آپنے اپنا لعاب دہن اُن کے پاؤں پر ملا اور اُنکے لئے عافیت کی دعا مانگی اُنکے پاؤں بالکل اچھے ہوگئے اور انتقال کے وقت تک پھر نہ دکھے (ارجح المطالب بروایت اسد الغابہ صفحہ ۶۹۰)

(۷) دفع اوجاع

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شدید درد میں مبتلا تھا آنحضرت صلعم کے حضور میں آیا آپنے اپنی جگہ پر مجھے کھڑا کیا اور خود کھڑے ہوکر نماز پڑھی اور اپنا کپڑا میرے اوپر ڈالدیا اور فرمایا کہ اے ابن ابی طالب اب تم اچھے ہوگئے اب درد وغیرہ کچھ نہیں ہیں نے اللہ سے جو کچھ اپنے لئے مانگا تھی تمہارے لئے بھی مانگا سب کچھ مجھے عطا ہوا البتہ صرف یہہ ارشاد ہوا کہ تمہارے بعد نبوت نہیں حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں کھڑے کھڑے ایسا اچھا ہوا کہ گویا کبھی بیمار ہی نہ تھا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۰)

بروایت ابن ابی عاصم و ابن جریر و ابن شاہین وغیرہ)

(۸) شفائے امراض

حضرت علی کو آنحضرتؐ کی دعا کی برکت سے پھر کوئی بیماری نہیں ہوئی چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت علی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہوا آنحضرتؐ بغرض عیادت تشریف لائے میں کہہ رہا تھا کہ خداوندا اگر میری موت آگئی ہے تو مجھکو نجات دے اور اگر موت نہیں آئی ہے تو اس مرض سے شفا دے اور اگر امتحان ہے تو مجھے صبر عطا کر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم یہہ کیا کہہ رہے تھے میں نے اسکا اعادہ کیا آنحضرتؐ نے اپنے پائے مبارک سے مجھے ٹھکرا کر فرمایا اے اللہ اسکو شفا و عافیت دے حضرت علی فرماتی ہیں کہ اسکے بعد سے میں بیمار ہی نہیں ہوا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۹ و ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲)

(۹) برکت اولاد

حضرت علی کا نکاح جسوقت آنحضرتؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے ساتھ کیا تو یہہ دعا دی کہ اللہ تعالی تمہاری اولاد کثرت سے پاک اور پاکیزہ پیدا کرے اور اس میں برکت عطا فرمائے حضرت انس فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم اللہ تعالی نے ان دونوں کو اولاد پاکیزہ اور بکثرت دی (ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۳۴۸)

(۱۰) معجزۂ رد الشمس

باسانید صحیحہ وطرق متعددہ حضرت اسما بنت عمیس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ بعد فتح خیبر منزل صہبا میں فروکش تھے ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر آنحضرتؐ نے حضرت علی کو کسی کام کیلئے بھیجا اس اثنا میں آنحضرتؐ نے عصر کی نماز بھی پڑھ لی۔ بعد نماز عصر جب حضرت علی آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئے تو آنحضرتؐ لیٹ گئے اور اپنا سر مبارک حضرت علی کے گھٹنہ پر رکھ لیا اسی حالت میں وحی نازل ہوئی وقت نزول وحی آنحضرتؐ کی حالت قریب بہ غشی ہو جاتی تھی حضرت علی جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح خاموش بیٹھے رہے آفتاب غروب ہو گیا۔ بعد نزول وحی آنحضرتؐ نے سر اٹھا کر فرمایا اے علی کیا تم نماز عصر پڑھ چکے ہو آپنے عرض کیا کہ ابھی نہیں آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ خداوندا تیرا بندہ علی تیرے نبی کے کام میں رکا ہوا تھا اس لئے اسکی نماز فوت ہو گئی ہے اسکے لئے تو آفتاب کو

پھیردے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آفتاب بعد غروب پھر مغرب سے لوٹ آیا اور اسقدر بلند ہوا کہ پہاڑوں اور زمین پر دھوپ پھیل گئی حضرت علی نے اٹھکر وضو کیا اور نماز عصر ادا کی تب آفتاب غروب ہوا۔ شیخ علی متقی نے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۷۷ میں اس حدیث رد الشمس کو بروایت حضرت علی کتاب رد الشمس مؤلفہ ابو الحسن سادان فضلی عراقی سے لیکر لکھا۔

علامہ محب طبری نے ریاض النضرہ میں اس حدیث کو کئی طریقہ سے بروایت حضرت امام حسن و حضرت اسماء بنت عمیس دولابی وحاکمی سے لیکر لکھا (جلد ۲ باب رابع فصل سادس صفحہ ۱۷۹)

ابو المظفر شمس الدین سبط ابن الجوزی اس حدیث رد الشمس کو بہ اسناد بروایت حضرت اسماء بنت عمیس لکھکر لکھتے ہیں کہ اگر یہہ کہا جائے کہ میرے جد ابن الجوزی نے اسکو موضوعات میں لکھا اس دلیل سے کہ یہہ روایت مضطرب ہے جسکے رواۃ میں احمد بن داؤد مجہول ہیں اور اسی طرح فضل بن مرزوق بھی ضعیف ہیں اور عبد الرحمن بن شریک بھی جن کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے اور ابن عقدہ کو ہم متہم نہیں کرتے صرف یہہ کہتے ہیں کہ وہ رافضی تھا اگر یہہ روایت تسلیم بھی کرلی جائے تو نماز عصر کا قضا ہونا تو ثابت ہے آفتاب کے غروب کے بعد پھر لوٹ آنے سے ادا نہیں ہو گی اور صحیح حدیث میں صاف طور پر ہے کہ آفتاب سوائے یوشع بن نون کے اور کسی کے لئے نہیں رکا۔

اس سب کا جواب یہہ ہے کہ میرے جد ابن الجوزی کا اس حدیث کو یقیناً موضوع کہنا یہہ تو دعویٰ بلا دلیل ہے رواۃ پر قدح کے متعلق تو جواب یہہ ہے کہ میں نے اس حدیث کو ثقات اور عدول لوگوں سے روایت کیا اس طرح سے کہ مجھے خبر دی ابو القاسم عبد المحسن بن عبد اللہ بن احمد طوسی نے ان سے ان کے والد عبد اللہ نے انکے والد ابو النصر احمد نے ان سے ابو الحسین نے ان سے ابو جبانہ نے ان سے بغوی نے ان سے طالوت بن عباد نے ان سے ابراہیم بن الحسن بن الحسن نے ان سے فاطمہ بنت الحسین نے ان سے اسماء بنت عمیس نے بیان کیا۔

اس روایت میں ایک بھی ضعیف نہیں ہیں۔ ابو ہریرہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے جسکی تخریج ابن مردویہ نے کی ممکن ہے کہ انکا یہہ قول ابو ہریرہ والی روایت کے متعلق ہو ابن عقدہ کے

متعلق اعتراض کا جواب یہہ ہے کہ اُنکی عدالت مشہور ہے وہ فضائل اہلبیت روایت کرتے تھے اور اسی پر اقتصار کرتے اور دیگر صحابہ کے بارہ میں مدح وذم پر کوئی تعرض نہ کرتے اس لیئے وہ رفض کی طرف منسوب ہوئے۔ نماز عصر کے قضا ہونے کے متعلق یہہ ہے کہ ارباب عقول سلیمہ اسکی معتقد نہیں کہ آفتاب نے غائب ہوکر پھر عود کیا حقیقتاً وہ سیر معتاد سے رُکا رہا لوگوں نے غائب ہونے کا خیال کرلیا اُسکی سیر تھوڑی ہوتی ہے اور اگر یہہ مان بھی لیا جائے کہ حقیقتاً آفتاب لوٹ آیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں یہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت علی کی کرامت کہی جاسکتی ہے جس طرح حضرت یوشع کے لیئے آفتاب کا رُکنا بالاجماع ثابت ہے اور یہہ حضرت موسیٰ کا معجزہ یا حضرت یوشع کی کرامت کہی جاتی ہے اگر حضرت موسیٰ کا وہ معجزہ مانا جائے تو آنحضرتؐ اُن سے زائد افضل ہیں اور اگر حضرت یوشع کی کرامت مانی جائے تو حضرت علی بھی حضرت یوشع سے افضل ہیں کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کے علما انبیائے بنی اسرائیل کے مثل ہیں جب یہہ ارشاد عوام علما کے لئے ہو تو حضرت علی کے متعلق بہتر بطریق اولےٰ ہوگا اور اس سے زائد بہترین دلیل یہہ ہے کہ امام احمد فضائل میں محمد بن یونس سے اور وہ حسن ابن عبدالرحمٰن انصاری سے اور وہ عمر بن جمیع سے اور وہ ابن ابی لیلےٰ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا صدیق تین ہیں حزقیل مومن آل فرعون حبیب نجار مومن الیاسین۔ علی بن ابیطالب یہہ اُن سے افضل ہے۔ حزقیل بھی انبیائے بنی اسرائیل ہیں مثل حضرت یوشع کے ایک نبی تھے اس حدیث سے حضرت علی کی فضیلت انبیائے بنی اسرائیل پر نکلتی ہے اس بارہ میں ایک عجیب غریب حکایت مجھ سے میرے شیوخ عراق کی ایک جماعت نے بیان کی کہ ابو منصور مظفر بن آردشیر قبادی واعظ بغداد کے مدرسہ باب ابرزین وعظ کہہ رہے تھے اور ہم لوگ بھی موجود تھے حدیث رد الشمس کا نہایت نفیس بیان ہو رہا تھا اسی کے ساتھ اہلبیت کے فضائل بھی بیان ہوتے جاتے تھے آسمان پر اسقدر ابر محیط ہوگیا کہ جس سے آفتاب بالکل چھپ گیا حاضرین جلسہ یہہ سمجھے کہ آفتاب غروب ہوگیا ابو منصور مظفر دفعتاً ممبر پر چڑھ گئے اور آفتاب کو مخاطب کرکے بکمال جذب کہنے لگے اشعار

لا تغربي یا شمس حتی ینتهی مدحی لآل المصطفی ولنجله

اے آفتاب جبتک کہ مدح آل مصطفیٰ ختم نہ ہو غروب نہ ہونا

واثنی عنانك ان اردت ثناءهم انسیت ان کان الوقوف لاجله

واپس ہو میں انکی ثنا میں مصروف ہوں تو کیا بھول گیا کہ انکی سبب سے رکا رہا تھا

ان کان للمولی وقوفك فلیکن هذا الوقوف لخیله ولرجله

اگر مولی (علی) کیلئے تیرا وہ وقوف تھا تو یہ وقوف انکے غلاموں اور مداحوں کیلئے ہو

لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابر ہٹ گیا اور آفتاب نظر آنے لگا (تذکرۃ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی صفحہ ۳۱)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں حدیث رد الشمس کو بہ اسناد اپنے استاد شیخ ابوطاہر کردی سے اخذ کرکے اس حدیث کے متعلق یہہ لکھا ہے کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے کشف اللبس فی حدیث رد الشمس کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ رد الشمس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے امام ابوجعفر طحاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے بہت زیادتی کی ہے کہ انھوں نے اسکو کتاب موضوعات میں داخل کردیا انکے شاگرد محدث ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس کے ایک مقام پر بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو طحاوی نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں اسماء بنت عمیس سے دو طریقوں سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں انکے راوی ثقہ ہیں اور قاضی عیاض نے اسکو شفا میں درج کیا ہے اور حافظ ابن سید الناس نے بشری اللبیب میں اور حافظ علاء الدین مغلطائی نے اپنی کتاب الزہر الباسم میں درج کیا ہے اور ابوالفتح ازدی نے اسکی تصحیح کی ہے اور ابوزرعہ وابن عراقی اسکے حسن ہونے کے قائل ہیں اور ہمارے شیخ جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ میں بیان کیا ہے اور حافظ احمد بن صالح نے کہا ہے یہہ تم کو کافی ہے جس کا مقصد علم حاصل کرنا ہے اس کو اسماء کی حدیث سے اختلاف نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ہے اور انھوں نے ابن جوزی پر انکار کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو

موضوعات کی کتاب میں داخل کردیا ہی میں کہتا ہوں طحاوی نے اسکو دو طرح سے روایت کیا ہے۔ دوسری روایت میں محمد بن موسیٰ وہی ہیں جو قطری کے نام سے مشہور ہیں اور اُنکی روایت پسندیدہ ہے اور وہ عون بن محمد حضرت علی بن ابیطالب کے پوتے ہیں اور اُنکی والدہ اُم جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابیطالب تھیں پھر طحاوی نے اس حدیث کے معارضہ میں اُس حدیث کو پیش کیا جو چند طرق سے ابوہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یوشع کے سوا کسی کیلئے آفتاب نہیں رُکا پھر خود ہی اسکا جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ یوشع کیساتھ جو بات مخصوص تھی وہ یہ ہو کہ اُنکے لئے آفتاب غروب ہونیکے بعد لوٹایا گیا ہو پھر خود ہی اس جواب کو رد کر دیا ہے۔ کہ ایک حدیث میں ہے فحبسہا اللہ علیہ ای علی یوشع (یعنی خدا نے آفتاب کو یوشع ؑ کے اوپر غروب ہونے سے روک دیا) طحاوی کا کلام ختم ہوا۔ (ترجمہ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جلد ۳ صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ کارخانہ وطن لاہور)

شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی لکھتے ہیں کہ حدیث رد الشمس کو حضرت ام سلمہ و اسماء بنت عمیس و جابر ابن عبداللہ و ابوسعید خدری اور جماعت صحابہ نے روایت کیا۔ بروایت اسماء بنت عمیس طبرانی نے معجم کبیر میں لکھا جیسا کہ جمع الفوائد میں ہے اور ابن المغازلی و حموینی و موفق بن احمد نے بروایت اسماء اپنے اپنے اسناد سے بھی لکھا ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے بھی اسکو روایت کیا ہے ابن حجر ہیتمی مکی نے صواعق محرقہ میں حضرت علی کے کرامات میں درج کیا ہے حسان ابن ثابت کے اس بارہ میں حسب ذیل اشعار ہیں ؎

یا قوم من مثل علی وقد ردت علیہ الشمس من غائب

اے قوم علی کے مثل کون ہے جنکے لئے آفتاب غروب ہو کر واپس ہوا

اخو رسول اللہ وصہرہ والاخ لا یعدل بالصاحب

وہ رسول اللہ کے بھائی اور داماد ہیں اور بھائی دوست کی برابر نہیں ہوتا

موفق بن احمد خوارزمی اپنی سند سے مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے لوگوں نے کہا کہ آپ علی بن ابی طالب کی شان میں کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ

واللہ احد الثقلین سبق بالشہادتین و خدا کی قسم وہ ثقلین (قرآن و اہلبیت) میں سے ایک ہیں سب

صلے القبلتین وبایع البیعتین وھوابو السبطین الحسن والحسین وردت علیہ الشمس مرتین فمثلہ فی الامۃ مثل ذی القرنین وھومولای ومولی الثقلین (

(ینابیع المودۃ باب ۴۷ صفحہ ۱۳۷)

اول تنہا وہیں (اشہدان لاالہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ) اداکرنیوالے ہیں انھوں نے دونوں قبلوں (بیت المقدس اور کعبہ) کی طرف نماز پڑھی اور دو بیعتیں (بیعت اول قبل ہجرت بیعت عقبہ وبیعت دوم بیعت الرضوان) کیں ہیں اور وہ سبطین جو حسن وحسین ہیں اُنکے باپ ہیں اُنکے لئے آفتاب کو دومرتبہ رجعت ہوئی اس امت میں وہ مثل ذوالقرنین کے ہیں اور وہ میرے اور تمام جن وانس کے مولا ہیں۔

واقعہ رد الشمس کو اکثر لوگوں نے حضرت علی کے کرامات میں شمار کیا ہے۔ لیکن درحقیقت یہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ ترین معجزہ ہے جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے علو مرتبت ورفعت منزلت کی بدیہی اور واضح دلیل ہے۔

اخبار عن الغیب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے متعلق جو امور کہ ہونے والے تھے اُنکی بھی اطلاع دیدی تھی یہہ آپکی پیشنگوئی بطور اخبار عن المغیبات تھی

حضرت علی کے مشکلات:

خود آپ سے مروی ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ میری اُمت تیرے بعد تم سے بیوفائی کرے گی

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ بروایت دارقطنی وحاکم وخطیب)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت ؐ نے حضرت علی سے فرمایا تم کو میری بعد مصیبت پیش آئیگی حضرت علی نے پوچھا کہ یہہ مصیبت میری سلامتی دین کیساتھ پیش آئیگی فرمایا ہاں تمہاری سلامتی دین کے ساتھ پیش آئیگی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ بروایت حاکم)

اطلاع جنگ جمل

حضرت علی و حضرت عائشہ کے درمیان جو لڑائی پیش آئی اُس کو جنگ جمل کہتے ہیں آسکی خبر آنحضرت نے یوں دی کہ ایک مرتبہ ازواج مطہرات کے مجمع میں تشریف فرما تھے آنحضرت فرمانے لگے تم میں سے ایک پر حواب کے کتے بھونکیں گے اور وہ ناحق پر ہوگی حضرت عائشہ کیساتھ یہہ معاملہ پیش آیا۔ یا حضرت زبیر سے فرمایا تھا کہ تم علی پر ناحق خروج کروگے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۸۳ و ۸۵ کتاب الفتن من قسم الافعال)

اطلاع جنگ صفین و شہادت حضرت عمار بن یاسرؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں حضرت عمار بن یاسر سے فرمایا تھا کہ تمکو گروہ باغی قتل کریگا ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اے عمار تمکو گروہ باغی قتل کریگا تم اُسکو جنت کی طرف دعوت دوگے اور وہ تمکو دوزخ کی طرف بلاویں گے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۸۴)

حضرت عمار بن یاسر نے بمعیت حضرت علی جنگ صفین میں معاویہ بن ابی سفیان کو لشکریوں کے ہاتھ سے شہادت پائی۔

خوارج کی اطلاع

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے بنو تمیم کا ایک شخص کہنے لگا یا رسول اللہ انصاف سے مال تقسیم فرمایئے آپنے فرمایا کہ میں انصاف کرونگا تو کون کریگا اُسکی گستاخی پر حضرت عمر فاروقؓ سخت برہم ہوئے آنحضرت سے عرض کیا کہ حکم ہو تو اسکی گردن اڑادوں۔ آنحضرت نے فرمایا جانے دو اُسکے رفقا ایسے ہونگے جن کے نماز روزہ کے مقابل تم کو اپنے نماز اور روزہ حقیر معلوم ہونگے وہ لوگ قرآن کی تلاوت کرینگے لیکن قران حلق کے نیچے نہ اُترے گا مذہب کے دائرہ سے اس طرح نکل جائینگے جس طرح تیر نشانہ کے پار نکل جاتا ہے۔ اس گروہ کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام شخص پیدا ہوگا جس کے دونوں بازوؤں میں عورت کے پستان کی طرح گوشت لٹکتا ہوگا۔ حضرت ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ حضرت علی نے اس گروہ سے جنگ

کی اور میں انکے ساتھ موجود تھا اس سیاہ فام کی تلاش کی گئی تو جو علامات آنحضرت نے بتائے تھے وہ اُس میں پائے گئے (اس قسم کی تمام حدیثیں کنز العمال جلد کتاب الفتن میں ہیں)

شہادت کی اطلاع

حضرت علی اور بعض اصحاب کسی سفر میں آنحضرت کے ساتھ تھے آنحضرت نے فرمایا میں بتاؤں کہ دو سب سے بدبخت انسان کون ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ بتائیے فرمایا کہ ایک قوم ثمود کا بدبخت سرخ رنگ والا جس نے ناقہ ثمود کو قتل کیا اور اے علی دوسرا وہ جو تمہاری گردن پر تلوار ماریگا (احادیث مذکورہ بالا معہ تمام طرق احسن الانتخاب میں بالتفصیل آچکی ہیں یہاں مختصراً حسب ضرورت لکھی گئیں)

جناب خان بہادر عمی منشی تاج الدین جذب مغفور کاکوروی نے اپنے مسدس میں کیا خوب کہا ہے ؎

آنکہ قدر گوہرش پیش خدا بودہ عزیز — خود شدے ماوشمارا از تواضع دستیاب

بر سماء عز و تمکین علیے یزدان رسوخ — در جہانِ قدر گویا چوں محمد لاجواب

یا علی گشتہ محمد یا محمد شد علی — یا کہ یک یک شانِ حق واللہ اعلم بالصواب

کرامات حضرت علی رضؓ

اگرچہ صدور خرق عادات وکشف وکرامات حضرت علی ایسی ذات کے لئے کوئی بڑی بات نہیں آپکی کرامت درحقیقت وہی ہے جو عند اللہ آپ کو حاصل ہوئی اور عند الرسول آپ کے مناقب فاخرہ و فضائل متکاثرہ و مدائح عظیمہ و خصائل حمیدہ ظاہر ہوئے۔ ان سب کے علاوہ جو کچھ کرامتیں آپ کی اولاد کرام نیز تمام اہل اللہ سے صادر ہوئیں وہ سب بھی درحقیقت آپ ہی کی کرامتیں ہیں اس لئے کہ مرجع الکل آپ کی ذات مبارک ہی علما وفضلا و اولیا اللہ وعرفا آپ کے خوان نعمت کے ریزہ چین و دلہ ربا ہیں ؎

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر — نر انگشت ید اللہی امیر المومنین حیدر

مداح آل سید المرسلین مولانا محمد مبین فرنگی محلی رسالۂ وسیلۃ النجات صفحہ ۱۶۵ میں لکھتے ہیں۔

اما کرامات وے وکشف مغیبات وخوارق عادات — آپ کے کرامات اور کشف مغیبات اور خوارق عادت

مانند معجزات سرور کائنات بعید و بعید مشہور و معروف — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے مثل بعید و بعید تھا

بدرجۂ تواتر رسیدہ و کم کسے است کہ رجوع بخلوص و نیاز
بجناب آن مشکلکشا و ہادی راہ ہدا علی مرتضیٰ داشت
و از بلا و محن نجات نیافت

معروف و مشہور ہیں اور درجۂ تواتر کو پہونچ چکے ایسا
کوئی شخص کم ہوگا کہ اُس نے خلوص و نیاز کیا ہو حضرت
علی مرتضیٰ مشکلکشا کی جناب میں رجوع کی ہو اور رنج و بلا سے نجات نہ پائی ہو

اُس ذات گرامی کے کرامات اور خرق عادات کی کیا انتہا کہ جس کے چہرۂ اقدس پر نظر کرنا عبادت ہو۔ جس کا ذکر عبادت کا ثواب رکھتا ہو جسکو بارگاہ نبوت سے اپنی اخوت کی خصوصیت اور انبیائے اولوا العزم سے تمثیل کا شرف عطا ہوا ہو۔ جو منزلت ہارونی و مرتبت عیسوی سے سرفراز ہو جس کا ہر فعل کرامت ہر قول حجت اور ہر عمل لائق تبعیت ہو۔ مگر بمتابعت اکابر قوم چند واقعات تیمناً و تبرکاً لکھے جاتے ہیں تاکہ یہی ذریعۂ آمرزش و باعث توجہ حضرات ائمہ اہلبیت قرار پائیں بقول حضرت میرزا مظہر جانجاناں رح سے

نکرد مظہر ما طاعتے و رفت بخاک — نجات خود بہ تولاے بوتراب گذاشت

(۱) منقول ہے کہ جب حضرت علی کوفہ میں تشریف لائے تو آپ کے ساتھ اکثر لوگوں نے کوفہ میں بود و باش اختیار کر لی۔ اُن میں سے ایک جوان آپ کے محبین میں داخل ہوگیا لڑائیوں میں برابر حاضر رہا اور وہیں کوفہ میں نکاح کیا۔ ایک روز حضرت علی بعد نماز صبح ایک شخص سے فرمانے لگے کہ فلاں محلہ میں جاؤ وہاں مسجد کے قریب ایک مکان ہی اُس میں تمکو ایک مرد اور ایک عورت کے لڑنے کی آواز سنائی دے گی تم اُن کو میرے پاس لے آؤ وہ اُن دونوں کو آپ کی خدمت میں لے آئے۔ آپنے اُن سے پوچھا تم رات بھر کیوں لڑتے رہے اُس نے عرض کیا اے امیر المومنین میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے جب خلوت کا وقت آیا تو مجھ کو اُس سے ایسی نفرت ہوگئی کہ میں اُس سے صحبت نہ کرسکا اگر مجھکو استطاعت ہوتی تو میں اُسی وقت اُسکو گھر سے نکالدیتا۔ اسی خاص وجہ سے ہم دونوں میں تکرار ہو رہی تھی کہ آپکا خادم ہمارے پاس پہونچا ہم دونوں حاضر ہیں۔ حضرت علی نے حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا اکثر ایسی باتیں ہوتی ہیں جو غیر کے سامنے نہیں بیان کیجا سکتیں سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے اُس عورت سے فرمایا تجھکو معلوم ہے کہ یہہ جوان کون ہے۔ اُس نے عرض کیا مجھ کو

نہیں معلوم آپنے فرمایا اگر ہم تجھکو تیری کسی پوشیدہ بات سے مطلع کریں تو انکار مت کرنا اُس نے اقرار
کیا آپنے فرمایا کہ کیا تو فلاں شخص کی بیٹی نہیں ہے وہ کہنے لگی ہاں میں وہی ہوں پھر فرمایا کہ کیا تیرا
چچازاد بھائی نہیں تھا اور تم دونوں میں محبت نہیں تھی اُس نے عرض کیا صحیح ہے پھر فرمایا تیرا
باپ اُس سے تیرا نکاح نہیں کرنا چاہتا تھا اور تیرے پڑوس سے اُس کو نکالدیا تھا اُس نے عرض
کیا بجا ہے پھر فرمایا کہ تو ایک رات قضاء حاجت کے لئے باہر نکلی تھی اُس مرد نے تجھ سے وطی کی
تھی اور تو اُس سے حاملہ ہوگئی تھی پھر تو نے اپنے حمل کو اپنے باپ سے چھپایا تھا تیری ماں کو یہہ
بات معلوم ہوگئی تھی وضع حمل کے وقت رات میں وہ تجھکو گھر سے لیکر باہر نکلی تھی اور تیرے لڑکا پیدا
ہوا تھا تو نے اُسکو کپڑے میں لپیٹ کر دیوار پرسے پھینکدیا تھا ایک کتا آیا تھا اور وہ اُس کو سونگھنے
لگا تھا تجھکو خوف پیدا ہوا کہ کہیں اسکو کتا نہ کھاجائے اسلئے تو نے کتے کے پتھر کھینچ کر مارا تھا وہ پتھر
اس لڑکے کے سر پر لگا اور اُس کا سر زخمی ہوگیا تھا تو نے اور تیری ماں نے لوٹ کر اُس کے سر
پر پٹی باندھ کر چھوڑدیا پھر تجھکو اُس کا حال معلوم نہیں ہوا وہ عورت یہہ سب سُن کر خاموش کھڑی رہی
آپنے فرمایا کہ سچ بول اُس نے عرض کیا اے امیرالمومنین سچ ہے میری ماں کے سوا اور کسی کو اس
بات کی خبر نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ خدا نے مجھکو اس سے مطلع کردیا ہے۔ پھر فلاں قوم کے
لوگ صبح کو اُس لڑکے کو اُٹھالے گئے وہ لڑکا اُن لوگوں میں پرورش پاکر جوان ہوا اور اُن کیساتھ
کوفہ میں آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا۔ دیکھ یہہ وہی تیرا بیٹا ہے۔ پھر حضرت علی نے اُس جوان
سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر کھول اُس نے کھولا زخم کا نشان دکھائی دیا آپنے فرمایا کہ یہہ تیرا بیٹا ہے
خدا نے اُسکو حرام سے بچالیا اپنی بیٹی کو لے اور گھر لوٹ جا تیرا اور اسکا نکاح نہیں ہوا (مطالب السئول صفحہ ۱۴۶)

(۲) حسن ابن رکذان فارسی کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کی خدمتمیں حاضر تھا کہ لوگ فرات کی طغیانی
کی شکایت لیکر آئے اور کہنے لگے کہ فرات کا پانی اتنا بڑھ گیا ہے کہ جس سے ہماری کھیتیوں کے
تلف ہوجانیکا خوف ہے ہماری استدعا ہے کہ آپ خدا کی جناب میں دعا فرمائیں کہ فرات کا پانی کم
ہوجائے۔ آپ یہہ سُن کر گھر میں تشریف لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ عمامہ اور ردا پہنکر

ہاتھ میں عصا لئے برآمد ہوئے اور سوار ہوکر چلے لوگوں کو ساتھ لیا فرات پر پہونچکر آپ ٹھہر گئے اور گھوڑے سے اُتر کر دو رکعتیں پڑھیں پھر اُٹھے اور عصا ہاتھ میں لیکر پل کی طرف تشریف لے گئے حضرات حسنین علیہما السلام کے سوا اور کوئی ہمراہ نہ تھا عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا پانی بقدر ایک گز کے کم ہوگیا آپنے لوگوں سے دریافت کیا کہ اسقدر پانی کافی ہے لوگوں نے عرض کیا زیادہ ہے آپنے دوبارہ اشارہ کیا ایک گز اور کم ہوگیا پھر لوگوں سے پوچھا کہ اب کافی ہے لوگوں نے کہا اب بھی زیادہ ہے آپنے تیسری مرتبہ اشارہ کیا ایک گز اور کم ہوگیا لوگوں نے عرض کیا اے امیرالمومنین اب اسقدر کافی ہے (مطالب السئول صفحہ ۴۶)

(۳) اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ مجھ سے حضرت فاطمہ نے بیان کیا کہ جس رات حضرت علی میرے پاس آئے مینے زمین کی آواز سُنی کہ وہ اُن سے باتیں کرتی تھی صبح کو مینے اسکا تذکرہ آنحضرتؐ سے کیا آنحضرتؐ سجدہ میں گئے دیر کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا اے فاطمہ تجھکو پاکیزہ نسل مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تیرے شوہر کو تمام سب پر فضیلت دی اور زمین کو حکم دیا کہ تمام باتوں سے اُسکو مطلع کردے (ارجح المطالب صفحہ ۶۰۶ و وسیلۃ النجات صفحہ ۱۲۶)

(۴) شیخ ابو عبداللہ خطیب خوارزمی روایت کرتے ہیں کہ معاویہ بن سفیان نے اپنے چند مصاحبوں سے بیان کیا کہ میں تم کو علی کا امتحان لیکر دکھاتا ہوں کہ وہ کبھی حرف باطل زبان پر نہیں لاتے اُنھوں نے اپنے تین معتبر آدمیوں سے کہا کہ تم کوفہ میں جا کر میرے مرنے کی خبر اُڑا دو۔ جب کوفہ ایک منزل رہ جائے تو تم یکے بعد دیگرے جانا اور میری موت کی خبر منتشر کرنا۔ یہ ضروری ہو کہ میری بیماری اور وقت موت اور جائے قبر اور نماز پڑھانے والے کے متعلق بیان میں اختلاف نہو پہلے ایک شخص جا کر بیان کرے پھر دوسرا اور تیسرا جا کر تصدیق کرے دیکھو علی کیا کہتے ہیں۔ تینوں شخص حسب الحکم معاویہ کوفہ گئے۔ جب کوفہ ایک منزل رہ گیا تو پہلے ایک شخص آیا لوگوں نے اُس سے شام کا حال پوچھا اُس نے بیان کیا کہ معاویہ مرگئے اُسکو لوگ حضرت علی کے پاس لے گئے۔ آپنے اُسکے قول پر کچھ اعتنا نہ کی دوسرے روز دوسرے سوار نے بھی آکر یہی بیان کیا اُسکو بھی لوگ حضرت علی

کے پاس لے گئے اُس نے بھی یہی بیان کیا تب بھی حضرت علی ساکت رہے تیسری روز پھر تیسرا سوار آیا اُس نے بھی یہی بیان کیا لوگ اُسکو بھی آپ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا اے امیرالمومنین یہہ خبر اب پایۂ ثبوت کو پہونچگئی ہے یہہ بھی اُن دونوں کی تصدیق کرتا ہے۔ آپنے فرمایا معاویہ ہرگز نہیں مرے پہلے یہہ داڑھی میرے سر کے خون سے رنگین ہوگی اور وہ ابن آکلۃ الاکباد (ہندہ جگرخوار جس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا اوس کا بیٹا) اس سے بازی کریگا یہہ سنکر وہ لوگ واپس گئے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۶۹۶ و وسیلۃ النجات صفحہ ۱۷۷)

(۵) منقول ہے کہ حضرت علی جب خوارج کے قتل سے فارغ ہوکر کوفہ واپس تشریف لائے تو رمضان کا مہینہ تھا مسجد میں بعد نماز ممبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اثناء خطبہ میں حضرت امام حسنؑ سے پوچھا اے ابا محمد ہمارے مہینہ کے کتنے روز گذر چکے ہیں حضرت امام حسن نے فرمایا تیرہ روز پھر حضرت امام حسینؑ سے پوچھا اے اباعبداللہ ہمارے مہینہ کے اب کتنے روز باقی ہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ سترہ روز پھر آپنے اپنی ریش مبارک ہاتھ میں لیکر فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم اس امت کا بدبخت اسکو خون سے رنگین کریگا۔ پھر آپنے یہہ شعر پڑھا ؎

اریدُ حیاتہ ویرید قتلی خلیلی عن عذیری من مرادی

میں اُسکی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھکو قتل کرنا چاہتا ہے میرا دوست مجھسے بیوفائی کرنیوالا قبیلہ مراد سے ہے

ابن ملجم نے جب یہہ کلام سنا تو اُسکا دل کانپ اُٹھا اور سامنے کھڑے ہوکر عرض کرنے لگا اے امیرالمومنین میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں میرے یہ دونوں ہاتھ آپ کے سامنے موجود ہیں۔ آپ ان کو کاٹ ڈالیں یا مجھکو مار ڈالیں آپ نے فرمایا تیرا کیا گناہ ہے کہ میں تجھکو مار ڈالوں اگر مجھکو اسکا علم بھی ہوجائے کہ تو میرا قاتل ہے تو بھی میں تجھکو نہ ماروں لیکن ایک یہودن نے تجھ سے بغلگیر ہوکر کہا تھا کہ اے شفیق کے باپ ثمود کی اونٹنی کے پاؤں کاٹنے والے۔ ابن ملجم نے کہا یہہ بات تو ضرور ہوئی پھر آپ خاموش ہورہے۔ رمضان میں ایک روز آپ صبح کی نماز کے لئے اُٹھے اور گھر سے مسجد تشریف لے چلے فرمایا کہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں اسی مہینہ میں شہید ہونگا۔ جب دروازہ کھولا تو

آپ کا تہمد دروازہ سے اٹک گیا آپنے فرمایا موت کے واسطے میں آمادہ ہوں کیونکہ موت مجھ سے ملاقات ضرور کرے گی قتل ہونے میں فریاد نہیں کرنا چاہیے جبکہ قاتل سامنے آجائے پھر آپ گھر سے باہر تشریف لائے اور شہید ہوئے (مطالب السئول صفحہ ۶۲)

(۶) بروآیت ابن مردویہ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ حضرت علی نے لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ جس نے آنحضرت کے زبان مبارک سے حدیث غدیر من کنت مولاہ فعلی مولاہ سُنی ہو کھڑا ہو جائے اور بیان کرے چنانچہ بارہ بدری اصحاب چھ ممبر کے داہنی جانب اور چھ بائیں جانب کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے اسکی گواہی دی۔ زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ میں اُن لوگوں میں تھا جنھوں نے آنحضرت کی زبان مبارک سے اس حدیث کو سُنا تھا میں نے اس حدیث کے بیان کرنے سے اغماز کیا اس لئے اللہ نے مجھکو اندھا کردیا۔ زید بن ارقم اس گواہی کے نہ دینے پر تمام عمر نادم رہے (ارجح المطالب صفحہ ۶۷۹)

(۷) ابن مردویہ بروایت طلحہ بن عمر لکھتے ہیں کہ حضرت علی ایک مرتبہ ممبر پر فرمانے لگے میں خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی وارث نبی الرحمت وزوج سیدۃ نساء اہل الجنت سید الوصلین اور تمام انبیا کے وصیوں کا آخر وصی ہوں میرے سوا کوئی اس کا دعوی نہیں کرسکتا اگر کریگا تو اللہ تعالی اُس کے ساتھ یہ بدی پیش آئے گا اسپر قوم عبس کے ایک شخص نے کہا کہ اپنی زبان سے یہہ کہنا کہ میں خدا کا بندہ اور اُس کے رسول کا بھائی ہوں کسقدر بُری بات ہے۔ یہہ کہے ہوئے اسکو کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ دیوانہ ہوگیا ایسا کہ لوگوں نے اسکی ٹانگ پکڑ کر دروازہ سے باہر کردیا۔ طلحہ بن عمر کا قول ہے کہ ہمنے اُس کی قوم سے پوچھا کہ کیا اس سے پہلے بھی اُس کو کبھی ایسا عارضہ ہوا تھا اُنھوں نے کہا کہ کبھی نہیں (ارجح المطالب صفحہ ۶۸)

(۸) اور اُن سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت سے جن لوگوں نے حدیث غدیر سُنی تھی حضرت علی نے اُن سے قسم لے کر پوچھا تھا انصار کے بارہ آدمیوں نے گواہی دی تھی۔ حضرت انس ابن مالک اُس مجمع میں موجود تھے اُنھوں نے گواہی نہیں دی تھی حضرت علی نے اُن سے فرمایا اے انس تم کو کس بات نے شہادت دینے سے روکا اُن لوگوں نے جو کچھ سُنا وہی تم نے بھی سنا تھا

حضرت انس نے اپنی کبرسنی و نسیان کا عذر کیا۔ حضرت علی نے جوش میں فرمایا خداوندا اگر یہہ جھوٹ کہتے ہوں تو اُن کی پیشانی پر برص کا ایسا داغ لگا دے جو عمامہ سے بھی نہ چھپ سکے۔ طلحہ بن عمر قسم کھا کر کہتے کہ میں نے برص کا داغ اُنکی پیشانی پر دیکھا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۰)

(۹) ایک مرتبہ حضرت علی نے ایک شخص غرار نامی سے کہا کہ تو معاویہ کو خبریں پہونچایا کرتا ہے اُس نے انکار کیا آپنے فرمایا تو قسم کھا سکتا ہے اُس نے قسم کھا کر انکار کیا آپنے فرمایا کہ اگر تو نے جھوٹی قسم کھائی ہے تو خدا تجھے اندھا کر دیگا ایک جمعہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ وہ اندھا ہو گیا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۱)

(۱۰) امام احمد مناقب میں اور طبرانی معجم اوسط میں اور ابونعیم دلائل میں بروایت علی بن زاذان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی ایک بات بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی تکذیب کی آپنے فرمایا اگر تو سچا ہے تو میں تجھ پر دعا کرتا ہوں وہ کہنے لگا بہتر ہے آپنے دعا فرمائی وہ لوٹنے بھی نہ پایا تھا کہ اندھا ہو گیا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۱ و ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۲۴۶ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

(۱۱) مروی ہے کہ آپ جب صفین کی طرف لشکر لے کر چلے راستہ میں پانی ختم ہو گیا ادھر اُدھر پانی کی تلاش ہوئی پانی کہیں نہ ملا آپنے لکڑی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اُس طرف چلو کچھ دور چلکر میدان میں عیسائیوں کا ایک کلیسا ملا لوگوں نے وہاں جا کر راہب سے پانی کے متعلق پوچھا اُس نے کہا پانی یہاں سے دو فرسخ پر ہے جس طرف میں بتاتا ہوں اُس طرف چلے جاؤ یقین ہے کہ تمہیں پانی ملجائے گا۔ آپ نے پوچھا کہ یہہ راہب کیا کہتا ہے لوگوں نے عرض کیا وہ دو فرسخ پر پانی کا پتہ بتاتا ہے ہم میں اب وہاں تک چلنے کی طاقت نہیں آپنے فرمایا تم کو اُس طرف جانے کی کوئی ضرورت نہیں قبلہ کی طرف منہ پھیر کر آپنے اُس دیر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہاں کھودو لوگ کھودنے لگے تو ایک وزنی چٹان نظر آئی۔ لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین اس چٹان میں اب کام نہیں ہو سکتا آپنے فرمایا کہ یہہ چٹان پانی کے اوپر ہے لوگوں نے اُسکے اکھاڑنے کی کوشش کی مگر اُسکو جنبش تک نہ ہوئی جب سب عاجز ہو گئے تو خود آپنے گھوڑے سے اُتر کر اور آستین پلٹ کر اُس چٹان کے نیچے ہاتھ ڈال کر اُسکو اکھاڑ لیا اُس کے نیچے سے نہایت شیریں پانی کا چشمہ نکل آیا

کہ لوگوں کو تمام سفر ایسا سرد اور شیریں پانی کہیں نہ ملا تھا۔ راہب اپنے دیر سے یہ ساری کیفیتیں دیکھ رہا تھا لوگوں سے آواز دے کر کہنے لگا مجھکو نیچے اتارو جب اُس کو چھت سے نیچے اُتارا تو وہ حضرت علی کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر کہنے لگا کیا آپ نبی مرسل ہیں آپنے فرمایا نہیں کہنے لگا آپ فرشتہ مقرب ہیں آپنے فرمایا نہیں پوچھا پھر آپ کون ہیں آپنے فرمایا میں خدا کے رسول محمد بن عبداللہ خاتم النبیین کا وصی ہوں راہب نے کہا ہاتھ بڑہائیے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا اور اسلام لاؤں گا۔ حضرت علی نے ہاتھ بڑہایا راہب آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۱ و روائح المصطفیٰ صفحہ ۳۲)

(۱۲) براء بن عازب سے مروی ہے کہ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا اے براء افسوس ہے کہ میرا بیٹا حسین قتل ہوگا۔ تم زندہ ہوگے اور اسکی مدد نہ کروگے۔ جب حضرت امام حسین شہید ہو گئے تو براء بن عازب کہنے لگے کہ حضرت علی نے سچ فرمایا تھا امام حسین شہید ہو گئے ہیں نے اُن کی مدد نہ کی تمام عمر اس کی وہ اظہار حسرت و ندامت کرتے رہے (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۲)

(۱۳) اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی کے ساتھ جا رہے تھے آپ اُس جگہ پر (کربلا) جہاں اب حضرت امام حسین علیہ السلام کا مزار ہے ہو کر گذرے آپنے فرمایا کہ یہاں اُن کے (شہیدان کربلا) اونٹ بیٹھیں گے اور یہاں اُن کا اسباب ہوگا یہاں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہیگا اور اُن پر زمین و آسمان روئیں گے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ و ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۳۳۵)

(۱۴) مروی ہے کہ حجاج ایک روز کہنے لگا کہ میری یہ خواہش ہے کہ اگر کوئی دوست حضرت علی کا مجھکو ملجاتا تو میں اُسکو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کرتا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت علی کی خدمت میں قنبر سے زیادہ حاضر باش آپ کوئی نظر نہیں آتا اُس نے قنبر کو بلوایا جب قنبر آئے تو اُس نے کہا تو ہی حضرت علی کا غلام ہے اور تیرا ہی نام قنبر ہے۔ قنبر نے کہا میرا مولیٰ خدا ہے اور امیر المومنین میرے ولی نعمت تھے حجاج نے کہا تو اُنکے طریق پر تبرا کہہ قنبر نے کہا کہ مجھکو اُنکے طریقہ سے بہتر کوئی طریقہ دکھا دے تو میں ایسا کروں حجاج نے کہا میں تجھکو مار ڈالوں گا تو جس طرح قتل ہونا

پسند کرتا ہو بیان کر قنبر نے کہا تجھے اختیار ہے۔ حجاج نے کہا یہہ کیوں قنبر نے کہا سوائے ذبح کرنے کے جس طرح مجھکو مارنا چاہیگا نہ مارسکیگا کیونکہ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم بلا وجہ ظلم سے ذبح کئے جاؤگے۔ چنانچہ حجاج نے اُنکو ذبح کرڈالا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۳ بروایت کفایۃ الطالب)

(۱۵) مروی ہے کہ حجاج نے حضرت کمیل بن زیاد کو بلا بھیجا وہ خوف سے بھاگ گئے۔ حجاج نے اُن کی قوم کی تنخواہ بند کردی جب حضرت کمیل کو معلوم ہوا کہ میری قوم کی تنخواہ بند ہوگئی ہے تو وہ خود حجاج کے پاس چلے گئے وہ کہنے لگا میں تمہاری انتظار میں تھا حضرت کمیل کہنے لگے کہ میری عمر اب بہت تھوڑی رہ گئی ہے مجھے اپنے سامنے سے مت ہٹاؤ جو جی چاہے وہ کرو کل ہی خدا کے وعدہ کا دن ہے اور قتل کے بعد حساب ضرور ہوگا مجھ سے امیرالمومنین نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تو میرا قاتل ہے یہہ سُن کر حجاج نے اُنکو قتل کرادیا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۳)

(۱۶) جندب ابن عبداللہ ازدی ناقل ہیں کہ میں جمل اور صفین میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر تھا مجھکو ان لڑائیوں میں سے کسی قسم کا کوئی شبہہ نہیں پیدا ہوا جب نہروان پر جاکر اُترا۔ تب میرے دل میں یہہ شبہہ پیدا ہوا کہ بڑے بڑے نیک بندوں اور قاریوں کو قتل کرنا پڑے گا یہہ بات مجھ کو بہت سخت معلوم ہوئی دوسرے روز میں ٹہلتا ہوا صفوں سے دور نکل گیا وضو کا لوٹا میرے ہاتھ میں تھا میں نے اپنا نیزہ گاڑ دیا آفتاب کی تمازت کی وجہ سے ڈھال کا سایہ کرکے بیٹھ گیا ناگاہ حضرت علی بھی وہاں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی لوٹا ہے میں نے وہ لوٹا اُنکو دیدیا وہ لے کر چلے گئے پھر طہارت کرکے واپس آئے اور ڈھال کی آڑ کرکے اُس کے سایہ میں بیٹھ گئے اتنے میں ایک سوار آپ کو پوچھتا ہوا آیا آپنے اشارہ سے اسکو اپنے پاس بلایا وہ کہنے لگا نہروانی دریا کے اُس پار چلے گئے۔ آپنے فرمایا نہیں اُس پار نہیں گئے ہیں اتنے میں دوسرے سوار نے آکر بھی یہی کہا پھر آپنے فرمایا کہ وہ پار نہیں ہوسکتے ہیں وہ سوار کہنے لگا بخدا جبتک میں نے یہہ دیکھ نہیں لیا کہ علم دریا سے پار ہوگئے ہیں تب تک میں وہاں سے نہیں لوٹا آپنے فرمایا واللہ وہ دریا سے پار نہیں اُترے دریا کا کنارہ اُن کے لوٹ پوٹ ہونے کی

جگہ ہے اُسی جگہ اُن کا خون بہے گا یہہ فرماکر حضرت علی اُٹھ کھڑے ہوئے میں نے کہا یا تو یہہ جھوٹ بولتے ہیں یا اُن کے پاس کوئی دلیل موجود ہے پھر اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر میں نے نہروانیوں کو دریا سے پار اُترا ہوا دیکھا تو سب سے پہلے میں اُن سے (حضرت علی) سے جنگ کرونگا اور اگر نہ گذرے ہوں گے تو ان کی طرف سے لڑنے میں کوتاہی نہ کرونگا اتنے میں آپ نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا جب دریا کے قریب پہونچے تو خوارج کے علم دریا کے اسی طرف ملے اور اُن کا سامان بھی وہیں ملا جہاں کہ آپنے فرمایا تھا اتنے میں آپنے پشت سے میری گردن پکڑکر فرمایا اے اخی ازداب تجھے اصل حقیقت معلوم ہوگئی میں نے عرض کیا بیشک امیرالمومنین (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۴)

(۱۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ و علیٰ آبائہ السلام اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ دو شخصوں نے اپنا جھگڑا حضرت علی کے سامنے پیش کیا آپ ایک دیوار کے نیچے تصفیہ کیلئے بیٹھ گئے ایک شخص کہنے لگا اے امیرالمومنین یہہ دیوار گر رہی ہے آپ نے فرمایا خدا نگہبان ہے جب آپ اُن کا تصفیہ کرکے اُٹھے تب وہ دیوار گری (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ و ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۲۵)

(۱۸) حارث کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کیساتھ صفین میں موجود تھا کیا دیکھتا ہوں کہ شامیوں کا ایک اونٹ اپنے سوار اور بوجھ کو پھینک کر صفیں چیرتا ہوا آیا اور حضرت علی کے پاس آکر کھڑا ہوگیا اور اپنا منہ اُنکے کندھے پر رکھ کر اپنے ہونٹوں کو ہلانے لگا گویا وہ کچھ خبریں بیان کر رہا تھا۔ حضرت علی نے فرمایا یہہ ایک نشانی ہے جو آنحضرتؐ نے بتائی تھی لوگوں نے اُس روز بہت مستعدی کی اور سخت معرکہ ہوا (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ وازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۳۵)

(۱۹) ملا ابو عمر اپنی سیرت میں ابوذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے مجھے حضرت علی کے بلانے کو بھیجا میں نے اُنکے گھر میں آواز دی مجھکو کوئی جواب نہ ملا میں آنحضرتؐ کے حضور میں واپس آیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم پھر جاؤ علی گھر میں موجود ہیں میں نے پھر جاکر آواز دی اور چکی کے پیسنے کی آواز سُنی جھانک کر دیکھا کہ چکی خودبخود چل رہی ہے میں نے حضرت علی کو بلایا وہ ہنستے ہوئے آئے اور میرے ساتھ آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ میں آنحضرتؐ

کی طرف دیکھنے لگا آنحضرتؐ بھی مجھکو بار بار دیکھتے رہے پھر آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر خدا کے فرشتے سیر کرتے پھرتے ہیں اور وہ آل محمد کی مدد کیلئے مامور ہیں (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۲۳ اسی مضمون کی حدیث امام احمد نے مناقب میں بھی علی ابن زاذان سے روایت کی وازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۲۳۶)

(۲۰) ایک مرتبہ حجر ابن عدی کندی سے حضرت علی نے فرمایا کہ عنقریب تم مجھ پر لعنت کرنے کے لئے مجبور کئے جاؤ گے اگر ایسا موقع آئے تو لعنت کرنا مگر تبرا نہ کرنا ۔ چنانچہ چند روز کے بعد حجاج کے بھائی نے اُن کو اس پر مجبور کیا اُنہوں نے کہا کہ مجھکو حضرت علی پر لعنت کرنے کے لئے حجاج کا بھائی مجبور کرتا ہے میں اُس پر لعنت کرتا ہوں اللہ اُس پر لعنت کرے اُس کو صرف ایک آدمی سمجھا (وسیلۃ النجات صفحہ ۷۵ و جلد ۵ شمس التواریخ صفحہ ۹۵، بحوالۂ صواعق محرقہ)

(۲۱) حضرت علی کے زمانۂ خلافت میں آپ کی دعا سے ردّ شمس ہوا ۔ شواہد النبوت میں ہے کہ جب آپ بابل سے گذرے اور لوگوں کی نماز قضا ہوگئی تو آپ کی دعا سے ردّ شمس ہوا اور لوگوں نے نماز ادا کی پھر جب سورج غروب ہوا تو ایک وحشت ناک آواز پیدا ہوئی جس سے لوگ خائف ہوگئے (روائح المصطفیٰ صفحہ ۳۴ و مناقب مرتضوی صفحہ ۱۶۳)

(۲۲) منقول ہے کہ جب حضرت علی گھوڑے پر سوار ہونے کا قصد فرماتے تو ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے سواری کی پشت پر سنبھل کر بیٹھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں ڈالنے کی نوبت نہ آتی کہ آپ تمام قرآن مجید ختم کر دیتے (شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۷۹ و مناقب مرتضوی صفحہ ۱۶۳)

(۲۳) جنگ نہروان میں حضرت علی نے فرمایا کہ خوارج میں دس آدمیوں سے کم زندہ رہیں گے اور ہمارے رفقا میں سے دس آدمیوں سے کم مارے جائینگے ۔ چنانچہ بعد فراغ جنگ نو خارجی زندہ بچے اور نو رفقائے حضرت علی شہید ہوئے (ائمۃ الہدیٰ حصہ اول صفحہ ۱۱۵)

(۲۴) جنگ جمل میں جب حضرت علی کی امداد سے ابوموسیٰ اشعریؓ نے پہلوتہی کی آپنے حضرت امام حسنؓ کو کوفہ روانہ کیا تو فرمایا بارہ ہزار کوفی میری مدد کرینگے ۔ راوی کا قول ہے کہ میں نے شمار کیا تو

پورے بارہ ہزار تھے نہ ایک کم نہ ایک زیادہ (ائمۃ الہدیٰ حصہ اول صفحہ ۱۱۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب قرآن وحدیث وارشادات صحابہ سے ناظرین جلد ثالث کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں مطالعہ کریں حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسی ذات مجمع الصفات شخص کا عالم وجود میں آنا ہی اتنی بڑی عنایت خلق کے حال پر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور موہبت الٰہی ومعجزہ وکرامت رسالت پناہی اور کیا ہوسکتا ہے ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی ودریا ہمچناں باقی

لمعات وجہک اشرقت سطعات حسنک اعتلا — بطلوع عارض شمس تو شب تار ما قمر الدجیٰ
در بحر فضل وکرامتی گل باغ حسن ولطافتی — چہ بہار رحمت آیتی بولائے دولت ہل اتیٰ
نفحات قدسک فرحۃ نسمات انسک راحۃ — طلعات نورک شعشع درجات فضلک طہٰہا
بہ نگاہ لطف وکرم ببین کرمے بکن بہ من حزیں — کہ سزد ترا ہمہ این چنیں دل وجاں حضرت مصطفیٰ
تو انیس خاطر بیدلی تو نصیب عاشق بسملی — گرہے کشا کہ تو کاملی مثل السفینۃ للنجا
نظرے بعہد شباب کن تو خراب بادۂ ناب کن — بکمال لطف خطاب کن تو امیر کشور لافتیٰ

تو ولی وسرور اتقیا تو حبیب احمد مجتبیٰ
بفروغ آیت انما تو علی حیدر مرتضیٰ

ولقد استراح القلم من تسوید الجزء الثانی من الکتاب السیرۃ العلویۃ بذکر المآثر المرتضویہ المسمی بنفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسن فی الخامس والعشرین من شہر ربیع الآخر بیوم الخمیس وقت الصبح سنۃ الف وثلثمائۃ وثمان واربعین من الہجرۃ واخر دعوانا ان الحمد للہ الذی ہو ولی فی الدنیا والاخرۃ والصلوۃ والسلام علی رسولہ ونبیہ سیدنا ومولانا محمد الذی ہو امام البررۃ وقاتل الفجرۃ وعلی الہ

واصحابہ الذین ہم خیر الخیرۃ المنطوق فی حقہ اللہم لاخیر الاخیر الاخرۃ فاغفر الانصار والمہاجرۃ صلوٰۃ وسلامًا وتحیۃً وعظامًا مادامت الدنیا الفانیۃ ۵

تمت

قطعات تاریخ طبع کتاب ہٰذا

از نتیجۂ فکر بلند آسمان پیوند صدف بحر سخنوری راب بے بہادر منشی معراج الدین صاحب المخاطب بہ نواب حسین نواز جنگ بہادر و المتخلص بہ خسرو مد اللہ ظلہ العالی

حبیب جان علی حافظ علی حیدر — بفیضِ ساقی کوثر چہ لعل و گوہر سفت
زہے کرشمۂ قدرت کہ خسروِ مضطر — حیات حیدرِ مشکل کشا بسالش گفت
۱۳۵۲ھ

دیگر

صوفی بصفا علی حیدر — مرہم نہ زخم خستہ حالاں
فرخندہ قدح بدست آمد — ساقی بہار نونہالاں
تحریر نفائس المنن کرد — از سرمۂ دیدہ غزالاں
توصیف علیت حاصل عشق — مراۃ کمال باکمالاں
تنقید و روایت احادیث — ترتیب خیالِ نوخیالاں
تفسیر محاسن و فضائل — درانجمن ملک خصالاں

خسرو بنوشت سال تاریخ
تصویر نفوس خوش جمالاں
۱۹۳۳ع

از نوک کلک خامہ مشکیں ختامہ رشک عرفی و ظہوری منشی تقی حیدر صاحب المتخلص بہ انوری کاکوروی دام اللہ القوی

اے علی حیدر توئی فرمانروائے ملکِ دل — وارث شاہِ نجف تختِ دل شاہ تراب

جمع کردی گوہر مقصود در گنجینہ   گشت آں مشہور در عالم بہ حسن انتخاب
باز کردہ باز دستت باب آں گنجینہ را   بار دیگر دیدہ افروز جہاں شد یک کتاب
بے گماں از روئے تحقیقات علی مستند   بے نظیر و بے بدیل و بے مثال و لاجواب
دادہ تطبیق تحقیقات خود را اے فتیٰ   با حدیث مصطفیٰ با آیتِ اُم الکتاب
شاہ اقلیم ولایت زور بازوئے رسول   گشتہ رطب اللساں در وصف آں گردوں جناب
حیف گر فضل و کمالش ہست محتاج ثبوت   گفت رومی آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
شیر یزداں شاہ دیں چوں پا نہادی بر زمین   عرش نعرہ می زدی یا لیتنی کنت تراب
طبع شد ایں نسخہ بہر قوت ایمان ما   وارہاند دیدنش از سختی روز حساب

سال طبعش انوری از روئے جودت گفتہ ام
بحر اندر کوزہ و مدح علی اندر کتاب
۱۳۴۹+۳
۱۳ــــ۵۲ھ

دیگر

چوں علی حیدر شہ عالی مقام   کاندراں تنزیہ و تشبیہ ست جفت
از کمالات جناب مرتضیٰ   در کتابے گوہر معنی بسفت
ملہم اسرار سال طبع آں   شاہ مرداں خواجۂ کونین گفت
۱۳ــــ۵۲ھ

دیگر

زہے شاہ علی حیدر زہے تصنیف لاثانی   بود در کار خیرش مصطفیٰ حامی خدا یاور
کتابے لاجوابے شد نظر افروز مشتاقاں   چو سال طبع آں جستم ندائے شد بگوشم در

بگفتم انوری من بے سر اندیشہ و وقفہ
علی یاور علی حیدر علی انور علی اکبر
۶-۵۹-۱۳ == ۵۲ــــ۱۳ھ

از طراوش طبع خامۂ گہر بار رایین سخن راویس مولوی محمد عاصم صاحب متخلص بہ قیس کاکوروی ابقاہ اللہ تعالیٰ

صلوٰۃ حق بر محمد وہم بر آلِ پاک مجد او — کہ بودہ ہر فرد شان موید بصورت و سیرت و شمائل
برادر و صہر باکمالش علی با ہیبت و جلالش — کہ بودہ پروانۂ جمالش تمام اصحاب فی وسائل
ز جاہ و قدرش رسول داند ز سر پاکش بتول داند — کہ دل بحسن قبول داند بنی چو قرآن علی حمائل
خداشناسی و چشم پوشی ز کوثر عشق بادہ نوشی — گدا نوازی کہ ہفت کشور بیک شارت ہد بسائل
ز فضل او جمع کرد دفتر ز آل پاکش علی حیدر — خجستہ پیکر خجستہ منظر خجستہ حالات و خوش خصائل
زہے روایات وہم رواتش زہے درایات ماخذاتش — زہے موزات وہم نکاتش زہے براہین زہے دلائل
حدیث ہائے رسول مطلق ہمہ صحیح و حسن ہمہ حق — بذکر فضل علی است ہر حق فللّٰہ الحق درقائل
چو گشت مطبوع نقش اول زہے مرصع زہے مکلل — چہ نقش ثانی شدہ موصل بعالم رسل ہم رسائل
چہ نقش ثانی کہ بہ ز اول زہے مشرح زہے مفصل — عیون عشاق شد مکمل بجلوہ گاہش چو گشت مائل
نسیم طبعش چو مشکبو شد ز قیس مضطر بجستجو شد — بسال طبعش بگفتگو شد بگو شمیم گل فضائل

۱۳۵۲ھ

دیگر

زہے حافظ علی حیدر قلندر — فدا جانم بصر نقش خیالش
ز آل بوتراب عاشق او — جماہ اللہ زہے شان جلالش
چہ دُر ہا ریختہ از کنز مخفی — ز درج فضل جد باکمالش
مبارک بادا ورا حب جدش — مبارک جد او را لو نہالش
خوش آمد قیس را ایں نقش رنگیں — کہ حالات فضائل گفت سالش

۱۳۵۲ھ

دیگر

حضرت حافظ علی حیدر — در فضائل چہ خوش جواہر سفت

قیس بے مایہ راچو پرسید ند   سالِ او۔ دولتِ فضائل گفت
۵۲۔۱۳ھ

از طبع سخنور بلاغت ممتلی مولوی مصطفیٰ علی صاحب سلمہ اللہ الواہب

زفیضِ حبیبِ خداوند نعمت   جہاں شد منور ز نورِ حقیقت
ز لطفش بر آمد برلئے ہدایت   علی حیدر شمع راہِ صداقت
چرا خاک پائش بنوشند مرداں   کہ زیبیدہ او اسم شاہِ ولایت
کتابے نوشتہ بحالاتِ حیدر   ولیؑ و وصیؑ پناہِ رسالت
چہ تحریر دلکش۔ چہ ترتیب موزوں   چہ توصیف اعلیٰ سراسر حقیقت
ہر آنکس کہ بیند کتابِ علیؑ   بداند علی را سراپا کرامت
ز ہاتف رسیدہ صدائے بگوشم   کہ سالِ طباعت۔ گواہِ فضیلت
۵۲۔۱۳ھ

از فکرِ گلدستہ بند گلہائے مضامین بطرز نوی مولوی مکرم احمد عرف میر نذر علی درد علوی سلمہ اللہ الولی

اے خامۂ عنبریں شمامہ   حمدے بجناب سرمدی گو
نعتیکہ سزد بسرور دیں   بر خواں صلّوا علی النبی گو
وصفیکہ سزد بآل و اصحاب   پیوستہ بجانِ خسرّمی گو
ہمنام علی۔ علی حیدر   از بخت چہ کرد یاوری گو
ایں بلبلِ باغِ کاظمی را   ہمراز نوائے حیدری گو
در صورت و شکل جلد ثانی   بنوشت فضائلِ علی گو
چوں طبع بشد بحسن و خوبی   مطبوعِ قلوب ہر دلی گو
ہم جدول او ستہ کہکشانے   ہر صفحہ ز حسن منجلی گو

ہم جملہ دوائر و نقط را — نجم فلک ثنا گری گو
بہر سن عیسوی بہ طبعش — تنجیم فضیلت علی گو
۱۹۳۳ء
اے درد مکر بسال ہجری — معیار فضائل علی گو
۱۳۵۲ھ

دیگر

سیرت علی کا ہے۔ سلسلہ ابھی قائم — دوسری کڑی یہ ہے۔ سیرت معظم کی
پھر لکھی گئی سیرت۔ پھر چھپی بصد عظمت — کیا بیاں کروں لذت جلوہ ہائے پیہم کی
سچی بات لکھنے میں۔ کیا کسی کا ڈر ناصح — سب و شتم اعدا کی تو نہ دے ہمیں دھمکی

فکر جب ہوئی اے درد۔ سال طبع لکھنے کی
بول اُٹھے ملک پھر وہ تیغ حیدری چمکی
۱۹۳۳ء

از شاعر دلپذیر منشی مصلح الدین احمد اسیر سلمہ اللہ القدیر

چشم عرفاں کھول مرد باصفا — آشکارا ہے جمال کبریا
جگمگا اُٹھا علی کے نور سے — ذرہ ذرہ آسمانِ حسن کا
مشرق دل سے جو چمکا آفتاب — مغرب جائیں غروب اُس کا ہوا
جس سے روشن ہیں یہ ہفت آسماں — جس سے پیدا ہے ہر خلا و ہر ملا
وہ علی نفس نبی شیر خدا — دست بازوئے محمد مصطفےٰ
لحمک لحمی ہے جس کی شان میں — عینیت سے جسکو یہ حصہ ملا
وہ علی جس نے کیا ہے فتح باب — فتح باب علم و حکمت بر ملا
زور و قوت سے ہے جس کی آج بھی — خیبر نفس و طبیعت کو فنا
ملت عارف ہمہ عرفان و علم — مذہب عاشق ہمہ شوق و لقا
خدمت ساقی کی ہمت چاہیئے — کوثر و تسنیم کے دریا بہا

مستی صہبائے الفت مول لے　　توڑ دے قلعہ طلسم عقل کا
پڑھ کتاب معنوی کا ایک حرف　　مکتب عشق و محبت میں در آ
اس رباب زندگی کو چھیڑ کر　　مرغ جاں کو بے چھری بسمل بنا
تار سے ذوق مغنی ہے عیاں　　زیر و بم سے ہی حرارت جانفزا
شاہد معنی یہاں ہے بے حجاب　　کر نظارہ اُس کے جوش حسن کا
درس لے اے تنگ داماں کے اسیر　　بھر لے ہاں کوزہ میں یہ بحر عطا
صاحب خلق حسن فیض عظیم　　منبع جود و سخا صدق و صفا
وہ علی حیدر قلندر بادشاہ　　مظہر ذات علیؓ مرتضےٰ
جب اٹھایا ہاتھ میں اُس نے قلم　　لوح دل پر نقش ایماں بن گیا
روح معنی کا تھا جلوہ آشکار　　حرف تھی نے صورت صوت و صدا
ہو گئے ہم آج پھر مست الست　　پھر وہی نغمہ جنوں افزا ہوا
پھر وداع ہوش کا ساماں ہے　　پھر سرور بیخودی پیدا ہوا
نقش ہو کر صفحۂ قرطاس پر　　یہ صحیفہ تا ابد باقی رہا
سال ہجری اور سال عیسوی　　یک بیک دل پر مرے القا ہوا
مراۃ مشکلکشا ہے مادہ ہے　　عکس افشاں مراۃ مشکلکشا
۵۲ — ۱۳ھ　　۳۳ — ۱۹ء

از نکتہ سنج فصاحت پرور منشی حیدر حسن نشتر سلمہ اللہ العلی الاکبر

رُباعی

بے واسطہ انسان نہیں ہوتا کامل　　ملتا ہے خدا جو ہوں محمدؐ حاصل
ہے ذکرِ علی عبادتِ حق نشتر　　بس ہے یہ کتاب خضر راہ منزل
۳۳ — ۱۹ء

قطعہ

یہ اک کتاب آئینۂ رحمت کہیں جسے — پائی ہے یوں کہ حاصلِ قسمت کہیں جسے
پڑھ لوں نفائس الفنِ بے مثال کو — رعنائیوں میں یار کی صورت کہیں جسے
تالیف کی ہوئی ہے یہ اُس ذات پاک کی — مخمورِ جامِ عشق و محبت کہیں جسے
اک بے خزاں بہار تصور جسے کریں — گلہائے انتخاب کی نگہت کہیں جسے
بحرِ قلندری کا شناور جسے کہیں — پُر جوش مردِ راہِ حقیقت کہیں جسے
دریائے فضل و جود کا گوہر جسے کہیں — گوہر کہ تاجِ فقر کی زینت کہیں جسے
لکھا ہے حالِ حیدرِ مشکلکشا علی — اک مظہرِ کمالِ شجاعت کہیں جسے
آنکھیں ہیں محوِ جلوۂ دیدارِ مرتضیٰ — دیدار وہ کہ حاصلِ قسمت کہیں جسے
قائم ہوا اس کے پڑھنے سے ایمان کا وہ رکن — حضراتِ اہلبیت کی الفت کہیں جسے

نشترؔ پڑھوں حکایتِ سردارِ اولیاء
۱۳—۵۲ھ
نقشِ بساطِ عیشِ محبت کہیں جسے

قطعہ

۱۳—۵۲ھ — ۱۳—۴۳ ف
اے مراۃِ حُسنِ شیرِ یزداں — مفہومِ صفاتِ شاہِ مرداں
۱۹—۴۳ء — ۱۹۹۰ سمبت بکرمی
اے آبِ رواں باغِ خوباں — ہے تجھ سے ظہورِ فر و ایماں

دیگر

بیٹھا ہوا تھا نشترؔ صد خانماں خراب — مخمور و مست و بیخود و سرشار بے حساب
اپنا نہ ہوش تھا نہ زمانے کی تھی خبر — مستی سے چور آنکھوں کی مرکز تھی اک کتاب
تھا قلب اُس کا محوِ جمال نظر فروز — آنکھوں میں تھا سپہرِ ولایت کا آفتاب
پوچھا کسی نے ہنس کے کہ کیوں ہیں مستیاں — اک بار سر اُٹھا کے دیا اُس نے یہ جواب
پی لی چڑھا کے اور خود اپنے کو کھو دیا — اک طرح کا کرشمہ ہے یہ نشۂ شراب

پڑھ لی سمجھ کے اور خود اپنے کو پالیا — اک معجزہ کی قسم ہے یہ نشۂ کتاب
پڑھتا ہوں میں فضائلِ شاہِ ابی الحسن — ہوش و حواس و عقل و خرد میں ہی انقلاب
تشریحِ حسنِ ذاتِ علی کر رہا ہوں میں — پیدا ہی جس سے چاروں عناصر میں اضطراب
"اجزائے حسن او ہمہ یک یک نگاہ کن — کو ہست نفسِ آں کہ خدا کردش انتخاب
وانگہ بیا و حالِ منِ بے نوا بہ بیں" — کانم کہ از نشست خرابات ہم خراب

پڑھتا ہوں جب بیانِ صفاتِ علی کو میں
۳۴ —— ۱۹ء
کھنچتی بساطِ دل پہ ہے تصویرِ بوتراب

صحتنامہ کتاب نفائس المنن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۸	ہو	ہوں	۸۵	۲ حاشیہ	فقہاء الشافعیہ	فقہاء الشافعیہ
۸	۱۷	کی کی فضیلت	کی فضیلت	۹۰	۱۵	تحمید و توحید	تمجید و تحمید و توحید
۱۲	۵	واجبھم	واجبّھم	۹۱	۱۳	قائل ہو	قائل ہوا
۱۶	۱۶	الیّ	الیٰ	۹۳	۵	اُس نے	اُس کو
۱۷	۱۷	الی	الیّ	۹۷	۲	لوح اور قضا	لوحِ قضا
۱۹	۶	عمر ابن العاص	عمرو ابن العاص	۹۸	۱۹	لبیت	لیت
۲۰	۱۷	تحقین	محققین	۱۰۰	۱۶	فصل الخطاب	فصل الخطاب
۳۲	۳	استیعاب جلد	استیعاب کی جلد	۱۰۳	۵	ہوتا	ہوتا
۳۹	۲	المفتدی	المقتدی	۱۰۹	۱۳	تغنیاً	تغنیہ
۴۰	۲۰	"	"	۱۱۷	۸	اللہ	الٰھہ
۴۴	۱۱	"	"	۱۱۸	۱۸	مرتضیٰ	المرتضیٰ
۴۶	۸	الیٰ	الیٰ	۱۲۰	۱۹	ہیں	اُس
۴۷	۱۶	(۳) وعند	(۳) وعنہ	۱۲۶	۲۱	الجرام	بجرام
۴۸	۱۸	جوابلے	جوابک	۱۳۰	۱۸	متلق	متعلق
۴۸	۲۰	بغرزہ	بغرزہ	۱۳۱	۱۲	لیالیا	لیاگیا
۴۸	۲۱	جل کے	جس کے	۱۳۴	۱۰	حبیب السیر	حبیب السیر
۶۸	۳۱	ابوایعلیٰ	ابویعلیٰ	۱۳۷	۳	نوح	حضرت نوح
۸۵	۱	ہیں	ہے	۱۴۰	۱	عشرہ	عشراۃ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۲	۸	عطی	اعطی	۲۳۷	۱۸	جلد ۲	جلد ۶
۱۸۹	۶	الاستیاب	الاستیعاب	۲۳۸	۱۸	برں	برس
۲۰۹	۱۳	چرانی	حرانی	۲۴۰	۲۰	قزملی	قزغلی
۲۰۹	۱۹	الوروی	الوردی	۲۴۴	۱۶	ابوعمر	ابوعمرو
۲۱۵	۱۱	هدینه	هدیته	۲۵۲	۱۴	کمام	کمال
۲۲۲	۱۲	اندار	انذار	۲۵۲	۱۵	ہوگذرے	گذرے
۲۳۱	۱۴	ضجان	ضجنان	۲۷۵	۹	تزوح	تزوج
۲۳۱	۱۵	بغام	نغام	۲۷۷	۵	س	اس
۲۳۴	۲۱	فاسمعی	فاسمعی و	۲۹۴	۲۱	اکھار	اکھاڑ
۲۳۷	۱۱	عمربن عبدالغفار	عمرو بن عبدالغفار	۲۹۹	۱۳	السفیتہ	السفینۃ

حضرات تکیہ شریفہ کاظمیہ اور انکے منتسبین کے بیش بہا تالیفات

حضرت شاہ تراب علی قلندر

کلیات منظوم فارسی

مجاہدات الاولیا فارسی

حضرت شاہ حمایت علی قلندر

انوار الحبیب ترجمہ فارسی فتوح الغیب

حضرت شاہ تقی علی قلندر

روض الازہر فی مآثر القلندر

معہ تکملہ

حوض الکوثر فی روض الازہر از حضرت

حافظ شاہ علی انور قلندر معہ مقدمہ موسومہ

حجاب القلندر از حضرت شاہ حبیب حیدر

قلندر فارسی

حضرت شاہ علی اکبر قلندر

اصول المقصود فی بیان سلوک المحمود

مترجم

انور شیر احمد علوی بی اے علیگ

حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر

تحریر الانور فی اذکار القلندر فارسی

فیض الحق فی حل اشکالات ابن العربی

انصاح عن ذکر اہل الصلاح فارسی

القول المحبوب فی تحقیق من عرف نفسہ فقد عرف

ربہ فارسی

فتح الابصار فارسی معہ ترجمہ اردو

کشف المتواری عن حدوث الغبار فارسی معہ ترجمہ اردو

قول الحق فی مسئلۃ الجبر والاختیار فارسی معہ ترجمہ

نوادر الاذکار شرح جواہر الاسرار فارسی معہ ترجمہ

تحفۃ الصوارف فی شرح خطبۃ العوارف

فارسی معہ ترجمہ اردو

الدرر الملتقطہ شرح تحفۃ المرسلہ فارسی معہ ترجمہ اردو

تنویر الافق شرح تبیین الطرق فارسی

معہ ترجمہ اردو

تصفیہ شرح تسویہ شاہ محب اللہ الہ آبادی

فارسی معہ ترجمہ اردو

الدر النظیم فی بیان ایمان آباء النبی الکریم

عربی معہ ترجمہ اردو

احسن الافادۃ لارباب الارادت ببیان

مسئلہ وحدت الوجود بازاء شرح اردو

الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم اردو

الدرۃ البیضاء فی تحقیق صداق فاطمۃ

الزہراء اردو

حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر

الشرف المبین فی ذکر سید المرسلین اردو

تسکین الفواد بذکر خیر العباد اردو

مولانا شاہ محمد تقی حیدر قلندر

نفحات العنبریہ فی انفاس القلندریہ یعنی

حضرت سلسلہ قلندریہ اصطلاحات اردو میں

جواہر الاسرار و حقائق الانوار حضرت شاہ

علی انور قلندر فارسی و اردو

فیوض العارفین یعنی مکاتیب حضرات

پیران سلسلہ قلندریہ فارسی

تحفہ نظامیہ یعنی ترجمہ رسالہ حضرت مخدوم

شیخ بھیکہ کاکوروی قدس سرہ

مترجمہ اردو رسالہ اثبات مہدی از

مولوی رشید الدین خاں کاکوروی

کشف الاستار یعنی ترجمہ رسالہ کاشف الاسرار

مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر

تذکرۃ الاعلام فی آثار الکرام یعنی تذکرہ مشاہیر

کاکوری اردو

احسن الانتخاب فی صحیفہ سیدنا ابی

تراب اردو جلد اول

نفائس اللسان فی فضائل ابی الحسن اردو جلد دوم

منشی محمد تاج الدین کاکوروی مرحوم

فیض الکریم شرح الکہف الرقیم فی شرح

بسم اللہ الرحمن الرحیم از شیخ عبد الکریم جیلی

قدس سرہ

معہ مقدمہ

موسومہ بہ کنز العظیم و ترجمہ یعنی نور الصمیم

الکبریت الاحمر فی تفسیر القلندر اردو

منشی محمد نذیر شہزادپوری

مشہد بانہ شرح اردو کتاب مثنوی گلشن راز

مولوی محمد عاصم قیس کاکوروی

جذبات جذب یعنی کلیات فارسی اردو

خان بہادر منشی تاج الدین جذب کاکوروی

سلسلہ سوال جواب ضمیمہ احسن الانتخاب

مولوی محمد عالم قیصر کاکوروی

رموز الغیب ترجمہ اردو فتوح الغیب

عیون المعارف من شیون ادارت اردو

یعنی ملفوظ منشی محمد تاج الدین مرحوم

رسائل خمسہ قلندریہ

یعنی

ترجمہ رسالہ فوائد تجلی و درود رات تجلی از

حضرت شاہ ابو الحبیب قلندر و ترجمہ

مصرفات المعارف و رسالہ تحقیقیہ

قصص الاکابر از حضرت قاضی محمد

عارف قلندر صدیقی کاکوروی

منشی محمد ایوب کاکوروی

تبع احسن الانتخاب فی فصل الخطاب

شرح احسن الانتخاب کے دلائل جواب حوالہ جات

ملنے کا پتہ۔ قاضی انتظام علی خاں محلہ قاضی گڈھی قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ

تازہ بشارت

احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب حصہ اول کتاب مستطاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ جس میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے تفصیلی حالات متعلق بہ سیاست و شجاعت و دیگر واقعات زمانۂ رسالت وخلافت وغیرہ ہیں - قیمت للعہ ۳؎ سے ۳؎

مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ حصہ سوم کتاب مستطاب جس میں آپ کے مناقب کا جو آیات کلام اللہ و احادیث رسول اللہ سے ثابت ہیں اس طور پر تفصیلی بیان ہے کہ عنوان اول میں آیات ہیں اور عنوان دوم میں احادیث اور عنوان سوم میں حضرات صحابہ کرام کے ارشادات متعلق بہ حضرت مولائے کائنات ہیں یہ تالیف مجموعی طور پر بالکل ایک نئی چیز ہے - ناظرین شائقین بعد مطالعہ اسکا اندازہ کر سکتے ہیں کہ کس جانفشانی اور تحقیق و تدقیق سے مرتب کی گئی ہے جلد بھی عنقریب طبع ہو کر بصیرت افروز ناظرین ہوگی

فرمائشات حسب ذیل پتہ پر آئیں

المشتہر

قاضی محمد انتظام علیخاں - قاضی گڈھی - کاکوری ضلع لکھنؤ